

کتاب فیہ عمل صلى الله عليه وسلم



صاحبزادہ سید
افتخار الحسن زیدی



مکتبہ نورۃ رضویہ۔ مگبرک۔ فیصل آباد

کتاب الفرائض کی شرح



صاحبزادہ افتخار الحسن
سید

مکتبہ نورۃ رضویہ۔ بلگرام۔ فیصل آباد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	گستاخ رسولؐ
مؤلف	صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی
طابع	سید حمایت رسول قادری
کتابت	نذیر احمد
ایڈیشن	دوم
تعداد	ایک ہزار
مطبع	گنج شکر پریس لاہور
سن اشاعت	یکم مارچ ۱۹۹۲ء
پروف ریڈنگ	مولانا شہباز علی قادری
ہدیہ	UU - RS 05 روپے

ناشر

مکتبہ نوریہ رضویہ

گنج بخش روڈ — لاہور

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	انتساب	۵
۲	ابتدائیہ	۴
۳	غازی عالم الدین شہید مرحوم اور گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰
۴	شہید زندہ ہیں	۱۹
۵	شہید کون ہے؟	۳۲
۶	شہید کی شان	۴۰
۷	گستاخ رسولؐ کی سزا	۵۱
۸	نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کا بیان	۹۱
۹	اسم محمدؐ اور سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ	۹۴
۱۰	واجب القتل	۹۹
۱۱	جہاد ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰۱
۱۲	انگریزی بنی کی گستاخیاں	۱۰۵
۱۳	کاروان ختم نبوت	۱۱۵
۱۴	ختم نبوت مجلس کا عالمی روپ	۱۲۳

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۱۲۶	اللہ اور رسولؐ سے محبت۔	۱۵
۱۳۱	کمال نبوت	۱۶
۱۳۳	نفسرتوں کے جھگڑ	۱۷
۱۳۴	محمدؐ بن قاسم کو بلوار ہے ہیں	۱۸
۱۳۸	محبت غیر کو نہیں چاہتی	۱۹
۱۵۵	فرعون کی بیٹی کی مشاطہ	۲۰
۱۶۱	آخری انعام	۲۱
۱۶۳	رسولؐ کی محبت	۲۲
۱۶۶	اطاعت رسولؐ ہی اللہ کی اطاعت ہے	۲۳
۱۷۳	حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۴
۱۸۰	حضرت بلالؓ اور محبت رسولؐ	۲۵
۲۰۴	دنیا کی ہر شے کی حضورؐ سے محبت	۲۶
۲۰۶	واردات عشق	۲۷
۲۲۶	عشق اور حسین علیہ السلام	۲۸
۲۳۹	ختم نبوت اور میرا جنون	۲۹
۲۴۲	ایک ایمان افسر و زنگتہ	۳۰
۲۵۹	جمعۃ المبارک کے فضائل اور جمعہ بازار کی لعنت	۳۱
۲۶۳	جمعہ بازار کی لعنت	۳۲
۲۷۶	اسلام اور نظام مصطفیٰؐ	۳۳
۲۸۴	تعارف	۳۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

انشاب

غازی علم الدین شہید کے نام جو گستاخ رسولِ راجا
کو قتل کر کے میکا نوالہ جیل کے اندھیری
کو ٹھٹھی میں سے زیارتِ مصطفیٰ صلّ اللہ علیہ وسلم
سے مشرف ہو کر تختہ دار پر چڑھ گیا !

اور ان مسلمانوں کے نام جو ۱۹۵۳ء اور ۱۹۶۴ء
کے تحریکِ ختم نبوت میں جانیں قربان
کر گئے اور شیخ حسن محمدی صلّ اللہ علیہ وسلم پر پروانہ
وارنٹ شائع ہو گئے لیکن ناموس رسالت کے سفید
اور پاکہ دامن پر داغ نہیں لگنے دیا —

سید افتخار احسن زیدی
فیصل آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ابتداء

خدا و رسول سے غرور کی بغاوت — حق و اسلام سے فرعون کی سرکشی — دین و مذہب سے ابوجہل کی عداوت — امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین مکہ کی دشمنی اور رشد و ہدایت سے یزید کی مخالفت کے بعد آج ایک شیطان سیرت انسان سلیمان رشدی ناموس رسالت اور اہمات المؤمنین کی عزت و آبرو کا ویری بن کر اپنی شیطانی کتاب میں اپنے شیطانی کردار کو ظاہر کرتے اور ناموس رسالت پر ایک بازاری غنڈہ کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے میدان میں اتر رہے۔

اور اس ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں میں بھی اپنے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن رکھنے اور اپنے سینوں میں کفر و باطل کے اندھیروں میں بھی محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ جلاتے والے اہل ایمان کے مقابلہ میں آیا ہے تو صرف پاکستان کے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمان اس شیطانی کتاب کے خلاف سراپا احتجاج بن کر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

اور اپنی جانثاری — وفاداری اور غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے حق و اسلام کے باغیوں — نیکی و شرافت کے مخالفوں اور ناموس رسالت کے دشمنوں کو یہ بتا دیا ہے کہ ہم نبی کے غلام اور علی کے ملنگ آج بھی اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کے تحفظ اور ختم نبوت کی نگہبانی کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر سکتے ہیں۔

اسی لئے — کہ جب دنیا کی بڑی سے بڑی عدالت اور انسانوں کا بنایا ہوا کوئی قانون ناموس رسالت کی حفاظت نہ کر سکے تو پھر مسلمان اسکی پاسبانی اپنے خون سے

کیا کرتے ہیں۔

جیسا کہ اسلامی حکومت کے دار الخلافہ اسلام آباد میں ہوا۔ جبکہ سلیمان رشیدی کے کفر و باطل کے خلاف توحید کے پرستاروں اور حق و صداقت کے متوالوں نے اپنے مذہبی جذبات کے ذریعے نفرت کا اظہار کرنے اور اسلام آباد کی پہاڑیوں پر اسلام کی عظمت کا پرچم لہرانے کے لئے مولینا عبدالستار خاں صاحب نیازی۔ مولینا گوثر صاحب نیازی۔ اور نواب زاوہ نصر اللہ خان صاحب اور مولینا فضل الرحمن صاحب کی قیادت میں ایک عظیم الشان جلوس نکالا گیا تو پھر اسلام آباد کے بازاروں میں چلتے پھرنے والے انسانوں کے علاوہ آسمانوں کے فرشتوں نے بھی دیکھا کہ اسلامی مملکت کی رشوت کے ذریعہ خنزیر کا گوشت کھانے اور سور کا خون پینے والی ظالم اور درندہ صفت پولیس نے اس پر امن جلوس پر گولیوں کی بارش کر کے پھر مسلمانوں کو شہید اور قائدین کو زخمی کر دیا گیا۔ اور — اب ملک اور بیرون ملک — اور جہاں جہاں بھی نئی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار امتی بستے ہیں — اس شیطان کے خلاف مظاہرے اور مطالبے جاری ہیں اور اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک کہ ابلیسی کردار ادا کرنے والے اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس پر حملہ آور — اپنی بدزبانی اور بدقلبی کے ذریعہ حملہ آور ہونے والے سلیمان رشیدی کو اس کے ناقابلِ معافی جرم کی سزا نہیں مل جاتی اور حسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی پروانہ اور عشقِ رسول کا کوئی دیوانہ اپنے ایمان کی تیغِ برائے سے اس بد بخت کا سینہ چاک نہیں کر دیتا —

ایران کے عظیم مذہبی راہنما اور اسلامی انقلاب کے ممتاز قائد جناب خمینی صاحب نے جو مرتد کے قتل کا فتویٰ دیا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے —

اور پھر خمینی صاحب کی طرف سے اس بے دین کے قتل کا انعام حاصل کرنے کے لئے کئی جاں نثار غازی اور سرفروش مجاہد اسکی تلاش میں پھر رہے ہیں —

سنا ہے کہ کئی عیسائی حکومتوں نے اس شیطان کی حفاظت کا ذمہ اٹھالیا ہے۔
 مگر۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے حفاظتی دستے۔ پولیس کے پہرے اور
 مندوقوں کے کارتوس۔ موت کے فرشتہ کا راستہ نہ روک سکیں گے۔
 ”جیسے کہ جنگ بدر میں ابو جہل قتل ہوا۔“
 مسلم شریف جلد ۲ ص ۸۷

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں اسلام
 و کفر کی جنگ میں میرے دو بھتیجیوں معاذ و معوذ نے مجھ سے پوچھا:۔
 — یَا عَمُّ هَلْ تَعْرِفُ ابَا جَهْلٍ ؟
 کہ۔ اے چچا جان! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں۔
 قُلْتُ نَعَمْ۔

میں نے جواب دیا۔ ہاں!

وَمَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ۔ یَا ابْنَ أَخِي

مگر۔ اے میرے بھائی کے بیٹو! تمہیں اس سے کیا مطلب ہے؟
 قَالَ۔ اُخْبِرْتُ أَنَّكَ بَسَمْتَ النَّبِيَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 کہ۔ ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔
 یہ کہہ کر وہ دو ننھے منے مجاہد۔ نو۔ دس سال کے۔ ہرن کی طرح چوکرٹیاں بھرتے
 ہوئے لشکر کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے اور پھوٹی پھوٹی تلواریں ہوا میں لہراتے ہوئے
 ابو جہل کے سر پہنچے اور اس گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سر تن سے جدا کر دیا۔ کہ
 مرجائیں گے یا ماریں گے اس گستاخ ناری کو
 سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو
 حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پھر کہا کہ تم اس لعین اور گستاخ کو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

غازی علم دین شہید اور گستاخ رسول ﷺ

یہ ۱۹۲۷ء کا ایک ایمان افروز واقعہ — ایک دردناک حادثہ اور ایک روح پرور سانحہ ہوا کیونکہ — اس واقعہ میں مسلمانوں کی غیرت ایمانی کا امتحان لیا گیا تھا جس میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانشینوں کا امتحان لیا گیا تھا۔ جس میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانشینوں کا امتحان لیا گیا تھا۔

اور — اس سانحہ میں عشق رسول — ناموس رسالت کے تحفظ اور اسلام سے سچی محبت کے جذبات انگریزی حکومت کے گماشتوں — ہندوستان کے بد فطرت مہاشیوں اور متعصب مہا بھائی ہندوؤں کے آگے ثبوت کے طور پر پیش کئے گئے تھے —

اور جب ہندوستان کی بڑی عدالت، حفاظت نہ کر سکی تھی اور جب انگریزی حکومت کا قانون صحیح فیصلہ نہ کر سکا تھا — تو پھر ایک بہادر اور جانشین مرد مومن غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو بچائی تھی —

اور اُم المؤمنین حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تقدس کی خاطر خود تو تختہ دار پر چڑھ گیا — مگر ان کی پاک چادر کو داغدار نہ ہونے دیا تھا —

اصل داستان یہ ہے کہ — لاہور کے ایک ہندو ہاشہ راج پال نے
 ایک کتاب لکھی — (زنگیلار رسول) نعوذ باللہ —
 جس میں اس نے کافرانہ ذہنیت کا پوری طرح مظاہرہ کرتے ہوئے
 قرآن پاک اور ناموس رسالت پر رکیک حملے کئے اور اسلام اور امہات المؤمنینؓ
 کی شان میں بازاری زبان استعمال کی —
 کتاب بھی — بازار میں آئی اور ہندوؤں کی دوکانوں پر فروخت ہونے لگی۔
 ہندوستان کے کفار و مشرکین کے علاوہ مسلمانوں نے بھی پڑھی —
 بس — پھر کیا تھا — محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلاموں
 کے دل تڑپ اٹھے —

سینوں میں راج پال اور اسکی کتاب کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک اٹھی اور
 ہر طرف غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور پھر سارے ہندوستان میں اس بھیڑوہ کتاب کے
 خلاف مظاہرے ہونے لگے اور اس واہیات کتاب کو ضبط اور راج پال کو گرفتار کرنے
 کے ساتھ ساتھ اسے اس بدزبانی کی قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ زور پکڑتا گیا —
 جیسا کہ آج پورے عالم اسلام میں سلیمان رشدی کی شیطانی کتاب کیخلاف
 مظاہرے اور مطالبے کئے جا رہے ہیں —

مسلمانوں کے جوش و خروش اور کفن بدوش جلوسوں اور جلسوں کی وجہ سے مظاہرے
 اتنی شدت اختیار کر گئے کہ برطانوی حکومت کو مسلمانوں کے مذہبی جذبات دیکھتے ہوئے اس
 رسوائے زمانہ کتاب کو ضبط کر لیا پڑا اور ساتھ ہی گستاخ رسول راج پال کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔
 صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ گنبد خضریٰ سے یہ آواز ضرور آئی ہوگی —
 کہ — میری محبت کا دم بھرنے والے مسلمانوں اور قیامت کے دن میری شفاعت
 کی امید رکھنے والے میرے امتیو! تم میں سے کون ہے جو مجھے گالیاں دینے والے

ایک کافر و مشرک راج پال کو قتل کر کے مجھ سے انعام کے طور پر جنت کی کنجی حاصل کرے۔

جیسا کہ۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کے متعلق فرمایا تھا۔

مَنْ لَكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ —

کہ۔ کعب بن اشرف کو قتل کرنے والا کون ہے؟

وَهَجَاهُ وَهَيْبَتُهُ

کیونکہ۔ اس نے بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو یعنی تحقیر کی ہے اور انہیں گالیاں

دہی ہیں۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ — میں اس کی گردن مار دوں گا۔ اور

یا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے گستاخ رسول کے متعلق فرمایا تھا۔

مَنْ يَكْفِينِي عُدُوِي —

کہ۔ میرے دشمن کو ہلاک کرنے والا کون ہے؟

تو۔ ان مسلمہ حقائق کی روشنی میں سید افتخار الحسن کو اس بات پر پختہ یقین

ہے کہ روضہ رسول پاک سے ہی پُر کیف و وجد آفریں آواز ضرور آئی ہوگی۔

ہائیکورٹ میں مقدمہ چلا تو جسٹس دلیپ سنگھ نے قانونی سقم کی بنا پر۔ یا

ہندوؤں سے ساز باز کے تحت کتاب پر سے پابندی اٹھالی اور راج پال کو رہا کر دیا۔

جونہی۔ اس ناخوشگوار اور حقائق کے خلاف فیصلہ کی خبر اخباروں میں

پھیلی تو زخم خوردہ مسلمانوں میں ایک دفعہ پھر بیجان پیدا ہو گیا اور آخر کار شہادت کے

شوق کا ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔ اور مسلمانوں نے اپنی جانوں کا تذکرہ پیش کرنے

کے لئے لاہوری دروازہ کے باہر ایک جلسہ عام کا پروگرام بنا کر اعلان کر دیا۔

مگر جونہی اس احتجاجی جلسہ کا اعلان ہوا تو لاہور کے ڈپٹی کمشنر مسٹر اوگلوئی نے

شہر میں دفعہ ۱۴۴ لگادی۔

انگریزی حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہوا تو والی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے
جانشین امتیوں کے دل اور بھی مجروح ہو گئے — اور ایک بار پھر لاہور کے گلی
کوچوں میں پھرے ہوئے شیروں کی طرح گزرتے ہوئے ایوان حکومت تک جا پہنچے۔
مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی بلکہ دفعہ ۴۴ کی خلاف ورزی کرنے کے جرم میں کئی مسلمانوں
کو گرفتار کر لیا گیا —

اور پھر آہستہ آہستہ یہ مظاہرے اور مطالبے ایک تحریک کی صورت اختیار
کر گئے —

اور چونکہ اس مذہبی اور خالص دینی تحریک کی قیادت سید عطاء اللہ شاہ بخاری
کر رہے تھے اس لئے انہوں نے شاہ محمد غوثؒ کے بالمقابل احاطہ عبدالرحیمؒ میں جلسے کے
انعقاد کا فیصلہ کر لیا —

مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور علامہ احمد سعید صاحب دہلوی بھی بطور
مہمانانِ خصوصی اس ہنگامہ خیز جلسہ میں شریک ہوئے تھے —

احاطہ کے دروازہ پر مسلح پولیس کے دستے متعین کر دیئے گئے تھے اور فوجی
جوانوں کا پہرہ لگا دیا گیا تھا تاکہ لوگ کم سے کم جلسہ گاہ میں آسکیں —

لیکن — محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سرفروش غلام راستے کی ہر رکاوٹ
کو پاؤں کی ٹھوک سے دور کرتے ہوئے اور ہر دیوار کو نعرہ تبکیر اور نعرہ رسالت سے
پاش پاش کرتے ہوئے اور پولیس اور فوجیوں کی سنگینوں کے سایہ میں جلسہ گاہ میں
آتے رہے —

مسلمانوں کا جوش بڑھتا گیا اور شہادت کا شوق جلسہ گاہ کا عنوان بن گیا —
اور — داتا گنج بخش میں ہر طرف — ہر بازار اور ہر چوک میں جانشین مسلمانوں کے
ٹافلے دکھائی دینے لگے تھے —

قرآن پاک کی تلاوت ہوئی اور پھر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی گرجہ دار
آواز لاہور کی نضاؤں میں گونجی —

”اے محمدؐ عربی کے وفادار سر فرودش مسلمانوں آج آپ لوگ تاجدارِ اقلیم
رسالتؐ کی ناموس کی حفاظت کرنے اور اپنے نبیؐ کے جانشین امتی ہونے کا ثبوت
پیش کرنے کے لیے اس جلسہ میں آئے ہو۔ اور آج جنسِ انسانیت
کو عزت بخشنے والے رسالتؐ آپؐ کی عزت خطرے میں ہے !

اور آج اگر آپؐ نے اپنے رسولؐ کی عزت و آبرو کی حفاظت نہ کی تو
پھر ہمیشہ کیلئے توہینِ رسالتؐ کا دروازہ کھل جائے گا !

اور — وہ دیکھو حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ دروازہ پر
پکار رہی ہیں کہ تم میں سے کون ہے جو ہماری عزت و آبرو کی حفاظت کرے !“
یہ جملہ شاہ صاحب نے ایسے جلال اور محبت بھرے انداز میں ادا کیا کہ سب
لوگ دروازہ کی طرف دیکھنے لگے —

ایک کھرام مچ گیا اور مسلمانوں کی چیخیں بکل گئیں —
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے !
حُبُّ الشَّيْءِ يَعْزِمُ وَيُصْمِّرُ —

کہ محبت اندھی ہوتی ہے — محبت کرنے والی آنکھ محبوب کے عیب
نہیں دیکھتی — اور کان محبوب کے عیب نہیں سنتے —
راج پال کافر نے تمہارے نبیؐ کو گالیاں دی ہیں —
غیور مسلمانو ! —

یا سننے والے کان نہ رہیں — اور — یا کہنے والی زبان نہ رہے —
اور گستاخِ رسولؐ — راج پال کیلئے دانا کی نگری میں اب کوئی جگہ نہیں ہونی

چاہیے! —

جلہ ختم ہوا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو سسکیاں بھرتے اور شاہ جی کی ایمان افروز تقریر پر عیش عیش کرتے جا رہے تھے اور دل ہی دل میں سوچتے جا رہے تھے کہ دیکھیں اب شاہ صاحب کی تقریر کا کیا اثر ہوتا ہے اور کون راج پال کو قتل کر کے اور پھر اپنی جان کا نذرانہ رسول پاکؐ کے حضور پیش کر کے شہید کا اعزازی تمغہ اور جنت کی چابی دربار رسالت سے حاصل کرتا ہے!

رات کا سناٹا — ہر طرف خاموشی — ہر سو سکوت اور ہر جانب ہموکا عالم شاہ جی کی تقریر سن کر لاہور کے ایک غریب گھرانے کا چشم و چراغ علم دین بھی گھر کو واپس آ رہا تھا اور بخاری صاحب کی تقریر کے حملے دہراتا آ رہا تھا۔ کہ — سننے والے کان نہ رہیں — اور یا کہنے والی زبان نہ رہے

اور محبت کرنے والی آنکھ محبوب کے عیب نہیں دیکھتی —

اور راج پال کے لئے اب واما کی نگری میں کوئی جگہ نہیں — ایک غریب ترکان کا بیٹا گھر آیا تو علم دین کے دل میں عشق رسول کا ایک طوفان برپا تھا اور نبی پاکؐ کی ناموس کی حفاظت کی خاطر شہادت کا شوق اس کے سینہ میں موجزن تھا۔

وہ کروٹیں بدلتا رہا — مگر نیند نہ آئی — اس نے آنکھیں بند کر کے سونے کی کئی بار کوشش کی — لیکن کامیاب نہ ہو سکا — اس کے کانوں میں پھر آواز آئی —

گستاخ رسولؐ — راج پال کے لئے واما کی نگری میں اب کوئی جگہ نہیں ہے — علم دین — اٹھا — اور پھر یہ ایک پھری رگڑ کر تیز کرنے لگا — رات نہایت ہی بے چینی میں بسر کی صبح کی نماز میں دعا کی کہ — اے اللہ! میں تیرے

محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے اور اہمات المؤمنینؓ کی عزت و آبرو پر حملہ کرنے والے راج پال کافر کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں۔ مجھے کامیاب کر اور اس راستہ کی ہر دیوار کو مسمار کر دے اور میری تیز زہار چھری کو نبیؐ کے گستاخ۔ اسلام کے دشمن اور مسلمانوں کے ویری راج پال کی گردن تک پہنچنے میں کوئی روکاوٹ نہ ہو۔ رات گزری۔ صبح ہوئی اور پھر لاہور کے بازاروں میں چل پھل ہونے لگی۔ راج پال بھی دوسرے دوکانداروں کی طرح اپنی دوکان پر آیا۔ ابھی تکیہ لگا کر بیٹھا ہی تھا کہ۔۔۔۔۔

علم دین کی چھری ہوا میں لہرائی اور فضا میں ایک پر جلال آواز گونج اٹھی۔ کہ۔۔۔ اے میرے رسولؐ کے دشمن اور گستاخ مرنے کیلئے تیار ہو جا۔ یہ آواز سن کر راج پال نے بھل گئے کی بہت کوشش کی مگر علم دین کی چھری اس گستاخ دشمن رسولؐ کے سینے میں پیوست ہو چکی تھی جو اس بد بخت کے پیٹ کو بھاڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔۔۔۔۔

اسلام کا باغی خاک و خون میں ترسینے لگا اور اس نے جان دے دی۔۔۔۔۔ غرضیکہ۔۔۔۔۔ نبیؐ کا دشمن راج پال قتل ہو گیا۔ اور اے گستاخی رسولؐ کی سزا مل گئی۔ علم دین اسے قتل کر کے مفور نہیں ہوا بلکہ سیدھا کو توالی پنچا اور اپنے آپ کو قانون کے حوالہ کر دیا۔ قتل کا مقدمہ چلا۔ تو مسلمان و کھلار نے علم دین کو بہت بچھایا کہ راج پال کے قتل سے انکار کر دے ہم تجھے رہا کر والیں گے۔ مگر علم دین تو اب غازی بن چکا تھا اور اسے تو اب میا توالی حیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی جھلک دکھائی دینے لگی تھی اور رات اس کا ظلمتکدہ اجلا حرم و عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بقیعہ نور بن جانے لگا تھا۔۔۔۔۔ پھر وہ قتل سے انکار کیوں کرتا اور دیدارِ رخِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم کیوں

ہو جانا —

علم دین — منستے — چلتے اور توحید و رسالت کے نعرے لگاتا ہوا تختہ دار پر
تو چڑھ گیا اور اس نے پھانسی کے رستہ کو حرم کر گلیے میں تو ڈال لیا مگر رسولؐ کے دشمنوں
— اسلام کے باغیوں اور حق و ہدایت کے ویریوں کو یہ بتا دیا — کہ
جب دنیا کا قانون ناموس رسالت کی حفاظت نہ کر سکے تو پھر اسکا تحفظ — مسلمانوں
کا خون کیا کرتا ہے۔

فسرنگی گماشتوں اور جیل کے بد اعمال عملہ نے اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کورات کے اندھیرے میں کسی غیر معروف جگہ پر دفن کر دیا۔

مسلمانوں کو بیتہ چلا تو ایک بار بھر مردِ مومن غازی علم دین شہید مرحوم کی نقش مبارک
حاصل کرنے کے لئے مظاہروں کا ایک طوفان برپا کر دیا اور آخر کار تین ماہ کی بھرپور کوشش
کے بعد اس مردِ حق پرست کی نقش مبارک لینے میں کامیاب ہو گئے — ہزاروں
مسلمانوں کی موجودگی میں شہید کی قبر کھودی گئی —

جوں جوں اس مردِ غازی کی قبر کی مٹی ہٹاتے گئے، توں توں جنت کے باغوں
کی خوشبو سے زائرین کے دل و دماغ معطر ہوتے گئے۔ جسدِ خاکی ظاہر ہوا تو کفن
پر گرد و غبار کا نام و نشان تک نہیں تھا — بدن تروتازہ تھا — لبوں پر
تبسم تھا — اور — ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جسے قبر سے کوئی میت نہیں بلکہ حیاتِ
ابدی کا کوئی پیکر بن کر نکلا ہے۔

بہرہ پر انوار و تجلیات کی کرنیں رقص کر رہی تھیں اور پیشانی پر بہشتی غارہ کی سرخی
گلاب کے پھولوں کے ٹاروں کی طرح بھوم رہی تھی

اور پھر — میانوالی سے لیکر داتا کی نگری تک سارے راستہ کو معطر کرتا ہوا،
غازی مسلم دین شہید لاہور پہنچا —

غسل دیا گیا مگر کفن پہلا ہی رہنے دیا گیا تاکہ اس کے کفن کی خوشبو سے میانی صاحب کا پورا قبرستان معطر ہو جائے۔

اور — آج وہ عاشقِ رسولؐ — شہیدِ محبت — مردِ حق پرست اور محمدؐ عربیؐ کا لاڈلا اُمتی میانی صاحب کے قبرستان کے بائیں جانب بربِ سڑک آرام فرما رہے۔
ایسے عاشقانِ مصطفیٰ کی قبریں جنت کا باغ بن جاتی ہیں جن کی زیارت درجہِ نجات اور باعثِ بخشش ہوتی ہے — قرآن و حدیث اور مستند روایات سے ثابت ہے کہ شہیدِ زندہ ہوتے ہیں —

مولینا ظفر علی خاں مرحوم نے خوب کہا ہے — — — کہ
منارِ اچھی — روزہ اچھا — حج اچھا — اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود ان کے مسلمان ہو نہیں سکتا
جب تک کٹ نہ جاؤں میں خواجہؒ بطحاؒ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایساں ہو نہیں سکتا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شہید زندہ ہیں!

علامہ اقبال مرحوم کہتا ہے ————— کہ
 الٰہی یہ تیرے پر اسرار بندے
 جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
 دونیم ان کی ٹھوکر سے صحر و دریا
 سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
 شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
 نہ مالِ غنیمت ————— نہ کشورِ ثانی

اے بزرگانِ دین ————— اللہ کی راہ میں جان دینی ————— اسلام کی عظمت
 کی خاطر قربان ہونا اور گستاخِ رسولؐ کو قتل کر کے خود تختہ دار پر چڑھ جانے کا نام شہادت
 ہے ————— لیکن اس پر خطر راستہ پر وہی مسلمان کا مرن ہوتا ہے جس کے دل میں
 اسلام کی سچی تڑپ ————— دین کا حقیقی درد اور رسولِ اکرم ﷺ سے وابہانہ
 محبت ————— ہوتی ہے۔

نبیؐ کے عشق میں جان دینے کا شرف مسلمانوں کے لئے رضائے الٰہی کا سبب
 اور بارگاہِ خداوندی میں مقبول و معزز ہونے کا اعزاز ہوتا ہے۔

اور یہ شرف و اعزاز ————— اسلام کے علاوہ دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ہے
 میدانِ بہادری میں لڑنے اور نبیؐ کے عشق میں قربان ہونے والے مسلمان

اور مجاہد اگرچہ دنیا والوں کی بے بصیرت نظروں میں مرجاتے ہیں۔ مٹ جاتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں مگر دین اسلام میں وہ حیاتِ ابدی پا جاتے ہیں اور بارگاہِ خداوندی سے لَاحُوقٌ وَعَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کا اعزاز بھی حاصل کر لیتے ہیں۔

مثلاً — پارہ ۲ — سورۃ البقرہ — آیت ۱۵۴

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ۔
کہ اے ایمان والو جو مسلمان اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے اُسے مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہے۔ مگر تمہیں اس کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔“

یا — — — پارہ ۴ — سورۃ آل عمران — آیت ۱۷۰

اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے تم ان پر مردہ ہونے کا گمان تک بھی نہ کرو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اور انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔
وَفَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ
اور وہ شہادت کا درجہ پانے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انہیں جو درجات عطا کئے گئے وہ خوش ہیں۔

اور۔ نہ ہی انہیں کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔

قرآن پاک میں یہی ہے —

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْشِىْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّاهُ حَيَاةً
طَيِّبَةً۔ (سورۃ النحل — آیت ۹۷۔)

کہ — نیک اعمال کرنے والا مرد ہو یا کوئی عورت لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو۔
تو مرنے کے بعد ہم اسے قبر میں پاک و صاف ستھری زندگی عطا کریں گے !
تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۳۵ — ای — تحصیل فی القبر —

نزہت المجالس جلد اول ص ۱۹۵ علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

تاجدارِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک جماعت جہاد کیلئے گئی۔
اس ملک کے بادشاہ نے انہیں گرفتار کر لیا اور انہیں اپنے کافرانہ دین میں شامل
ہونے کا حکم دیا۔

لیکن ان مسلمان مجاہدین نے اسلام چھوڑنے سے انکار کر دیا۔
فَقَتَلَهُمُ الْوَاحِدَ۔

تو اس کافرو ظالم بادشاہ نے ایک کو چھوڑ کر باقی تمام کو قتل کر دیا۔
اور پھر اسے بھی اپنے دین میں داخل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔
وَلَهُ مِنَ الْأَمْوَالِ كَذَا وَكَذَا۔

کہ۔۔۔ اتنا مال و دولت لے لے اور اسلام چھوڑ دے۔۔۔ مگر اس اسلام
کے جانثار سپاہی اور محمد عربی کے وفادار غلام نے پھر بھی انکار کر دیا۔
فَادْخُلْهُ بَيْتًا وَوَضَعَ عِنْدَهُ جَارِيَةً جَمِيلَةً
پھر اس کافر حکمران نے اس مسلمان مجاہد کو ایک حسین و جمیل لڑکی کے ساتھ ایک
مکان میں بند کر دیا تاکہ یہ مسلمان لڑکی کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر اسلام کو چھوڑ
کر ہمارے دین میں شامل ہو جائے گا۔

مگر وہ ظالم نہیں جانتا تھا کہ حسن مصطفیٰ کا نظارہ کرنے والی آنکھ کسی اور کے
حسن کی طرف نہیں دیکھتی۔۔۔

اس مرد مومن نے قرآن پاک کی سورۃ فتح کی تلاوت شروع کر دی۔
وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهَا۔

اس خوبصورت لڑکی طرف تو جہ ہی نہ دی۔

سورۃ فتح کی تلاوت کی۔۔۔ اور جب اس مسلمان مجاہد کی زبان سے محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان افروز اور دلکش الفاظ نکلے۔۔۔ تو

بَكَتِ الْجَارِيَةُ —

وہ لڑکی رونے لگی۔

وَأَسْلَمَتْ —

اور — اسلام لے آئی

اور کہنے لگی — اُدھم دونوں اس مکان سے نکل جائیں! —

نبی کا غلام بسم اللہ پڑھ کر اور درو دریاک کا ورد کرتا ہوا نکلا تو اس مقفل مکان کے
تالے ٹوٹے اور دروازے کھلتے گئے۔

فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ سَمِعَا صَهِيلَ الْخَيْلِ —

جب فجر ہوئی تو ان دونوں نے گھوڑوں کے ٹاپوں اور منہانے کی آوازیں سنیں۔
دونوں ٹھہر گئے۔

تو — انہوں نے دیکھا کہ وہ اسی مرد مجاہد کے ساتھی تھے جن کو کافر نے قتل کر دیا تھا۔

اور — لَعْدُ أَرْبَعِينَ يَوْمًا

اور یہ ان کے شہید ہونے کے چالیس دن کے بعد کا واقعہ ہے۔

قرآن پاک نے سچ فرمایا ہے۔

کہ — شہید زندہ ہیں۔

خصائص الکبریٰ — جلد ۱ ص ۲۲۰

إِنَّ فَاطِمَةَ الْخِزَامِيَّ — قَالَتْ زُرْتُ قَبْرَ حَمْرَةَ فَقُلْتُ يَا عَمَّ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ —

کہ — حضرت فاطمہ الخزامی فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف

کی زیارت کی —

اور میں نے کہا — اے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا — السلام علیک —

فَسَمِعْتُ كَلَامًا رَدَّ عَلَيَّ وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ

پس — میں نے ان کی کلام سنی۔ جواب دیا۔ — وعلیکم السلام!

ثبوتِ بلاکہ شہداء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ !

خصائص الکبریٰ جلد ۱ ص ۲۲

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم زار قبور الشہداء باحد۔

کہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ احد کے شہداء کی قبروں کی زیارت کی۔

وَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ وَنَبِيَّكَ يَشْهَدَانِ هَؤُلَاءِ شُهَدَاءُ۔

اور — بارگاہِ ربوبیت میں عرض کی — یا اللہ! تیرا بندہ اور نبی گواہی دے رہا ہے

کہ یہ تیسری راہ میں جانیں دینے والے شہداء ہیں۔

وَأَنَّهُ مَنْ زَارَهُمْ وَسَلَّمْ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ رَدَّوْا عَلَيْهِ۔

اور۔ جو بھی ان کی زیارت کرے گا اور انہیں سلام کہے گا۔ قیامت تک یہ شہداء

اس کے سلام کا جواب دیتے رہیں گے۔

پتہ چلا — کہ شہداء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

حضرت عطاءؓ اپنی خالہ سے روایت کرتے ہیں

أَنَّمَا زَارَتْ قُبُورَ شُهَدَاءِ۔

کہ۔ انہوں نے شہداء کی قبروں کی زیارت کی

فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمْ۔

اور — میں نے انہیں سلام کیا۔

فَسَمِعْتُ رَدَّ السَّلَامِ۔

میں نے سلام کا جواب سنا۔

معلوم ہوا — کہ شہداء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

شرح الصدور — ص ۹۳ علامہ داماد محدث جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی بیوی کے ہمراہ شام
کے صحرے میں سے گزر رہا تھا اور ان کا ایک لڑکا شہید ہو چکا ہوا تھا —
اِذَا الرَّجُلُ فَارِسًا —

اس آدمی نے ایک آدمی کو گھوڑے پر سوار آتے دیکھا۔
فَقَالَ لِلْمَرْأَةِ هَذَا ابْنِي وَإِنِّي —

تو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ تو میرا اور میرا بیٹا ہے —

بیوی نے کہا میرا بچہ تو شہید ہو چکا ہے۔ یہ کہیں شیطانی دھوکہ نہ ہو۔
تو اس دھوکہ سے بچ — لڑکا قریب آیا تو پہچان لیا کہ انہیں کا بیٹا ہے۔
ماں باپ نے اپنے بیٹے سے پوچھا۔ !
تو — تو شہید ہو چکا تھا۔

قَالَ بَلَى وَلَكِنْ عَمْرٍو بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ تَوَفَّى فِي السَّاعَةِ
بیٹے نے جواب دیا — ماں میں شہید ہو چکا ہوں — لیکن عمر بن
عبدالعزیز ابھی فوت ہو گئے ہیں۔

فَاسْتَأْذِنَ الشَّهْدَاءُ رُبَّهُمْ فِي شَهْوَدِهِ —
تو تمام شہداء نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ ہمیں حضرت عمر بن عبدالعزیز
کے جنازہ میں شریک ہونے کی اجازت دی جائے تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی۔

وَاسْتَأْذَنْتَ فِي السَّلَامِ عَلَيْكُمْ —
اور میں نے آپ کو سلام کہنے کی بھی اجازت مانگی تھی — جو مل گئی —
ثابت ہوا —
کہ شہداء زندہ ہیں۔

شرح الصدور ص ۸۹ حضرت عمر بن الخطابؓ سلمی فرماتے ہیں کہ مجھے اور میرے آٹھ ساتھیوں کو بنی امیہ کے دورِ خلافت میں رومیوں نے قید کر لیا۔
رومیوں کے سردار نے ہمیں اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ شریف پھوٹنے پر زور دیا اور جان سے مار دینے کی دھمکی دی۔
مگر ہم نے انکار کر دیا۔

تو میرے آٹھ ساتھی قتل کر دیئے گئے۔ اور مجھے ایک رومی سردار اپنے گھر لے گیا۔

فَدَعَا ابْنَةً لَهُ جَمِيلَةً

پھر اس نے اپنی ایک خوبصورت اور جوان لڑکی بلوایا۔ اور کہا !
هَذَا ابْنَتِي اُنْزِلْ بِهَا فَادْخُلْ فِيْ دِيْنِيْ۔

کہ۔ یہ میری حسین و جمیل لڑکی ہے اگر تو اسلام اور محمدؐ کو چھوڑ کر میرے کافرانہ دین میں داخل ہو جائے تو میں تیرا نکاح اپنی اس لڑکی سے کر دوں گا۔
فَقُلْتُ لَا اَتْرُكُ دِيْنِيْ لِامْرَاةٍ

تو میں نے جواب دیا کہ میں ایک عورت کے بدلے اپنے دین اسلام اور پیارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں چھوڑ سکتا۔

فَدَعَتْنِيْ ابْنَتُهُ ذَاتُ لَيْلَةٍ اِلَى بُسْتَانٍ لِّهَا۔

اس لڑکی نے ایک رات مجھے اپنے باغ میں بلایا اور کہا !

کہ۔ تو میرے باپ کی بات کیوں نہیں مانتا۔ اور پھر پوچھا۔

میرے پاس رہنا چاہتے ہو یا واپس وطن جانا چاہتے ہو۔

میں نے جواب دیا وطن واپس جانا چاہتا ہوں !

فَمَرَّتْ نَجْمًا فِي السَّمَاءِ۔

پھر لڑکی نے آسمان پر ایک تارہ دیکھا اور مجھے کچھ زارِ راہ دے کر محلِ سحکال
 دیا۔ میں تین دن تک چلتا رہا اور مجھے میرے وہ آٹھ ساتھی گھوڑوں پر سوار ملے
 میں نے کہا تم تو شہید ہو چکے تھے۔

انہوں نے جواب دیا — ہاں !

لیکن — وَأُذِنَ لَهُمْ أَنْ يَشْهَدُوا جَنَازَةَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں حکم ملا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے جنازہ میں
 شرکت کرو!۔

ان دونوں روایتوں سے ایک تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی شان و عظمت کا
 پتہ چلتا ہے اور دوسرے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شہداءِ زندہ ہیں —

شرح الصدور ص ۹۰ محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ — ابو علی فریے

قَالَ أَنَّ ثَلَاثَةَ إِخْوَةٍ مِنَ الشَّامِ كَانُوا يَخْضُونَ —

کہ — تین بھائی شامی رومیوں کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے قید کر لئے گئے۔
 فَقَالَ لَهُمُ الْمَلِكُ إِنِّي أَجْعَلُ فِيكُمْ الْمَلِكَ وَأَزْوَاجَكُمْ بَنَاتِي وَ
 لَدْخُلُونَ فِي دِينِ النَّصْرَانِيَّةِ۔

روم کے بادشاہ نے انہیں کہا کہ میں تمہیں اپنی بادشاہت میں حصہ بھی دوں گا
 اور اپنی تینوں جوان اور خوبصورت لڑکیوں کی تم سے شادی بھی کر دوں گا مگر شرط
 یہ ہے کہ تم اسلام کے دامن کو چھوڑو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہٴ نبوت سے
 نکل کر عیسائیت کا دین قبول کر لو! —

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانوں اور شمعِ رسالت و حسنِ رسولؐ کے پروانوں

نے انکار کر دیا —

وَقَالُوا —

یا مُحَمَّدُ ! (صلی اللہ علیہ وسلم)
 اور انہوں نے والی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا — اور اپنے آقا و
 مولا سے مدد طلب کی —

دور سے مدد کے لئے کسی کو پکارنا جائزہ ! — یعنی غیر اللہ کو —
 بادشاہ روم نے جب دیکھا کہ یہ مسلمان نہ تو ملک کے لالچ میں آتے ہیں اور نہ
 ہی میری لڑکیوں کے حسن و جمال کے جال میں پھنس کر نہ اسلام کی زنجیر کو اپنے
 پاؤں سے اتارتے ہیں اور نہ ہی اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت کو چھوڑتے
 ہیں —

تو اس نے تیل کی تین دیگیں گرم کیں تاکہ شاید یہ تینوں موت کے خوف سے
 بڑھ کر اسلام سے منہ پھیر لیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حریم عقیدت سے باہر نکل
 آئیں — وہ کافر انہیں ڈراتا رہا — وہ انکار کرتے رہے اور مسکراتے رہے —
 اور پھر اس نے دو کو تو تیل کی گرم دیگ میں پھینک دیا — اور ایک کو اپنے پاس رکھا۔
 ایک رومی سردار نے کہا !

أَنَا أَفْتَنُهُ عَنْ دِينِهِ

کہ میں اسے دین سے ورغلا سکتا ہوں — وہ اس طرح کہ میری ایک لڑکی ہے۔

وَلَيْسَ فِي الرُّومِ أَحْمَلُ مِنْ ابْنَتِيْ

اور سارے روم میں میری لڑکی سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں ہے۔

میں ایک مکان میں اپنی لڑکی کو اس کے پیرو کردوں گا، وہ خود اسے بہکا کر اسلام

اور محمد کا باغی بنا دے گی۔

اور پھر رومی سردار نے ان دونوں کو تین راتیں تنہائی میں ایک مکان میں رکھا۔
 بر صبح باپ اپنی بیٹی سے پوچھتا — کیا ہوا — کیا بنا؟ — اور اس نے اسلام اور محمد کے

دامن کو چھوڑا ہے کہ نہیں — بیٹی جواب دیتی — ابھی نہیں —
 باپ پوچھتا کیوں ؟ —
 بیٹی جواب دیتی !

نَهَارُهُ صَائِمٌ وَلَيْلُهُ قَائِمٌ

کہ وہ دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے۔

فَقَالَتْ لَهُ جَارِيَةٌ يَا هَذَا إِنِّي أَرَاكَ تَقْدَسًا

اس لڑکی نے کہا !

اے فلاں شخص میں نے تیری طہارت — پاکیزگی اور اچھی نیت اور پاکدامنی کو
 دیکھ لیا ہے — اس لئے —

وَأِنِّي قَدْ دَخَلْتُ مَعَكَ فِي دِينِكَ

اب میں بھی تیرے دین میں داخل ہوتی ہوں ! — پھر وہ دونوں دو گھوڑوں پر سوار
 نکل گئے — دن کو چھپتے اور رات کو چلتے — ایک رات انہوں نے —

سَمِعَا وَقَعَ الْخَيْلِ

گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی — مسلمان نے غور سے دیکھا —

فَإِذَا هُمَا أَخَوَيْهِ — کہ وہ دونوں اس کے بھائی تھے —

وَمَعَهَا مَلَائِكَةٌ — اور ان کے ساتھ فرشتوں کی بھی ایک جماعت تھی —

پوچھا کیوں ساتھ آئے ہو ؟

فرشتوں نے جواب دیا — ہمیں اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ تم دونوں کا نکاح کر دیں —

یہ تینوں مقدس داستانیں — ایمان افروز روایتیں اور دلچسپ حکایتیں ،

ایک ہی نوعیت کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ہم سے پہلے مسلمان اسلام میں کتنے

پکے اور عیاشی و فحاشی کی لعنت سے کتنے دور رہتے تھے — اور کسی غیر عورت کی طرف

دیکھنا بھی غلط گناہ سمجھتے تھے! اور وہ پاکستان کے جوانوں کی طرح نہیں تھے کہ جن میں سے عیاشی کے خطرناک جراثیم پوری طرح سرایت کر چکے ہیں۔ فحاشی کے زہریلے کپڑے انہیں چاٹ رہے ہیں اور بے راہ روی اور آوردی کے کانے ناگ ان کا خون چوس رہے ہیں۔

اور جو اتنے گمراہ ہو چکے ہیں کہ لڑکیوں کے ہر سکول اور ہر کالج کے باہر کھڑے ہوتے ہیں تاکہ اپنی بہنوں سے چھپڑ چھپڑ ہو سکے۔

دوسری حقیقت جو ان مقدس داستانوں سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ شہداء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور غازی علم دین شہید بھی زندہ ہے۔ مگر داتا کی نگری میں بسنے والے اور اہالیان لاہور کی بے حسّی۔ بے اعتنائی اور بے وفائی پر افسوس ہے۔

نہ پڑھتا ہے یہاں پڑھتا اور کوئی نہ روتا ہے : کہے معلوم کہ اس خاک دان میں کون سوتا ہے ابھی چند دن ہوئے، اسی مرد مومن۔ مرد مجاہد اور عاشق رسولؐ کے نام کی فلم ملک کے سینماؤں میں دکھائی گئی۔ "غازی علم دین شہید"۔ مگر وہ ایک ہفتہ بھی نہ چل سکی۔

میں نے خلیفہ مختار سے پوچھا تو نے یہ فلم دیکھی ہے؟

کہنے لگا۔ ہاں!

میں نے دریافت کیا۔ کیا اس میں سید عطاء اللہ شاہ صاحب کی تقریر ہے؟

جواب دیا۔ نہیں! بلکہ ایک فاحشہ عورت کا گانا ہے اس میں!

تو پھر۔۔۔ یہ فلم کیوں نہ ہوتی کیونکہ جس تقریر نے غازی علم دین کو راجپال کے قتل پر ابھارا اور اس کا ساتھ دیا وہ تقریر یہی نہیں ہے تو پھر یہ فلم کیسی۔۔۔ فلم ساز کو چاہیے تھا کہ شاہ صاحب کی وہ تقریر محمد علی سے اسی جو شش و دولہ سے

کروانا اور یا مجھے موقعہ دیتا اور میں وہ تقریر کرتا تو غازی علم دین شہید پر بنائی گئی فلم ایک سال تک چلتی رہتی اور دوسری اس فلم کے فیل ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے نوجوان ایسی تاریخی فلمیں کہاں دیکھتے اور اخلاق و انسانیت و شرافت والی کہانیاں کب پسند کرتے ہیں۔

انہیں تو مصطفیٰ قریشی کا گندُ اسّا اور سلطان راہی کی فلم پسند ہے۔ اور جس فلم میں اخلاق کا جنازہ۔ انسانیت کا قتل اور شرافت کی توہین ہوتی ہو اور جس میں فضیلت و گمراہی کے نظارے۔ عیاشی و فحاشی کے منظر اور بد معاشری و غندہ گردی کے سین دکھائے جائیں، ہماری نئی بیہودہ نسل کو ایسی فلمیں پسند ہیں۔ افتخار الحسن، اس آوارہ نئی نسل کو نسل ہی نہیں سمجھتا۔ مار دھاڑ۔ قتل و غارت۔ خون خرابہ اور چوری ڈکیتی والی کوئی فلم آتی ہے تو فلم ساز کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ میں نے کبھی کوئی فلم نہیں دیکھی لیکن اخباروں میں فلموں کے اشتہار پڑھ کر سمجھ جاتا ہوں کہ کہانی کیا ہے، اور کردار کیسے ہیں؟ کبھی وہ زمانہ تھا کہ دو دو سال تک ایک فلم چلتی تھی۔ پچھلے سال ایک فلم چلی ”ریشمی رومال“ وہ بھی بُری طرح ناکام ہوئی اور ملک کے بے شعور اور آوارہ گرد عوام نے اسے بھی مسترد کر دیا۔

دو چار دن چلی اور وہ بھی اس لیے کہ بازاری لوگوں نے اسے یہ سمجھ کر دیکھا کہ، یہ نورجہاں کے کسی فلم کے گانے کے متعلق ہے۔

”اندایت سے لٹی میں ریشمی رومال“

بڑیاں ای چاواں نال

مجھے پتہ چلا تو میں نے جمعہ المبارک کے خطبہ میں عوام کو بتایا کہ پاگلو۔ جاہلو

اور بیوقوف پاکستانیو! اس فلم کا تعلق نورجہاں کے گانے سے نہیں بلکہ اس کی کہانی کا تعلق تو ہندوستان کی آزادی کی تحریک اور پاکستان کی بنیاد پر مبنی ہے۔

اور یہ ایک خط تھا جسے ریشم کے کپڑے پر مولینا محمود الحسن اکبر الٹا نے لکھ کر مولینا عبید اللہ سندھی مرحوم کو دیا تھا کہ وہ والی کابل امیر حبیب اللہ خان اور دوسرے مسلمان سربراہوں کو پہنچا دے۔

انگریز کی حکومت۔ خط پکڑا گیا۔ مولینا محمود الحسن کو مالٹا کے جزیرے میں قید کر دیا گیا اور مولینا عبید اللہ سندھی کو ہمیشہ کے لئے جلا وطن کر دیا گیا۔

اور پھر وہ شمع آزادی کا پروانہ اور انگریزی استبداد کی غلامی کی زنجیریں توڑنے والا مجاہد ۱۹۱۹ء میں جلا وطن ہوا اور پھر وہ محاروں۔ بیابانوں۔ جنگلوں اور ریگستانوں میں اپنی جلا وطنی کے کئی سال گزار کر پاکستان بن جانے کے بعد واپس آیا۔ چار سال ہوئے سندھ کے شہر جمیس آباد میں مولینا مرحوم کا انتقال ہوا اور پھر اپنی زندگی کی بستی سے وہ ہمیشہ کے لئے جلا وطن ہو گیا۔

بے وفا اور بے عقل لوگوں تمہیں کیا خبر کہ ہندوستان کیسے آزاد ہوا اور پاکستان کیسے معرض وجود میں آیا۔

دو چار سال ہوئے فیصل آباد کے سینماؤں میں مندرجہ ذیل فلمیں دکھائی جاتی تھیں۔ جگر یار۔ جانی یار۔ جانی دشمن اور یار مار۔ محل سینما میں یار مار فلم چل رہی تھی۔ جمعہ المبارک کا دن تھا اور پہلے ہی دن چلنے والی تھی۔ جمعہ کے بعد میں اور بڑھے بھائی صاحب سید محمد یعقوب شاہ صاحب محل سینما کے سامنے سے گزرے ٹکٹ لینے والوں کا کھڑکی پر اتنا ہجوم تھا کہ گرمی کی شدت کے باوجود ایک دوسرے پر پھلانگیں لگا رہے تھے۔ ایک ہنگامہ تھا، ایک شور تھا اور ایک طوفان بدتمیزی تھا۔ فریدی مرحوم نے مذاقاً کہا۔

صاحبزادہ صاحب! آؤ نئی فلم ہے اوپر کے کمرے میں بٹھا دیتا ہوں۔ دیکھ لو! پوچھا! نام فلم کا کیا ہے؟

جواب دیا ————— ”یار مار“

میں نے کہا فریدی صاحب! جس فلم کا نام ہی یار مار ہے، وہ دیکھنی کیا! میری یہ بات کھڑکی میں کھڑے ٹکٹ خریدنے والوں نے بھی سن لی۔ ان میں کچھ بھڑکے بھی تھے، دوسرے ساتھیوں سے کہنے لگے۔ اور — یار شاہ صاحب نے سچ کہا ہے۔

یار مار ————— یار مار! نہیں دیکھیں گے یار مار۔ دیکھتے ہی دیکھتے کھڑکی خالی ہو گئی! فریدی مرحوم گھر آیا!

شاہ جی! غضب ہو گیا ————— بڑھچھا ————— بھئی کیا ہوا؟ کہنے لگا ————— نئی فلم کا پہلا شو آپ کی وجہ سے برباد ہو گیا۔ چند بچے بیٹھے ہیں۔ بہت سے لوگ آپ کی یار مار کی آواز سن کر واپس چلے گئے ہیں! میں نے کہا۔ بھئی فرید۔ بزرگوں کے ساتھ مذاق کرنے کا یہی نتیجہ نکلتا تھا۔ قارئین کرام ————— رمضان المبارک کا مقدس مہینہ شروع ہے جس میں خدا تعالیٰ کی بے بہار رحمتوں۔ بے حساب برکتوں اور ان گنت بخششوں کا نزول ہوتا ہے۔ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو آہنی زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

مگر اس کے باوجود ہی تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں دی۔ سی۔ آر۔ فحش فلموں اور ٹیلیوژن کے غلیظ پروگراموں نے ہمارے معاشرہ کو یہاں تک گنڈا کر دیا ہے کہ نئی نسل کے نوجوانوں کے دل و دماغ سے اسلامی معاشرہ کے خدو خال مٹا کر رکھ دیئے ہیں۔ اور مسلمانوں کے قلوب و اذان سے غیرت ایمانی کو ختم کر دیا گیا ہے۔

اور دینی و مذہبی شعار کی قدر و قیمت ان کے دامن سے پھین لی گئی ہے۔ اور انسانیت و شرافت کے چراغ بجھا دیئے گئے ہیں اور یہ ملت اسلامیہ اپنی بد اعمالیوں کے باعث یہاں تک آوارگی پسند ہو چکی ہے کہ اس مقدس مہینہ کے ساتھ ساتھ ہی عید کارڈ کی خرید و فروخت بھی اپنے عروج پر دکھائی دے رہی ہے۔

ہر شہر کے کئی بازاروں میں عید کارڈوں کے انبار نظر آتے ہیں اور ان عید کارڈوں کی بکری زیادہ ہو رہی ہے اور وہی عید کارڈ زیادہ فروخت ہو رہے ہیں جن پر پاکستانی اور بھارتی فلمی ستاروں۔ اور اداکاروں کی عریاں اور نیم عریاں تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ اس لعنت اور ضلالت و گمراہی سے صاف ظاہر ہے، قوم میں شرم و حیا کی جنس لٹ چکی ہے۔

شرافت و غیرت کی چادر بھٹ چکی ہے اور نئی نسل کے نوجوانوں کے اخلاق کا بخارہ نکل چکا ہے اور دین سے وفا و محبت کی وابستگی ختم ہو چکی ہے!

بھلا۔۔۔ وہ قوم جو ملک کی ذریعہ اعظم کو بھنگنا ڈال کر خوش کرنے کی عادی ہو چکی ہو اس قوم سے انسانیت و شرافت کی توقع کیسے کیا جاسکتی ہے۔ جیسا کہ اس کا مظاہرہ ۱۱/۸ کو دیپالپور میں کیا گیا۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اگر جمہوریت اسی عیاشی و فحاشی کا نام ہے تو پھر ایسی جمہوریت پر لعنت ہے۔

ان فحش عید کارڈوں کی نشاندہی فیصل آباد میں روزنامہ نوائے وقت کے نمائندہ جناب کمال نظامی نے ۲۰/۸ کی اشاعت میں اپنے مشہور کالم آٹھ بازاروں میں کی ہے جو اس ملت اسلامیہ کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہی نہیں ایک چیلنج بھی ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

شہید کون ہے؟

جب سے ملک کی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کی ہدایت اور حکم پر سپینز پارٹی کے وزیروں - سفیروں - مرکزی و صوبائی اسمبلیوں کے ممبروں اور دوسرے راہنماؤں نے مسٹر بھٹو مرحوم کو شہید کہنا شروع کر رکھا ہے - ملک میں ایک اختلافی ایجان سا پیدا ہو گیا - ایلئے کہ پاکستان کی اکثریت مسٹر بھٹو کو شہید کہنے کے حق میں نہیں ہے - ! چنانچہ - اسی بنا پر ملک کے متاثر عالم دین ، جامعہ نعیمیہ لاہور کے بانی و مہتمم - اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر علامہ محمد حسین نعیمی صاحب نے لاہور ہائی کورٹ میں اس کے خلاف رٹ بھی داخل کی تھی مگر افسوس کہ فاضل ججوں نے اس کے متعلق فیصلہ دینے سے معذوری ظاہر کر دی حالانکہ ملک کی سب سے بڑی عدالت کے ججوں کا یہ جانبدارانہ رویہ ان کی شان کے خلاف تھا -

سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ فاضل جج صاحبان کو اس کے متعلق کوئی نہ کوئی فیصلہ ضرور کرنا چاہیے تھا -

حق میں - یا - مخالف

کیونکہ ہمارے جج صاحبان اغوا - چوری - دہشتی - قتل اور دوسرے سنگین جرائم میں گرفتار ملزموں اور مجرموں کا فیصلہ تو کر دیتے ہیں مگر شہید جیسے خالص دینی و مذہبی لفظ شہید کی تشریح نہ کر سکے ! دوسری بات جو اس ضمن میں کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ سپینز پارٹی کے راہنماؤں

میں نہ تو کوئی قابلِ ذکر اور قابلِ اعتماد مفتی ہے اور نہ کوئی سرکردہ عالمِ دین اور اگر کوئی ہے بھی تو وہ بھی سیم زدہ اور بکاؤ مال ہو کے رہ گیا ہے!

اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے — کہ

یہی شیخِ حرم جو چڑا کر بیچ کھاتا ہے

تکلیفِ بوزر و دلقِ اویس و چادرِ زہرا

ٹی۔ وی پر تصویر اجلانے کے شوق اور اخباروں میں فوٹو اور بیان آجانے کے لالچ میں احکامِ خداوندی کے حدود و قیود اور شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سنہری اصولوں اور قرآن اور دین کے مقدس قواعد و ضوابط کی دیواروں کو بھی توڑ بیٹھے ہیں اور بنی اسرائیل کے علماء کی طرح حق بات کو چھپاتے پھرتے ہیں۔

حضراتِ محترم! — شہید کون ہے؟ اس خالص

دینی و مذہبی سوال کا جواب کسی بزرگِ خویشِ مفتی اور نہ ہی کسی حق بات کو چھپانے والے مولوی صاحب سے پوچھنا چاہیے بلکہ قرآن و حدیث اور اسلامی فقہ کا ابدی اور غیر فانی پیغام کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور ہادیِ برحق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیمتی اور سنہری ارشاداتِ عالیہ کو تسلیم کرتے ہوئے یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہیے کہ کسی قتل کے مجرم اور پھانسی کی سزا پانے والے ملزم کو شہید کہنا حق و صداقت سے بغاوت کے مترادف ہے۔

ابے سنیے — کہ شہید کون ہے؟

مشکوٰۃ شریف ص ۳۳ — مسلم شریف کے حوالہ سے — کتاب الجہاد۔

ترمذی شریف جلد ۱ ص ۱۲۶ باب فی الشہید من ہم۔ کہ شہید کتنے ہیں اور کون کون؟

ابن ماجہ شریف ص ۲۰۶

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر بن عتیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا —

① - مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ ! — کہ

جو۔ اللہ کی راہ میں یعنی میدان جہاد میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

وَمَنْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ !

اور اللہ کی راہ میں مرنے والا شہید ہے۔

یعنی۔ جہاد کرنے جا رہا تھا لیکن راستہ میں فوت ہو گیا وہ بھی شہید ہے۔ !

وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ

اور مہیضہ یا پیٹ کی کسی بیماری سے مرنے والا بھی شہید ہے۔

یعنی۔ اگر کسی عورت کے پیٹ میں بچہ مر گیا ہے اور وہ خود بھی زچگی کی حالت

میں مر جائے وہ بھی شہید ہے۔

وَالْمُطْعُونُ شَهِيدٌ

اور طاعون کی بیماری سے مرنے والا بھی شہید ہے۔ !

وَالْغَرِيقُ شَهِيدٌ

اور دریا میں ڈوب کر مرنے والا بھی شہید ہے۔ !

وَصَاحِبُ الْمُدَمِ

اور دیوار کے نیچے دب کر ہلاک ہونے والا بھی شہید ہے۔

وَالْحَرَقُ فَهُوَ شَهِيدٌ

اور جل کر فوت ہونے والا بھی شہید ہے۔ !

وَذَاتُ الْجَنْبِ فَهُوَ شَهِيدٌ

اور ذات الجنب یعنی پسلی کے درمیان مرنے والا بھی شہید ہے۔ !

بہار شریعت جلد ۴ ص ۱۵۷ جناب مولانا مولوی حکیم ابوالعلاء محمد امجد علی صاحب اعظمی

رضوی۔ سنی۔ حنفی۔ قادری اور برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حدیث و مجدد حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے کئی ائمہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ — شہید کی بیماری سے مرنے والا — سواری سے گر کر ہلاک ہونے والا — یا ترگی کی مرض سے فوت ہونے والا — بخار سے مرنے والا — عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موت سے ہمکنار ہونے والا بھی شہید ہے —

ہرگز بغیر و آنکس کہ دشن زندہ شد بعشق
کسی درندہ نے پھاڑ دیا — بادشاہ نے ظلم مارا — علم دین کی طلب میں مرا — یہ
سب شہید ہیں اور شہادت کے درجات پر فائز ہیں — لیکن شہداء کی اس فہرست
میں قتل کے جرم میں پھانسی پانے والے کا ذکر نہیں ہے —
حاصل یہ کہ ان سب کو شہیدوں کا اجر و ثواب ملے گا مگر شہیدوں کے احکام ان پر
لاگو نہیں ہوں گے —

یعنی — انہیں غسل بھی دیا جائے گا اور ان پر نماز بھی پڑھی جائے گی —
اور — شہید کا حکم یہ ہے کہ اسے غسل نہ دیا جائے — جیسا کہ —
ہدایہ شریف جلد ۱ ص ۱۶۷ جو کہ فقہ حنفیہ اسلامی کی گراں قدر اور مستند و با اعتماد
کتاب ہے —

اور پھر — فقہ شریف کی دوسری مشہور کتابوں یعنی شامی شریف — شرع وقایہ
شریف — درمختار شریف — ردالمحتار شریف میں بھی یہ مسئلہ کھل کر بیان کیا گیا ہے کہ
الشَّهِيدُ مَنْ قَتَلَهُ الْمُشْرِكُونَ — کہ
شہید وہ ہے جسے مشرکوں نے قتل کیا ہو!
أَوْ وَجَدَ فِي الْمَعْرَكَةِ أَثَرًا

یا — شہید وہ ہے جو کسی جہاد کے معرکہ اور اسلام و کفر کی کسی جنگ — اور
حق و باطل کی کسی لڑائی میں اتنا زخمی ہوا ہو کہ اس کے زخم شہید کے زخموں کے مشابہ ہوں

اور بھروسہ موت کی آغوش میں چلا گیا ہو۔

وَقَتْلَهُ الْمُسْلِمُونَ ظُلْمًا

اور۔ شہید وہ ہے جسے ظلم کے طور پر مسلمانوں نے کسی مسلمان کو قتل کر دیا ہو۔
قاری میخے کرام! سید افتخار الحسن کے نزدیک یہ موت جنرل محمد ضیاء الحق پر پوری طرح صادق آتی ہے۔

اسی لئے کہ اُسے بھی مسلمانوں ہی کے ایک تخریب کار گروہ اور ملک دشمن ٹولہ نے ہلاک کیا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے پیش نظر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم شہید کہلوانے کے مستحق ہیں۔ کہ
وَالْمُحْرَقُ فَهُوَ شَهِيدٌ۔ کہ

جل کر مرنے والا بھی شہید ہے۔!

مسلم لیگ کے عظیم رہنما۔ قائد اعظم مرحوم کے دست راست اور پاکستان کے پہلے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان مرحوم کو بھی اسی لئے شہید کہا جاتا ہے کہ اسے بھی راولپنڈی کے ایک جلسہ عام میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا!۔ اور گولی چلانے والا ایک سید اکبر نامی مسلمان تھا۔

سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے سیاسی لٹیروں۔ رشوت خور۔ تخریب کاروں اور اجرتی قاتلوں کے سیاہ کارنامے تو ذرا دیکھو!۔

پاکستانیوں نے اپنے وزیر اعظم کو گولی کا نشانہ بنایا اور ہندوستانیوں نے اپنے مہاتما یعنی گاندھی کے سینہ میں خنجر پیوست کیا۔ اور پاکستانیوں نے مرد مومن۔ صدر ملک اور مرد حق پرست کو ایک غیر ملکی بھیانک سازش کے تحت ہوائی حادثہ میں شہید کر دیا تو ہندوستانیوں نے اپنی ہی وزیر اعظم اندرا گاندھی کے جسم کو گولیوں سے پھیلنی کر کے

موت کے گھاٹ اتار دیا۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زبیدی کہتا ہے کہ یہ دونوں ملک یعنی پاک و ہند اس قابل نہیں تھے کہ ان کے پاؤں سے انگریز کی غلامی کی زنجیر توڑ کر انہیں آزادی کی عظیم نعمت سے سرفراز کیا جاتا۔

بھلا وہ قوم جو اپنے رائےماؤں۔ وزیروں اور صدور کو ہلاک کر دے وہ عام لوگوں کے مال و جان کی محافظ کیسے ہو سکتی ہے۔

فِي كَفَنٍ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ وَلَا يُغْسَلُ۔

اور شہید کو کفن پہنایا جائے اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے مگر اسے

غسل نہ دیا جائے۔

تاکہ اللہ کے دین کی عظمت۔ اسلام کی سر بلندی۔ حق و صداقت کی پاسبانی اور شریعت محمدیہ کی رکھوالی کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا مسلمان شہداء کے خون کے مقدس قطرے اپنے زخم خوردہ جسم پر بجائے ہوئے بارگاہِ خداوندی سے مرجھا کا خصوصی تمغہ حاصل کر سکے۔



شہید کی شان

قرآن و احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ شہداء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے اور وہ شہادت کا درجہ پانے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انہیں جو درجات اور مراتب عطا کئے گئے شہداء ان پر خوش ہیں۔ اور وہ ہر طرح کے حزن و غم اور ہر قسم کے رنج و ملال سے بری ہوجاتے ہیں۔ بارگاہِ خداوندی سے حاصل کر لیتے ہیں۔

ان کی قبر اور عالمِ برزخ کی زندگی کا ہمیں شعور نہیں ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں میدانِ جہاد میں شہید ہونے کی زندگی پر موت کا گمان بھی نہیں کرنا چاہیے۔ اس حقیقت کے متعلق گذشتہ صفحات میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مگر یہاں شہید کی شان کے متعلق کچھ اور بھی لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف ص ۳۳۳، ترمذی شریف جلد ۱ ص ۱۹۹۔ حضرت مقدم بن معدیکرب

رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتٌّ خِصَالٌ۔

کہ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید کے چھ فضائل و درجات ہیں۔

يَغْفِرُ لَهُ فِيْ اَوَّلِ دَفْعَتِهِ

کہ۔ دشمن کا سر پر پہلا وار کرنے پر ہی اسے بخش دیا جاتا ہے۔

①۔ وَیَرَىٰ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ !

اور اسے جنت کا ٹھکانہ دکھلا دیا جاتا ہے !

②۔ وَیَجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ !

اور اسے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھا جاتا ہے ۔

③۔ وَیَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْكَبْرِ !

اور شہید پر نزع کا وقت کی سختی سے امن میں رہتا ہے ۔ !

④۔ وَیُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ

اور قیامت کے دن اس کے سر پر وقار عزت کا تاج رکھا جائے گا۔

الْيَاقُوتُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا۔

کہ اس تاج میں جڑے ہوئے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ساری دنیا سے

اچھا اور بہتر ہوگا !

⑤۔ وَیُزَوِّجُ اثْنَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِنْ حُورِ الْعِیْنِ

اور جنت میں اسکی خدمت کے لئے ۷۲ حوریں عطا کی جائیں گی ۔

⑥۔ وَیُشْفَعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهِ

اور قیامت کے دن شہید اپنے خویش و اقارب کے ۷۰ گنہگاروں کی شفا

کرے گا جو قبول ہوگی ۔

مشکوٰۃ شریف ص ۴۹۵ ابن ماجہ شریف ص ۳۳ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول معظم صل اللہ علیہ وسلم نے یُشْفَعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثَلَاثَةٌ ۔ کہ

قیامت کے دن گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے تین گروہ ہوں گے ۔

بہلولاء ۔ الانبیاء علیہم السلام کا ۔

۱۔ ابن ماجہ شریف ص ۲۰۶

دوسرا۔۔۔ ثَمَّ الْعُلَمَاءُ كَا۔
تیسرا۔۔۔ ثَمَّ الشُّهَدَاءُ كَا۔

ابن ماجہ شریف ص ۲۰۴ حضرت ابی دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔

غَزْوَةٌ فِي الْبَحْرِ مِثْلُ عَشْرِ غَزَوَاتٍ فِي الْبَرِّ۔۔۔ کہ
بحری جنگ میدانی جنگ سے دس حصے زیادہ افضل ہے۔۔۔ اور
حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا:۔۔۔ إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ وَكَلَّ مَلَكَ الْمَوْتِ بِقَبْضِ الْأَرْوَاحِ إِلَّا
الشَّهِيدَ الْبَحْرِيَّ۔۔۔ کہ

”اللہ تعالیٰ نے ملک الموت یعنی عزرائیل علیہ السلام کو انسانوں
کی ارواح قبض کرنے کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ مگر دریائی اور سمندری
جنگ میں شہید ہونے والے کے لئے نہیں۔۔۔“
فَإِنَّهُ يَتَوَلَّى قَبْضَ أَرْوَاحِهِمْ۔۔۔

کیونکہ بحری جنگ میں شہید ہونے والے کی مقدس روح خدا خود قبض کرتا ہے!

ابن ماجہ شریف ص ۲۰۴ مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۔۔۔ مسلم کے حوالہ سے۔۔۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے محبوب خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں پر موت کا گمان
بھی نہ کرو۔۔۔ وہ زندہ ہیں۔۔۔

تو۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔

أَرْوَاحُهُمْ كَطَيْرٍ خَضِرٍ تَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ فِي أَيَّهَا شَاءَتْ
کہ۔۔۔ شہداء کی ارواح جنت میں سبز پرندوں میں رہتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں اڑتی

پھرتی ہیں خوشی و مسرت کے ساتھ۔

مشکوٰۃ شریف ص ۵۷ ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۱۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

كَانَ جَعْفَرُ يُحِبُّ الْمَسَاكِينَ وَيَجْلِسُ إِلَيْهِمْ وَيُحِبُّ تَصَدُّقَهُمْ
کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے اور حضرت علی علیہ السلام کے بڑے
بھائی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مساکین و غربا سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔ اور
مسکینوں کے ساتھ زیادہ پیٹھا کرتے تھے۔ اور ان سے باتیں کیا کرتے تھے اور غریب
مسکین لوگ ان سے!

اور اس بنا پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم۔ یُكَنِّيهِ بِأَبِي الْمَسَاكِينِ
نے ان کی کنیت ابی مساکین رکھی ہوئی تھی۔ اور پھر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ
عنہ جنگ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔ شہادت کے بعد امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا:۔

رَأَيْتُ جَعْفَرَ يُطِيرُنِي الْجَنَّةَ مَعَ الْمَلَائِكَةِ۔ کہ

میں جعفر کو دیکھتا ہوں کہ فرشتوں کے ہمراہ جنت میں اڑتا پھرتا رہتا ہے!
صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ کو یہ درجہ
یہ مرتبہ اور یہ اعزاز و انعام دو وجہ سے ملا۔

ایک شہادت۔ اور

دوسری غریبوں اور مسکینوں سے محبت اور ان کے ساتھ گفتگو کرنی اور ان کے ساتھ
اٹھنے بیٹھنے کے سبب! اللہ کرے پاکستان کے امیروں۔ دولت مندوں۔ سرمایہ

داروں کو بھی یہ توفیق حاصل ہو جائے۔

نَحْمَدُكَ يَا رَبِّ اِلٰہِ قَنَا دِلٍ مَّحَلَّةٍ بِالْعَرْشِ۔ اور پھر شہداء کی ارواح رات کو

ان قندیلوں میں آرام کرتی ہیں جو عرش عظیم پر لٹکی رہتی ہیں۔

ابن ماجہ شریف کا مترجم علامہ نواب وحید الزماں اور مصنف صاحبزادہ سید
افتخار الحسن عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ —

تو نے کتنی شان عطا فرمائی ہے شہداء کو — تو نے کتنی شان و قدر و منزلت
بڑھائی ہے شہداء کی اور تو نے کتنی عظمت رکھی ہے شہداء کی — ہم گنہگاروں پر بھی
نظرِ کرم اور نگاہِ عنایت ہو جائے۔ —

ہم ساری جنت نہیں — جنت کا کوئی حصہ نہیں اور جنت کا کوئی کونچہ و بازار
نہیں۔ تجھ سے جنت کا ایک کونہ طلب کرتے ہیں — جنت کا باغ نہیں، بس ایک
پھول مانگتے ہیں اور جنت کے بازار نہیں صرف پھوٹی سی راہ گذر چاہتے ہیں — اور
اس لئے بھی ہمیں عطا کر دینا — کہ

روزِ محشر تیری شان نظر آئے گی
ساری مخلوق پریشان نظر آئے گی
اور اگر تو نے نہ عطا کی ہم کو جنت
تو پھر — جنت تیری دیران نظر آئے گی

اور جب قیامت کے دن اللہ کریم اپنے جنتی بندوں سے فرمائے گا کہ تم میں سے اگر کوئی
واپس دنیا میں جانا چاہتا ہے تو میں اسے واپس بھیج دیتا ہوں — ہر جنتی کہے گا۔
یا اللہ! — اب یہاں سے تیرے انعام و اکرام — تیرے لطف و کرم — تیری عطا
کردہ نعمتوں — خوبصورت باغوں — ٹھنڈی ہواؤں — دلکش فضاؤں اور حور و غلمان
کے جھرمٹ کو چھوڑ کر واپس دنیا کے اندھیرے میں کون جائے۔ — **إِلَّا الشَّهَدَاءُ**۔ یعنی —
شہداء کے سوا۔ —

شکوۃ شریف ص ۳۳۔ ابن ماجہ شریف، مترجم ص ۳۷۸ جلد دوم۔

هَلْ تَشْتَهَوْنَ شَيْئًا

کہ۔ اے اللہ کی راہ میں دین اسلام کی عظمت، توحید و رسالت کی سربلندی
حق و صداقت کی عزت اور دنیا سے کفر و باطل کا خاتمہ کرنے کے لئے شہید ہونے والو اگر
تمہاری کوئی خواہش ہے تو بتاؤ میں وہ بھی پوری کر دوں !

مَا شِئْتُمْ — اور کیا چاہتے ہو تم ؟

عرض کریں گے — يَا اللّٰهُ !

اس سے بڑھ کر ہمیں اور کیا چاہیے اور تجھ سے اور کیا طلب کریں —

وَنَحْنُ نَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ -

اور ہم جنت میں خوشی و مسرت سے دن گزار رہے ہیں۔

اور جب شہداء کو یہ معلوم ہو گا کہ آج اللہ کریم سے کچھ مانگے بغیر چھٹکارہ نہیں تو سوال
کریں گے۔ اَنْ تُرَدَّ اَرْوَاحُنَا فِيْ اَجْسَادِنَا اِلَى الدُّنْيَا !

کہ۔ اے اللہ! ہماری روحوں کو ہمارے بدنوں میں پھر واپس لوٹا کر ہمیں پھر دنیا
میں بھیج دے۔

حَتّٰى نَقْتُلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰى

حتیٰ کہ ایک بار پھر تیری راہ میں قتل کیا جاؤں کیوں کہ وہ مزاج تیری راہ میں قتل ہونے
میں آیا تھا وہ یہاں نہیں ہے۔

ابن ماجہ شریف ص ۲۰۴ - ترمذی شریف جلد ۱ ص ۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ وَاحِدُكُمْ مِنْ

مَسِّ الْقَرْصَةِ - — ہذا حدیث حسن - غریب - صحیح -

کہ شہید کو دشمن کی تلوار کے زخم کا درد صرف اتنا ہوتا ہے جتنا آدمی کے چکلے لینے کا یا

جیونٹی کے کاٹنے کا۔

قارئین محترم! — اس حقیقت کی مثال قرآن مجید سے ملتی ہے۔
 کہ جب مصر کی عورتوں نے بی بی زلیخا پر طعنہ زنی کرنی شروع کر دی کر یہ اپنے زر خرید
 غلام یوسفؑ پر فریفتہ و عاشق ہو کر شرم و حیا گنوا بیٹھی ہے اور ہر وقت اسے ہی
 اپنے سامنے رکھتی ہے اور اسے ہی بناتی اور سنوارتی رہتی ہے۔ قد شغفہا حباً۔
 اور بقول مولوی غلام رسول مرحوم ۷

شرم نہ کر دی نال غلاماں عشق کریندی بازی
 خدمت گاراں نوں گل لاوے کر کے عجز نیازی
 وجہ گسراہی حال تباہی ڈب نیں کیوں مردی
 قدر غلاماں انت کیا ئی پر او شرم نہ کر دی
 ہتھیں پا پوشا کاں اُسوں اکھیں وجہ بہارے
 پکھا جھلے گرمی ہر دے شوقوں مردی جسادے

پر

تے ایہہ بہت تعجب بھارا کرے غلام کنار
 عرض کرے ایہہ کر کر زاری او چپ رہے پیارا
 اور۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زلیخا کے عشق و محبت کی وارفنگی کو بھی کچھ
 اس طرح بیان کیا ہے۔ احسن القصص ص ۱۲۹

كَانَتْ مِنْ مَّحَبَّتِهِمْ نَسِيتُ كُلَّ شَيْءٍ۔ کہ زلیخا حضرت یوسف
 علیہ السلام کی محبت میں ہر شے کو بھول گئی تھی۔

وَلَمْ تَسْتَجِبْ سِوَاهُ۔

اور۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے سوا اور کوئی بات نہ سنتی تھی۔

وَلَمْ تَنْظُرْ إِلَى أَحَدٍ —

اور۔ یوسفؑ کے سوا کسی اور کو دیکھتی تک نہ تھی —

وَكَانَتْ لِلشَّامِ اللَّحْظَةَ —

اور۔ زلیخا ایک ساعت ہی سوتی تھی !

وَإِذَا فَصَدَّتْ يَقْطُرُ دُمُهَا عَلَى الْأَرْضِ فَيَقُولُ يُوسُفُ —

اور جب وہ فصد کرواتی تھی تو خون کے ہر قطرے سے یوسفؑ کی آواز آتی تھی۔

وَإِذَا سَرَفَتْ وَأُسْحَا إِلَى السَّمَاءِ تَرَى إِسْمَ يَوْسُفَ مَكْتُوبًا

باتکواکب — اور زلیخا بی بی جب آسمان کی طرف سر اٹھاتی تھی تو اسے ستاروں

میں یوسف علیہ السلام کا نام لکھا ہوا دکھائی دیتا تھا —

غرضیکہ۔ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں دیوانی ہو گئی تھی اور عقل و

ہوش برباد کر بیٹھی تھی —

تو۔ زلیخا نے جب مصر کی عورتوں کی طعنے سننے تو ان کی دعوت کر دی اور دستر
خوان پر طرح طرح اور کئی قسم کے کھانے چنوائے۔

سیب اور پھیریاں بھی رکھیں اور خود حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئی۔

اور کہنا۔ وَقَالَتْ اخْضِرْ جُ عَلَيَّ هُنَّ —

کہ۔ مصر کی عورتیں تجھے دیکھنا چاہتی ہیں اٹھو اور انہیں اپنے حسن و جمال

کا نظارہ کرا دو تاکہ وہ تجھے دیکھ کر اور میری محبت کو جان کر خرافات سے رُک جائیں۔ !

چیل یوسفؑ کو روشن خسانہ خواہش ہوئے آج پوری

طعنے مارن والیاں ظالم و بیکھ نمون رُخ فورمی

اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام بن سنوز کو اپنے حسن و جمال کے چاند کے گرد خوبصورت

حالہ بنا کر اور اپنی خاندانی عزت و ناموس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر مصر کی حیلن و چیل

جوانیوں کے بھرپور میں جلوہ افروز ہو گئے۔

اور پھر جب مصر کی خوبصورت عورتوں نے حسنِ یوسف کو دیکھا تو پھر یاں کسی چل پر چلنے کی بجائے اُن کے ہاتھوں پر چل گئیں۔

اور ساتھ ہی انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بڑائی بیان کرنی شروع کر دی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے نورِ نظر کی تعریف و توصیف کرنے لگیں۔

کہ — مَا هَذَا بَشَرًا

کہ یہ تو بشر کی جنس سے نہیں ہے !

اِنْ هَذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔

بلکہ یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بشریت کی نفی کرتے ہوئے انہیں فرشتہ ایلئے کہا کہ اگر یہ بشر ہوتا تو اس میں قوتِ شہوت ہوتی اور یہ اس شہوانی قوت سے مرغوب ہو کر ہماری طرف پیار کی نظر سے دیکھتا تو ہم میں سے ہر ایک اپنی جوانی کی بہاریں اس کے قدموں میں بچھا کر کرنے کو تیار تھیں۔ ایلئے یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے کیونکہ فرشتوں میں قوتِ شہوت نہیں ہوتی !

دوسری بات جو یہاں سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حسنِ یوسف دیکھ کر مصر کی عورتوں نے ہاتھ کاٹ لیے مگر انہیں کوئی درد نہ ہوا اور انہیں کوئی تکلیف اور زخم کی شدت کا احساس تک نہ ہوا بلکہ جس کے سبب ان کے ہاتھ کاٹے گئے اسی کی تعریف کرنے لگ گئیں۔ چہ جائیکہ وہ حالِ پکار کرتیں۔ — واویلا کرتیں۔ شور مچاتیں۔ — مائے ہائے کرتیں اور دُمائی دیتیں کہ

مائے ہمارے ہاتھ کاٹے گئے ہیں۔ خون بہہ نکلا ہے۔ — پیٹی باندھو۔ کوئی دوا لاؤ اور کوئی علاج کرو۔ —

مگر نہیں — ایسا کچھ بھی نہیں ہوا — کیوں ؟
 ایلئے کہ حسنِ یوسف کا جلوہ ان کے سامنے تھا اور وہ اس دلکش نور میں اتنی گم
 ہو چکی تھیں کہ انہیں ہاتھ کٹ جانے کی خبر تک نہ ہوئی —
 اور اسی طرح میدانِ جہاد میں شہید ہونے والے کو دشمن کی تلوار کے زخم کا درد صرف چوٹی
 کے کاٹنے کے برابر بلکہ اس سے بھی کم ایلئے ہوتا ہے کہ شہید ہوتے وقت حسنِ ازلی کا جلوہ
 یعنی حسنِ خداوندی اسکی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے —
 میرا اپنا ہی ایک شعر — کہ

نہ احساسِ انداز کچھ بھی ہوا وقتِ ذبح مجھ کو !
 تہہ خنجر لگی تھی آنکھ اپنی چشمِ قاتل سے
 آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تو اپنے نختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام
 کے گلے پر چھری چلائی تھی — اور بار بار چلائی تھی تو اسماعیل علیہ السلام نے کب شور
 مچایا تھا — کب دہائی دی تھی اور کب درد کو محسوس کیا تھا —
 کیوں ؟ — ایلئے — کہ

حسنِ خداوندی کے نظارہ میں اتنے گم ہو گئے تھے کہ انہیں گلے پر چھری چلنے کا پتہ ہی نہ
 چل سکا ! —

آخر میں ابنِ ماجہ شریف کے مترجم — علامہ نواب وحید الزمان صاحب مرحوم —
 کتاب کے مصنف امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابنِ ماجہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبِ سزاؤ
 سید افتخار الحسن بارگاہِ خداوندی میں گزارش و استجا کرتے ہیں — کہ

اے رب العالمین — اے خالقِ ارض و سما اور اے چاند اور سورج کو روشنی
 عطا کرنے والے ربِ دو جہاں ہم تجھ سے مال و دولت کے خزانے نہیں مانگتے۔ لعل و
 جواہرات کے ڈھیر طلب نہیں کرتے۔ نہ کوٹھیاں اور بنگلے کی خواہش نہیں رکھتے،

اور سونے اور چاندی کے ذخیروں کی تمنا نہیں کرتے —————
 بس اتنی آرزو ہے کہ اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدرتے ہماری موت
 کو بھی آسان کر دے کہ چیونٹی کے کاٹنے سے بھی کم درد ہو۔ اور نزع کا وقت بھی اپنی
 رحمت و بخشش کے واسطے سے اتنا آسان کر دے کہ ہمیں موت کی خبر تک نہ ہو اور ہم دنیا
 سے سفر کر جائیں۔

یا اللہ! ————— ہماری ضعیفی۔ غزبت۔ اور ناتوانی پر رحم فرماتے ہوئے
 ہماری تمام ظاہری و باطنی لغزشوں کو معاف فرمادے۔
 اور ————— اے الہ العالمین

تو نہ اپنے آئینِ کرم کو بھول جا
 ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گستاخ رسولؐ کی سزا

قارئین محترم! — اصل میں یہ کتاب ایمان افروز مضامین لکھنے کا محرک ایک نام نہاد مسلمان سلیمان رشدی کی کتاب شیطانی آیات سے ہوا جس میں اس نے فرعون و نمرود اور ابو جہل و یزید ملعون کی طرح حق و اسلام سے دشمنی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کی بنا پر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت المؤمنین رضی اللہ عنہم کی شان اقدس میں بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کی غیرت ایمانی کو لٹکا رہے۔

اور پھر پاکستان کے مذہبی و سیاسی راہنماؤں یعنی مولانا عبد الستار خان نیازی صاحب — مولانا کوثر نیازی صاحب — مولانا فضل الرحمن صاحب اور نوابزادہ ، نصر اللہ خاں صاحب کی قیادت میں اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے دار الخلافہ اسلام آباد میں رشدی کی شیطانی کتاب کے خلاف ایک پرجوش لیکن پرامن جلوس نکالا گیا جس میں پاکستان کی درندہ صفت پولیس نے جلوس پر گولیوں کی بارش کر کے چھ مسلمانوں کو شہید کر دیا اور پھر اسلامی جمہوریہ ایران کے مذہبی پیشوا اور ایران میں اسلامی انقلاب کے عظیم مجاہد جناب آیت اللہ خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان رشدی کے خلاف واجب القتل ہونے کا شرعی اور مجاہدانہ فتویٰ دے کر

کفر و باطل کے قلعوں کی دیواروں کو ہلا دیا ہے۔

تو میں نے خمینی صاحب کے فتویٰ کی تائید میں یہ کتاب لکھنے کا ارادہ کر لیا تاکہ دنیا کو یہ پتہ چل جائے کہ گستاخ رسول اور شاتم رسول واقعی "واجب القتل" ہے۔ اور خمینی صاحب کا فتویٰ صحیح و درست اور حقیقت پر مبنی ہے۔

تقریباً ایک سال سے پوری دنیا میں رشدی کی کتاب کے خلاف مسلمان سراپا احتجاج بن کر رشدی ظالم کو پناہ دینے والوں غیر مسلم حکمرانوں سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ ہمارے پیارے اور اللہ کے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ اور شاتم رسول کو ہمارے حوالہ کیا جائے۔

پاکستانی رہنما تو اسلام آباد میں چھ مسلمانوں کو شہید کر دیا اگر خاموش ہو گئے ہیں اور علمائے کرام اور عوام نے بھی چپ اختیار کر رکھی ہے اللہ جانے کس مصلحت کی بنا پر۔

لیکن لندن میں ابھی تک مسلمان۔ اپنے نبی کے وفادار غلام اور اپنے رسول کے جانثار امتی آج بھی پورے مذہبی جوش و خروش سے شیطان بیزارت رشدی کے خلاف ایک طوفان کی صورت میں لندن کے گلی کوچوں اور بازاروں میں رشدی کی گرفتاری اور اسے پھانسی کی سزا دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

اور آج کی روزنامہ اخبار "نوائے وقت" کی اخبار مورخہ ۸/۹ کی اشاعت میں بتایا گیا ہے کہ لندن میں مقیم مسلمانوں نے فرعون بیزارت رشدی کے خلاف مظاہرہ کرتے ہوئے شہر کی بڑی بڑی دوکانوں پر پتھر اڑا دیا۔

اور ساتھ ہی اس بغت اور دین اسلام کے باغی اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن رشدی کا ایک انٹرویو شائع کیا گیا ہے جس میں اس ظالم نے کہا ہے کہ عوام نے میری کتاب پڑھے بغیر میرے خلاف تحریک شروع کر رکھی ہے اور ایران والوں نے

مجھ پر واجب القتل ہونے کا فتویٰ بھی اپنی کم سوچ اور کم علمی کی بنا پر دے دیا ہے۔
 اور پھر اس شاتم رسولؐ کے گستاخ نبیؐ اور دشمن دین نے بڑی دھڑائی سے
 بر ملا اعلان کیا ہے کہ اگر میری کتاب میں کوئی کفر ہے تو میں اس کفر پر قائم ہوں۔
 قارئین کرام! — اسلام کے تمام مذہبی پیشواؤں اور ہر مکتب فکر کے
 علماؤں — محدثین — مفسرین اور حق پرست عوام مسلمانوں کا عقیدہ و ایمان
 ہے کہ کسی بھی نبی و رسول کی شان اقدس میں بے ادبی و گستاخی کرنے والا کافر
 اور واجب القتل ہے۔ اور یہ نہایت ہی خوشی کی بات ہے کہ اس ایمان افروز اور
 مقدس موضوع پر اہل حدیث حضرات کے امام و پیشوا جناب شیخ الاسلام امام تھانیؒ
 ابی العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام اطرافی دمشقی المعروف ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ
 نے ”الصارم المسلمون علی بشاتم الرسول“ لکھ کر پوری ملت اسلامیہ پر ایک عظیم
 احسان کرتے ہوئے کفر و الحاد کے پرستاروں — دین اسلام کے باغیوں اور رسولؐ
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے دشمنوں کو تباہ کیا ہے کہ،
 سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین غلام اور وفادار امتی ابھی زندہ ہیں اور جس
 نے بھی ناموس رسالت پر حملہ کیا اسے کافر اور مرتد سمجھ کر موت کے گھاٹ اتار دیا جائیگا
 جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر غازی علم دین شہید تک ہوتا آیا ہے۔

مثلاً — پارہ ۲۸ — سورۃ المجادلۃ — آیت ۲۲ —

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ
 کہ — اے میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو کہ جو اللہ اور آخرت
 پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان لوگوں سے دوستی رکھیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ
 مخالفت اور دشمنی کی ایسے لوگ چاہے ان کے باپ — ان کے بیٹے — ان کے بھائی

اور ان کے زشتہ داری کیوں نہ ہوں۔

أُولَئِكَ كَتَبَ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ

کیونکہ ایسے ایمان والوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے بذاتِ خود ایمان
نقش کر دیا ہوا ہے۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ

اللہ کریم ان ایمان والوں پر ان کے ایمان کی پختگی کی بنا پر راضی ہے اور یہ
ایمان والے لوگ اپنے اللہ کے عطا کردہ راضی ہونے کے انعام پر راضی ہیں۔

أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ — أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
یہی جماعت اللہ کی جماعت — یہی گروہ اللہ کا گروہ اور یہی لشکر اللہ کا لشکر ہے
لوگو! خبردار اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

اس آیت پاک کا شانِ نزول یہ ہے جسے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔
تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۱۲۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ قَتَلَ أَبَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ
يَوْمَ أُحُدٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَتَلَ خَالَهُ الْعَاصِ بْنِ هِشَامٍ بِنِ الْمُغِيرَةِ
يَوْمَ بَدْرٍ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَمُصْعِبُ بْنُ عُمَيْرٍ قَتَلَ أَخَاهُ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَ
عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ وَحُمْرَةُ وَعُبَيْدَةُ قَتَلُوا عُتْبَةَ
وَشَيْبَةَ وَوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ يَوْمَ بَدْرٍ۔

گہ۔ یہ آیت کریمہ مذکورہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی۔ کیونکہ
حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے جنگِ احد میں اپنے باپ عبد اللہ کو قتل کیا تھا اور حضرت
عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر میں اپنے خالو عاص بن ہشام کو قتل کیا تھا اور حضرت
ابوبکر صدیق نے جنگِ بدر میں اپنے بیٹے عبد الرحمن کو دعوتِ مبارزت دی تھی اور حضرت

مصعب بن عمیرؓ نے بھی جنگ بدر میں ہی اپنے بھائی عبید بن عمیر کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ نے جنگ بدر میں عتبہ شیبہ اور ولید کو خاک و خون میں تڑپایا تھا۔

مطلب یہ — کہ اللہ و اس کے رسولؐ کی محبت کے مقابلہ میں باپ — بیٹا — بھائی اور تمام ارشتہ دار کوئی حقیقت نہیں رکھتے اور پھر جن ایمان والوں کے دلوں میں اللہ کریم خود ایمان کی دولت کا خزانہ بھر لوہ کرے اور ان کے دلوں کو بچتے ہونے کی بنا پر انہیں اپنی رضامندی اور خوشنودی کا پروانا بھی عطا فرماوے اور پھر ان کو دنیا میں جنت کی خوشخبری کا مژدہ بھی سنادے اور اسی ایمان والی جماعت کو اپنی جماعت بھی قرار دے اور پھر ان کے اور جانثار اصحاب رسولؐ کو کامیابی سے ہمکنار بھی کرے تو ایسی صورت حال اور اتنے انعام و اکرام اللہ کی طرف سے حاصل کرنے کے بعد سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایمان والے لوگ اور اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرنے اور اپنی جانیں قربان کرنے والے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار امتی کسی ایسے لوگوں سے دوستی کیسے رکھ سکتے ہیں اور یا رانہ پیدا کر سکتے ہیں جو دین اسلام کے باغی اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمن ہوں۔

اس سے پہلے کہ آیت ۱۹ میں واشکاف الفاظ میں بتا دیا گیا ہے۔ ایسے ہی کفر و شرک کے اندھیروں میں گم ہونے اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں ڈوبنے والے لوگوں پر —

اَسْتَجُوْذِعُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانَ — شیطان نے غلبہ کر رکھا ہے —
فَاَلْسَهُمْ ذِكْرُ اللّٰهِ — اور اس شیطان نے ان کو اللہ کا ذکر بھلا دیا ہوا ہے۔
اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانَ — اور یہ جماعت شیطان کی جماعت ہے۔
اِلَّا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ — خیر دار — شیطان کی جماعت
— ہمیشہ گھاٹے میں ہے اور رہے گی۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ سلیمان رشدی بھی اسی شیطان کے گروہ اور اسی ابلیس کی جماعت میں شامل ہے، اسی لئے تو اس نام نہاد مسلمان نے ابولہب اور ابوجہل اور دوسرے مشرکین مکہ کی طرح اپنی واہیات کتاب شیطانی آیات میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس اور اہیات المؤمنینؑ کی عزت و آبرو پر بازی غنڈوں کی طرح حملہ کر کے دنیائے اسلام کے مسلمانوں کی غیرت ایمانی کو لٹکا رہا ہے۔

اور قرآن پاک میں پھر ایک اور اعلان فرما دیا گیا ہے —

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ —

کہ — بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں اور ان سے دشمنی رکھتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں سے ہیں۔

کتب اللہ لا غلبۃ لانا ورسلی — اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ

میں اور میرا رسولؐ غالب رہیں گے — چونکہ صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ چونکہ قرآن پاک کی ہر آیت قیامت تک کے لئے ہے اور ہر آیت کا حکم بھی روزِ حشر تک ہے اسی لئے — شیطان کی جماعت میں پوری طرح شریک سلیمان رشدی بھی اللہ و رسولؐ سے دشمنی کر کے ساری دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہا ہے —

سید افتخار الحسن کے نزدیک ان آیات قرآنی کا لب لباب اور نتیجہ یہ نکلا کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھنے والے سے دوستی رکھنے والا مسلمان اور مومن نہیں ہے تو پھر خود دشمن رسولؐ کیسے مومن ہو سکتا ہے ؟ —

ایمان اور دشمن رسولؐ سے دوستی دو متضاد چیزیں ہیں

پارہ ۲۲ — سورۃ الاحزاب — آیت ۵۷

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ

عَنْ أَبِي مَرْثُئَةَ — کہ بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کو ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے —

اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔
شیطان کی جماعت میں شامل اور شیطانی آیات لکھنے والے سلیمان رشدی سے کوئی پوچھے کہ کیا تیری کتاب میں اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذا دی گئی ہے کہ نہیں اور اگر نہیں تو پھر ثابت کر — اور اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر دنیا و آخرت میں تیرے لئے اللہ کی لعنت ہی لعنت ہے اور تو اس — لعنت اللہ کا مستحق ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے تیار کردہ ذلت کے عذاب کا بھی حق وار ٹھہرا —

محترم حضرات! دیکھا آپ نے کہ قرآن پاک کی یہ آیت، گستاخ رسولؐ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذا دینے والے کے لئے کیسی وعید آئی ہے اور اسی لئے تو رشدی اس دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہا ہے اور ہر طرف سے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھینکار کی بارش ہو رہی ہے اور اسی آیت کے فیصلہ کے مطابق یہ شیطان کا چیلہ اور ابلیس کا پتلا قیامت میں جہنم کی آگ کے بھڑکتے ہوئے انگاروں میں جلایا جائے گا اور ذلت والے عذاب کا طوق اس کی گردن میں لٹکایا جائے گا۔
تفسیر روح البیان جلد ۳ ص ۱۵۵ اسی آیت کے تحت علامہ محمد اسماعیل حقّی رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افسردہ اور روح پرور ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیے:-

وَرَسُولُهُ — یعنی جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی —
یعنی۔ یہ کہا کہ یہ رسول تو شاعر ہے — ساحر ہے — کاہن ہے — مجنون ہے۔
وَحَسْوَا الَّذِي الْقَوْلِيَّ — اور یہ قولی ایذا ہے۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ناپاک زبان سے یہ گندے الفاظ استعمال کر کے اور ایسے بہوردہ الفاظ کی نسبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر کے انہیں ایذا دینی۔ اور

انہیں دکھینچنا مراد ہے۔۔۔ یا اللہ کے رسول پاکؐ کی شانِ اقدس میں یہ الفاظ کہنے۔۔۔

وَكِسْرًا بِعَيْتِهِ وَشَيْخَ وَجْهِهِ الْكَرِيمِ يَوْمَ أَحَدٍ۔۔۔ کہ آپ کے دندانِ مبارک میدانِ احد میں شہید ہو گئے۔ اور آپؐ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا تھا۔۔۔

اور ایذاً فعلی یہ ہے جیسے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا۔ گفت دیدم رسولِ خداؐ را علیہ السلام در مسجد حرام در نماز بود و سر بسجود نہادہ کہ آل کافربا بد و شکبہ شتر میان دو کتف دی فرو گذاشت۔ کہ میں نے دیکھا کہ رسولِ خداؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپؐ کا سر اقدس سجہ میں تھا کہ ایک کافر نے اونٹ کی بھری ہوئی او بھری آپؐ کے کندھوں پر رکھ دی لیکن پھر بھی آپؐ نے سجہ سے سر پاک نہیں اٹھایا۔ اور مشرکین مکہ اس بے ادبی۔ گستاخی اور ایذا رسانی پر ہنس رہے تھے۔ کہ آخر حضرت خاتونِ جنت حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا تشریف لائیں تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں سے او بھری اٹھائی۔۔۔

یہ اور اس قسم کی رسولِ خداؐ کے خلاف ظالمانہ اور وحشیانہ کارروائیوں کو فعلی ایذا کہا گیا ہے۔۔۔

۱۵۶۔ یَحْرُمُ إِذَا النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْقَوْلِ وَالْفِعْلِ بِالْإِتِّفَاقِ۔۔۔

کہ۔۔۔ یہ متفقہ فیصلہ ہے، اہل ایمان کا کہ قوی اور فعلی ایذا رسول اکرم صلی اللہ وسلم کو دینی حرام ہے۔۔۔

فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيُّ هُوَ كُفْرٌ كَالرَّدَّةِ يُقَالُ مَا لَعْنُتَيْبٌ وَقَالَ مَالِكٌ وَاحْمَدٌ يُقْتَلُ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ۔۔۔ اور امام اعظم، امام شافعی، امام مالک

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا فتویٰ اور فیصلہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا کافر ہے اور اسے قتل کیا جائے اور اسکی توبہ بھی قبول نہ کی جائے۔ حضرات گرامی! یہ یاد رہے کہ محبوب خدا کو گالی دینا ایذا دینے کا سبب بڑا کفر اور ظلم ہے! فتح القدیر جلد ۳ ص ۴۰۴: مَنْ أَذَى رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعْنٍ فِي شَخْصِهِ أَوْ دِينِهِ أَوْ نَسَبِهِ أَوْ صِفَتِهِ مِنْ صِفَاتِهِ أَوْ بَوَجهِهِ مِنْ وَجْهِهِ الشَّيْنِ فِي صَرَحَتِهِ أَوْ كُنْيَتِهِ أَوْ تَعْرِيفِهَا أَوْ إِشَارَةٍ كَفَرًا —

کہ جو بھی محبوبِ رب دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں طعنہ زنی کرے یا آپ کے دین میں یا آپ کے نسب میں یا آپ کی صفاتِ نبوت میں سے کسی صفت میں یا آپ کو کسی عیب کی طرف منسوب کرنے میں طعنہ زنی کرے گا۔ کھلم کھلا یا چھپ کر یا اشارہ کے طور پر تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کے اس کفر پر اور اس کی اس گستاخی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دلحد لے

عذابِ جہنم — اور اس کے لئے جہنم کا عذاب تیار کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسے گستاخِ رسول اور موزیِ رسول کی توبہ قبول کی جائیگی یا نہیں؟

تو حضرت ابنِ ہمام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ —

مَنْ بَغَضَ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَلْبِهِ كَانَ مُرْتَدًّا —

کہ جس نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو دل سے مبغوض جانا وہ مرتد ہے۔

اور پھر آپ کو گالی دینے والا تو بطریقِ اولیٰ مرتد ہوا —

وَيُقْتَلُ عِنْدَ نَاحِدَةٍ أَفْلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ فِي اسْتِقْطِ الْقَتْلِ —

کہ ہم اخاف کے نزدیک بطورِ حد قتل کیا جائے گا اور قتل کے ساقط ہونے سے اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی —

فَمَنْ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتِيمٌ أَوْ طَالِبٌ كَفَرًا وَكَذَا مِنْ غَيْرِهِ بِرِعَائِيَّتِهِ الْغَنَمَ —

اور جس نے یہ کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے یتیم ہیں تو وہ کافر ہو گیا —
 اسی کفر سے اور اسی گستاخی سے بچنے کے لئے ہم حضور علیہ السلام کو در یتیم کہتے ہیں —

اور یا آپ کے متعلق یہ کہا کہ آپ کونسیاں تھا اور
 بِالْمَثِيلِ إِلَى نِسَابِهِ يَكْفُرُ —

یا جس نے آپ کے متعلق یہ کہا کہ آپ اپنی بیویوں کی طرف مائل رہتے تھے اور ان کی طرف راغب رہتے تھے تو اس نے بھی کفر کیا —
 اور اسی طرح جس نے یہ کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے چرواہے تھے وہ بھی کافر ہو جائے گا !

مسلم شریف جلد ۲ ص ۱۱ بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۷۶ —

حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —
 مَنْ لِّلْكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ — کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنا والا کون ہے؟
 فَإِنَّهُ قَدْ أَذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ —

کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی ہے۔
 قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَحِبُّ أَنْ أَقْتُلَ —
 حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ
 میں اس بے ادب اور آپ کے گستاخ کو قتل کروں۔

قَالَ نَعَمْ — فرمایا ہاں !

تو حضرت مسلمہ اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیکر کعب بن اشرف کے مکان پر پہنچے۔

فَجَاءَهُ فَدَعَا لَيْلًا —

اور رات کو اس گستاخ رسول یعنی کعب بن اشرف کو بلایا —
فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ — کعب بن اشرف باہر نکلا ان کے پاس آیا —
وَقَالَتْ لَهُ أَمْرًا إِنَّي لَأَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ صَوْتُ الدَّمْرِ —
کعب بن اشرف کی بیوی نے کہا کہ میں تو ایسی آواز سن رہی ہوں جو خون میں ڈوبی
ہوئی ہو —

یعنی یہ تو قاتلوں کی آواز ہے !
کعب بن اشرف نے کہا نہیں یہ تو میرے رضائی بھائیوں کی آواز ہے —
پس جب وہ ان کے قریب آیا تو،
فَقَتَلُوهُ — انہوں نے اسے قتل کر دیا —

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ دیکھو کعب بن اشرف منافقین کا سردار ہونے
کے ساتھ ساتھ بڑا عقلمند — ہوشیار اور بڑا ہی دانشمند تھا — لیکن اپنے
قاتلوں کی خون میں ڈوبی ہوئی آواز نہ پہچان سکا اور بیوی کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ تو
میرے رضائی بھائی ہیں — اور اسے ادب و گستاخ رسول کو یہ بھی سمجھ نہ آ سکی
کہ بھلا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فداکار و جانثار غلام جب اپنے حقیقی اور
سگے بھائیوں کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر قربان کر دیتے ہیں، وہ رضائی
بھائی کو کیسے معاف کر سکتے ہیں —

اور پھر حیران کن بات تو یہ ہے کہ اسکی بیوی اتنی سمجھدار اور عقلمند تھی کہ اس
نے قاتلوں کی آواز کو پہچان لیا تھا —

حضرت انام نویدی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں کہ وہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کا بے ادب گستاخ اور شاتم رسول تھا —

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نَقَضَ عَهْدَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهَجَاهُ وَسَبَّهُ ————— کہ اس

نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عہد کو توڑا تھا اور وہ نعوذ باللہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو یعنی برے الفاظ سے حضور علیہ السلام کو پکارا کرتا تھا اور فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بھی دیا کرتا تھا —————

حضرت محترم ————— آج مورخہ ۹/۲۱ کی اخباروں میں یہ حوصلہ افزا خبر پڑھ کر انتہائی خوشی ہوئی کہ لندن کے مسافر اور بے وطن اور پرہیزی مسلمان موجود دور کے شیطان سلیمان رشدی پر مقدمہ چلانے میں کامیاب ہو گئے اور لندن کی ایک عدالت کے ایک جج نے مسلمانوں کی رشدی کے خلاف دی ہوئی درخواست منطوبہ کرتے ہوئے سماعت کی اجازت دے دی ہے —————

یہاں پاکستان کے مسلمان تو دو چار دن رشدی کے خلاف جلسے کر کے ————— جلوس نکال کر اور طوفان کھڑا کر کے خاموش ہو گئے لیکن صد آفرین ہے لندن کے مسلمانوں پر اور ہزار شاہدش ہے وہاں کے وفادار امتیوں پر کہ جنہوں نے سلیمان رشدی کے خلاف اٹھنے والی بین الاقوامی تحریک کو مٹنے نہیں دیا اور اس آگ کو اپنی سرگرمیوں کی وجہ سے ٹھنڈی نہیں ہونے دیا —————

پارہ ۲۲ ————— سورۃ الاحزاب ————— آیت ۶۹۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ أَخَذُوا مِيثَاقَ اللَّهِ فَأَتَوْا بِغِيَارٍ كَذِبٍ۔ اے ایمان والو! تم ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دی ————— انہیں دکھ پہنچایا اور انہیں ستایا ————— تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی فرما دیا جو بات انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہی —————

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے بزرگوار اور وجہ امت والے ہیں! ————— حضرات گرامی! اب بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا

دینے کا قصہ سنئے! —

مشکوٰۃ شریف ص ۵ بحوالہ مسلم و بخاری شریف — حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ —

اِنَّ مُوسٰی کَانَ رَجُلًا حَصِيًّا —

کہ — بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت ہی شریلے اور حیار کھنے والے تھے — اور اسی شرم و حیا کی بنا پر وہ اپنے بدن مبارک کو لوگوں سے چھپا کر رکھا کرتے تھے — اور کسی شخص نے کبھی ان کے بدن مبارک کو نہنگا نہیں دیکھا تھا —

فَاَذَاهُ مِنْ بَنِي إِسْرَآئِيلَ ۝

پس — آپ کی قوم بنی اسرائیل نے ایذا دی

فَقَالُوا مَا تَسْتُرُ إِلَّا مِنْ عَيْبٍ بَجِلَةٍ ۝

اور انہوں نے کہا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہم سے اسیلئے اپنے جسم مبارک کو چھپاتے ہیں اور اسیلئے ہمارے ساتھ برہنہ ہو کر نہیں نہاتے کہ ان کے بدن میں کوئی عیب ہے۔
اَمَّا بَرَصٌ اَوْ اَدْرَسَةٌ —

کہ — یا تو ان کے جسم پر برص یعنی پھلپھری ہے اور یا ان کے خستین بڑھے ہوئے ہیں —

وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالٰی اَرَادَ اَنْ يَّبْرَآه —

اور پھر اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بری کرے —

وَعَلَا يَوْمًا وَحْدَهُ لِيَغْتَسِلَ فَوْضِعَ ثَوْبِهِ عَلَى جَبْهِهِ —

تو ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا اکیلے غسل کرنے کیلئے چلے گئے اور پھر انہوں نے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے —

فَقَسَّ الْحَجَرَ بِثَوْبِهِ — تو وہ پتھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
 کپڑے لے کر دوڑ پڑا — تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنے کپڑے لینے کے
 لئے ننگے ہی پتھر کے پیچھے دوڑ پڑے اور آوازیں بھی دیتے جا رہے تھے —
 يَا حَجَرَ ثَوْبِي — يَا حَجَرَ ثَوْبِي —

کہ اے پتھر میرے کپڑے واپس کر دے ! —

حَتَّىٰ اسْتَعٰی اِلٰی مَلَاِیْمٍ مِنْ بَنِي إِسْرَآئِیْلَ فَرَآهُ عَرِیًّا لَا أَحْسَنَ
 مَا خَلَقَ اللّٰهُ —

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعات اللمعات کے صفحہ ۲۴۳
 جلد ۴ میں فرماتے ہیں — کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا برہنہ غسل کرنا درنہجا
 جواز است غسل برہنہ — کہ ایک تو اس سے ننگے جسم غسل کرنا جائز ثابت ہوتا ہے
 اور دوسرے یہ — کہ

در فعل موسیٰ علیہ السلام حکمتے بود کہ عاقبت او تبراساخت از عیب و نقصان
 کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فعل یعنی برہنہ غسل کرنے میں یہ حکمت تھی کہ بنی
 اسرائیل نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عیب لگایا تھا، اسے کمال عزت و احترام
 سے بری کر دیا جائے۔

اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آوازیں دیتے ہوئے پتھر کے پیچھے ننگے دوڑے
 جا رہے تھے تو قوم نے دیکھا تو پکار اٹھی کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق ہے یعنی
 ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔

وَ اَخَذَ ثَوْبَهُ — حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر سے اپنے کپڑے پکڑ
 لیے ! — وَ طَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا — تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو مارا پیٹا —

فَوَاللّٰهِ اَنَّ فِي الْهَجْرِ لِنَدَبٍ مِّنْ اَثْرِ ضَرْبِهِ ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْ خُمْسًا —
 پس راوی کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو نہی پتھر پر ہاتھ مارتے تو اسی وقت
 پتھر پر زخم کا نشان پیدا ہو جاتا تھا —

تین بار یا چار بار یا پانچ دفعہ ایسا ہی ہوا کہ آپ پتھر پر ضرب لگاتے جاتے تھے،
 اور پتھر پر زخموں کے نشان ظاہر ہوتے جاتے تھے!

اجاب کرام — صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ دیکھو اور غور کرو کہ بنی اسرائیل

کو جس بنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت اور جس کے وسیلہ اور دعاؤں کے صدقے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سینکڑوں انعامات عطا ہوتے رہے اور خداوند کریم کے لاڈلے رسول

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشنودی کی خاطر خود خدا تعالیٰ بھی بنی اسرائیل کے لاڈلی

سے دیکھتا رہا۔ اسی قوم نے اپنی بے وفائی۔ بد عہدی اور بے ادبی کا بھرپور مظاہرہ

کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کئی طرح کے عیب اور الزامات لگانے سے دریغ

نہ کیا۔ قرآن پاک میں ہی ان انعامات کا کھل کر ذکر آیا ہے —

① کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کو پانی کی ضرورت پیش

آئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی ایک ضرب سے پتھر سے پانی کے بارہ چشمے

جساری ہو گئے۔

② اور پھر جب یہی بنی اسرائیل ایک ریگستان میں گرم ہوا کے تھپڑوں سے

دوچار تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہی دعا سے ان پر بادلوں کا سائبان کھڑا کر دیا

گیا۔

③ اور پھر جب یہی بے وفا اور بے ادب قوم دریائے نیل کی طوفانی موجوں

اور فرعون کی سنگدل فوجوں کے درمیان گھر گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آگے

یہ فریاد کیا تو ان ہی کے عصا کی ایک ضرب سے دریائے نیل کی وہی طوفانی موجیں بارہ

سڑکوں کی شکل اختیار کر گئیں۔

سلامہ اقبال مرحوم نے کیا ہی خوب کہا ہے۔۔۔ کہ
 نہیں مقام کی خوگر طبیعت آزاد
 ہوائے سیر مثال نسیم پیدا کر
 ہزار چشمہ ترے سنگِ راہ سے بھوٹے
 خودی میں ڈوب کر ضربِ کلیم پیدا کر

اور

میر سپاہ ناسزا شکریاں شکستہ صف
 آہ وہ تیر نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف
 صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پورا یہ رازِ فاش
 لاکھ حکیم سرِ بحیب ایک کلیم سرِ بخت
 اور۔۔۔ مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
 اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لا تحف

④ اور پھر جب اسی بنی اسرائیل کو بھوک نے ستایا تو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام ہی کی دعا سے ان کے لئے آسمان سے پکا پکایا دسترخوان اتر آیا جس میں مَنْ وَسَلْوٰی۔۔۔ کھیر۔۔۔ حلوہ اور کئی طرح کے کھانے تھے۔

⑤ اور سب سے بڑی بات یہ کہ فرعون کے جادوگروں کے مقابلہ میں کلیم اللہ علیہ السلام کے عصا کے ذریعہ ایسی فتح نصیب ہوئی اور اس طرح اس ناہنجار اور احسان فراموش قوم کے معصوم بچے قتل ہونے سے بچ گئے اور فرعون کے ظلم و ستم سے یہ بے ادب اور گستاخ لوگ نجات پا گئے۔۔۔

اتنے انعامات و احسانات پانے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ

رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عیب لگانے سے یہ بد فطرت انسان باز نہ آئے اور پھر اللہ کریم نے صاحب ایمان حضرات کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

”اے ایمان والو! تم بھی کہیں ایسے نہ ہو جاؤ کہ میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ایمان کی دولت حاصل کر لینے کے بعد اور ان کی دعاؤں کے صدقہ میری طرف سے ہزاروں نعمات پالینے کے بعد تم بھی کہیں موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح محبوب خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کسی قسم کا کوئی عیب لگا کر ایذا دینے لگ جاؤ اور ان پر تنقید کرنا شروع کر دو۔“

سید افتخار احسن کہتا ہے کہ آج تک تو کسی صاحب ایمان نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی عیب کا تصور بھی نہیں کیا۔

بلکہ آپ کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چومتے اور آنکھوں پہ لگاتے ہیں اور سر گھڑی ہر وقت اور لحظہ درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ اور آپ کو اللہ کا نور مانتے ہیں۔ ہاں! البتہ کچھ بے ادب اور گستاخ لوگ ایسے بھی ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اپنے ہی پیغمبر اور اپنے ہی رسول پر یہ کہہ کر عیب لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ ہمارے نبی تو ہماری مثل ایک بشر ہیں اور انہیں تو دیوار کے پیچھے کے بارے میں بھی کوئی علم نہیں تھا۔ اور انہیں تو اختیار نہیں تھا وغیرہ۔ وغیرہ۔

سید افتخار احسن مزید کہتا ہے کہ اگر سلیمان رشدی بھی صاحب ایمان ہوتا تو یہودیوں کی طرح اپنے رسول معظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدلتے تنقید بنا کر آپ کو بنی اسرائیل کی طرح ایذا نہ دیتا۔

پارہ ۲۸۔۔۔ سورة المتخنة۔۔۔ آیت ۵

وَأَقْبَالَ مُوسَىٰ بِقَوْمِهِ لَيَقَوْمٌ لَّمْ تُوْذُوْنِيْ وَقَدْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ۔۔۔ اور پھر آخر حضرت موسیٰ کو یہ کہنا ہی پڑا کہ اے میری قوم

مجھے کیوں ایذا دیتے ہو اور مجھے کیوں ستاتے ہو۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف رسول بن کر آیا ہوں۔

فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ
اور پھر جب وہ یعنی بنی اسرائیل حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر بھی اور انکے طفیل سینکڑوں انعامات حاصل کرنے کے باوجود بھی ان پر عیب لگاتے اور انہیں ایذا دیتے رہے یہاں تک، ان کے ایسے ناقابل معافی جرائم کی بنا پر وہ یعنی کلیم اللہ علیہ السلام کی قوم دین اسلام اور نیکی و شرافت کے سیدھے راستے سے بھٹک کر اور حق و ہدایت کی راہ سے منہ موڑ کر ٹیڑھے راستوں پر چل نکلے تو پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا تاکہ اب آئندہ یہ کبھی بھی سیدھا راستہ نہ پاسکیں۔

اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا اسلئے کہ ایسے لوگوں کے دل پتھر اور ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور پھر وہ ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ انہیں نیکی و شرافت کی روشنی دکھائی نہیں دیتی۔

بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۷۷ حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصاری فوجوانوں کو بھیج کر البورافع کو قتل کروادیا۔
كَانَ الْبُورَافِعُ يُؤْذِي رَسُولَ اللَّهِ ————— کیونکہ البورافع، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیا کرتا تھا۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے والا واجب القتل ہے جیسا کہ بخاری شریف کی اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے تو لہذا سلیمان رشدی بھی واجب القتل ہے اور اس شیطان کے گروہ کے ایک کئی کے خلاف جناب آیت اللہ خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے جو واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا ہے وہ بالکل صحیح۔ درست اور حقیقت پر مبنی ہے !

مشکوٰۃ شریف ص ۳۰۸ و ابو داؤد شریف -

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَتَقَعُ فِيهِ فَعَدَّ نَفْسَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ فَأَبْطَلَ دَمَهَا —

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں
دیا کرتی تھی اور آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی اور طعنہ زنی کیا کرتی تھی تو محبوبِ خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانشین غلام آدمی نے اس عورت کے گلے میں پھندہ ڈال کر اسے
موت کے گھاٹ اتار دیا اور جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ نے
اس عورت کے خون کو باطل قرار دے دیا یعنی نہ کوئی قصاص اور نہ کوئی دیت —

الصَّامِ الْمَسْلُومِ عَلَى شَاخِمْ الرَّسُولِ ص ۲۷ — الشَّيْخُ الْإِسْلَامُ الْإِمَامُ
تَقِيُّ الدِّينِ الْمَعْرُوفُ بْنُ تَمِيمٍ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ — یعنی تیز تلوار رسول پاک صلی اللہ
علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کی گردن پر —

وَفِي الْحَدِيثِ — أَنَّ رَجُلًا لَبِيتَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَنْ
يَكْفِينِي عَدُوِّي — فَيَكُونُ كَافِرًا — حَلَّكَ الدَّمَ —

کہ یہ بات حدیث پاک میں ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں
دیا کرتا تھا تو آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو میرے دشمن سے بدلہ لے کیونکہ وہ کافر
ہو گیا ہے اور اس کا خون بہانا یعنی اسے قتل کرنا حلال و جائز ہے —

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا کہ شاتمِ رسول
اور موزیِ رسول دشمنِ رسول ہے اور دشمنِ رسول واجبِ القتل ہے۔ لہذا سلیمان
رشدی بھی شاتمِ رسول ہے اور موزیِ رسول ہے اور دشمنِ رسول ہے اور واجبِ القتل

ہے — پارہ ۲۸ — سورۃ المجادلہ — آیت ۲۱-۲۲ —

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذْلَلِينَ — کہ بیشک

وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں سے ہیں —

وَلَوْ كَانَ مُؤْمِنًا مَّعْصُومًا لَمْ يَكُنْ أَذِلُّ

اور اگر کوئی مومن معصوم ہو تو وہ ذلیل نہیں ہے۔

جیسا کہ — پارہ ۲۸ — سورۃ المنافقون — آیت ۸

لِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ
”اور عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے لیکن منافقین کو اس کا علم نہیں ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ شاتم رسولؐ کے لئے اور مخالف رسولؐ کے لئے اور موذی رسولؐ کے لئے تو ذلت ہے لیکن اس کے مقابلہ صاحب ایمان کے لئے اور غلام رسولؐ کے لئے اور موافق رسولؐ کے لئے اور حامی رسولؐ کے لئے تو عزت ہے اور صاحب ایمان اور صاحب عزت انسان کبھی کفر و باطل کے جال میں نہیں پھنس سکتا —

صفحہ ۴۰ اسی کتاب میں ہے —

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى مُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَأَرْضَاهُ اللَّهُ وَطَاعَتُهُ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ شَيْءٌ وَاحِدٌ —

کہ اللہ اور رسولؐ کی محبت — اللہ اور رسولؐ کی رضا — اور اللہ اور رسولؐ کے

اطاعت ایک ہی شے ہے ۔!

مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ —

الشَّيْخُ ابْنُ تَيْمِيَّةٍ حَقَّقَ الْمُصْطَفَى — قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ

اندلسی ص ۱۹۳ تا ۱۹۶ میں بھی یہ تمام احادیث و روایات موجود ہیں —

حضرات گرامی! اب ذرا اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں کے بارے قرآن مجید

کا صریح فیصلہ بھی سن لو!

پارہ ۱۔ — سورة البقرة — آیت ۶۸

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ
فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ۔

کہ جو بھی اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور رسولوں اور جبریل و میکائیل
کا دشمن ہوا تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اس آیت پاک سے نہ صرف اللہ اور اس کے
رسولوں کے ہی دشمن کا کفر ثابت ہوتا ہے بلکہ اللہ کے تمام فرشتوں اور خصوصاً حضرت
جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کا دشمن بھی کافر ہے۔

پارہ ۵۔ — سورة النساء — آیت ۶۰

الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا نُزِّلَ إِلَيْكَ وَمَا
أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ۔

کہ اے میرے محبوب پاک اور میرے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم نے
انہیں نہ دیکھا کہ جو دعویٰ اور گمان تو یہ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لے آئے ہیں اس پر کہ جو تم
پر اور تم سے پہلے نازل کیا گیا ہے۔ مگر جب کبھی کسی جھگڑے کے فیصلہ کرانے کا وقت
آتا ہے تو چاہتے ہیں کہ شیطان سے فیصلہ کروائیں!

تفسیر خازن جلد ۱ ص ۳۹۷ — علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی رحمۃ اللہ علیہ —

تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۲۳۸ — امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ —

تفسیر روح المعانی جزء ۱ ص ۱۰۴ — الشیخ محمود الاکرمی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ —

الصارم المسلول ص ۳۸ — ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ —

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: —

نَزَلَتْ فِي رَجُلٍ مِنَ الْمُنَافِقِينَ يُقَالُ لَهُ بَشْرٌ —

کہ یہ آیت کریمہ بشر نامی ایک منافق آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جس کا واقعہ یہ ہے کہ اس منافق اور ایک یہودی کے درمیان کسی بات پر جھگڑا پیدا ہو گیا تو —
فَقَالَ الْيَهُودِيُّ تَطْلُقُ إِلَى مُحَمَّدٍ — یہودی نے کہا کہ فیصلہ کروانے کے لئے
تو میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چل

تفسیر کبیر کے الفاظ یہ ہیں : —

فَقَالَ الْيَهُودِيُّ بَيْنَ وَبَيْنِكَ ابْنُ الْقَاسِمِ —

کہ یہودی نے کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان ابوالقاسم یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کریں گے۔

وَقَالَ الْمُنَافِقُ بَيْنِي وَبَيْنَكَ كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ —

لیکن منافق نے کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان کعب بن اشرف فیصلہ کرے گا۔
اور اس کا سبب یہ تھا کہ محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
كَانَ يَقْضِي بِالْحَقِّ وَلَا يَلْتَفِتُ إِلَى الرِّشْوَةِ —

کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو حق پر مبنی فیصلہ کریں گے کیونکہ وہ رشوت کی طرف دھیان
اسی نہیں کرتے۔

وَكَانَ كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ شَرِيدًا رَغْبَةً فِي الرِّشْوَةِ

اور کعب بن اشرف شدت سے رشوت لینے کی طرف راغب ہے۔

وَالْيَهُودِيُّ كَانَ مُحِقًّا وَالْمُنَافِقُ كَانَ مُبْطِلًا! — اور یہودی اس

جھگڑے میں حق پر تھا اور منافق جھوٹا تھا — پھر دونوں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ

وسلم کے پاس چلے گئے۔ فَحَكَمَ الرَّسُولُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلْيَهُودِيِّ

پس پھر رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے دلائل سننے کے بعد یہودی کے حق میں

فیصلہ سادیا۔۔۔ فَقَالَ الْمُنَافِقُ لِلْأَرْضِيِّ — لیکن منافق نے کہا کہ مجھے محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ منظور نہیں ہے اور میں اس فیصلہ پر راضی نہیں ہوں۔
فَقَالَ أَنْطَلِقْ بِنَاعِيسٍ۔۔۔ یہودی نے پھر کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ
مجھے منظور نہیں ہے تو چلو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چل کر فیصلہ کروا
لیتے ہیں۔ پھر دونوں یہودی اور منافق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔
یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے ساری کہانی بیان کرتے ہوئے کہا
کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ میرے حق میں کر دیا ہوا ہے لیکن بشر منافق
کہتا ہے کہ مجھے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ منظور نہیں ہے۔

فَقَالَ عُمَرُ لِلْمُنَافِقِ أَكْذَابُكَ۔۔۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منافق سے پوچھا کہ کیا یہودی جو کہتا ہے اسی
طرح ہے۔ قَالَ نَعَمْ۔۔۔ منافق نے جواب دیا: ہاں! اسی طرح ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ذرا اٹھہرو میں ابھی فیصلہ کر دیتا ہوں۔
چنانچہ آپ اندر چلے گئے اور ایک تیز دھار والی تلوار لیکر باہر آئے اور آتے ہی
فَضْرَبَ بِهَا عُنُقَ الْمُنَافِقِ۔۔۔ اور اس تلوار سے اس منافق کی گردن اڑا
دی۔ اور فرمایا۔ هَذَا أَقْضَىٰ لِمَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔
کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کو نہیں مانتا عمرؓ اس کا فیصلہ تلوار
سے کیا کرتا ہے۔۔۔

فَزَلَّ جَبْرِيلُ وَقَالَ۔۔۔ ان عمرؓ فرق بین الحق والباطل۔
بس پھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور آواز دی کہ حضرت عمرؓ حق و باطل
کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔۔۔
فَسَمَّاهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْفَارُوقَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت عمرؓ کا لقب فاروق رکھ دیا۔

صاحب زادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اس مستند روایت سے مندرجہ ذیل حقائق روز روشن کی طرح سامنے آتے ہیں —

① قرآن پاک کی یہی وہ آیت کریمہ ہے جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق بیان سے "فاروق" کا عظیم لقب عطا ہوا۔

② کعب بن اشرف رئیس المنافقین کو قرآن مجید نے "طاغوت" جیسے مکروہ منحوس اور رشوت خور کے نام سے ذکر کیا ہے۔ !

③ تمام حق پرست مفسرین نے طاغوت کے معنی شیطان کیا ہے۔ طاغوت — بمعنی شیطان۔

④ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ ماننے والا واجب القتل ہے! قرآن مجید کا دوسرا فیصلہ —

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ

کہ اے میرے محبوب پاک! اگر کوئی انسان نمازی بھی ہو، حاجی بھی ہو۔

زکوٰۃ بھی دیتا ہو۔ کلمہ گو بھی۔ تہجد گزار بھی اور دن رات تسبیح چلانے والا بھی ہو لیکن اگر وہ تجھے اپنا حاکم نہیں مانتا اور تیرے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ مومن نہیں ہے۔

قارئین کرام — یاد رہے کہ یہ وہی کعب بن اشرف ہے جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کروا دیا تھا۔

انصارم المسلمون علی شاتم الرسول ص ۴۱ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ — اہل حدیث حضرات کے اس محقق و محدث اور امام و پیشوا نے ایک نہایت ہی ایمان

افروز نکتہ بیان کیا ہے — صاحب ایمان غور سے سُنیے اور اپنے ایمان کے چھپان میں تازہ بہار کی کیفیت پیدا کیجئے اور اپنے دین کے آفتاب سے روشن کرنیں حاصل کیجئے اور محبت رسول کی شمع سے نئی روشنی وصول کیجئے !

فَمَنْ أَدَّى الرَّسُولَ فَقَدْ أَذَى اللَّهَ — وَمَنْ أَطَاعَهُ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ —

کہ جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ لَإِنَّ الْأُمَّةَ لَا يُصَلُّونَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَبِّهِمُ إِلَّا بِوَسِطَةِ الرَّسُولِ۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بغیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور وسیلہ کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسائی حاصل نہیں کر سکتی —

وَلَيْسَ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ طَرِيقٌ غَيْرُهُ وَلَا سَبَبٌ سِوَاهُ

اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور وسیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کا اور کوئی طریقہ — اور کوئی راستہ اور کوئی سبب نہیں ہے ! وَقَدْ أَقَامَهُ اللَّهُ مَقَامَ نَفْسِهِ فِي أَمْرِهِ — وَنَهَيْتِهِ — وَخَبَرِهِ — وَبَيَانِهِ — !

اسی لئے کہ اللہ کریم نے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کو حکم کرنے میں — منع کرنے میں — خبر دینے میں اور بیان دینے میں اپنا قائم مقام بنا رکھا ہے۔

فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فِي شَيْءٍ فِي هَذِهِ الْأُمُورِ —

پس اب یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی صاحب ایمان ان امور میں اللہ اور اس کے رسول کے درمیان کوئی فرق و تفریق پیدا کرے۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اس ایمان افروز نکتہ سے مندرجہ روح پرور نکات بھی حاصل ہوتے ہیں —

- ①۔ اللہ تعالیٰ احکم کرنے والا۔ رسول بھی حکم کرنے والے ہیں۔
 ②۔ کہ اللہ کریم برے کاموں سے منع کرنے اور روکنے والا۔ رسول بھی برے کاموں سے منع کرنے اور روکنے والے ہوئے۔

③۔ اللہ جل شانہ، عالم الغیب۔ رسول پاکؐ بھی علم غیب جاننے والے اور غیب کی خبریں دینے والے ہوئے۔

④۔ اللہ جل جلالہ، ہر شے کو کھل کر بیان کرنے والا۔ رسول کریم بھی ہر چیز کو کھل کر بیان کرنے والے ہوئے۔

مثلاً۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ پارہ ۹۔ سورۃ اعراف۔ آیت ۱۵۷۔
 يٰۤاَمْرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَجْلَسُ
 الطَّيِّبَاتِ وَيُخَيِّرُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ۔

کہ جب یہ یہود و نصاریٰ تورات و انجیل میں میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ پر ٹھہریں گے تو ضرور یہ دیکھیں گے کہ آخری زمانہ میں تشریف لانے والا اور اس خطہ ارض پر جلوہ گرہونے والا اور رحمت دو جہاں بن کر جب آئیں گے تو اس کی صفات یہ بھی ہوں گیں۔

کہ وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری اور پاک چیزیں ان پر حلال کرے گا اور گندی اور ناپاک اشیاء ان پر حرام فرمائے گا۔

پارہ ۱۴۔ سورۃ النحل۔ آیت ۶۴۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ۔ اور ہم نے تم پر اسے میرے رسول

ذکر یعنی قرآن حکیم نازل فرمایا ہے تاکہ آپ اسے انسانوں میں کھل کر بیان فرمائیں۔

پارہ ۱۳۔ سورۃ یوسف۔ آیت ۱۰۲۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبِیَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِیْهِ اِلَيْكَ۔ کہ اے میرے پیارے نبیؐ

علیہ السلام یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

پارہ ۱۲ — سورۃ ہود — آیت ۲۹

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ أَوْرَعًا مَّا كُنْتَ تَعْلَمُ

پارہ ۵ — سورۃ النہ — آیت ۱۱۲ — اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا قائم مقام جو بنا دیا ہوا ہے۔

طبرانی فی الکبیر — الجامع الصغیر سیوطی جلد ۲ ص ۱۶۳ — فتح القدیر

جلد ۳ ص ۱۹۶ — شفا شریف جلد ۲ ص ۲۱۲ — الصارم المسلول ص ۹۲ —

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ — قَالَ — قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّ نَبِيًّا قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ

أَصْحَابَهُ جُلِدَ —

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نبی کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور جو نبی کے صحابہ کو گالی دے اسے سنگسار

کیا جائے — چند الفاظ یہ ہیں —

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَأُجِلِدُ —

کہ جو شخص نبی کو گالی دے اسے قتل کر دو اور جو شخص میرے صحابہ کو گالی دے

اسے کوڑے مارو —

شرح فقہ اکبر میں حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ

خلیفہ ہارون رشید کے دسترخوان پر کدو پک کر آیا کسی نے کہا کہ کدو نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم کو بہت پسند تھا دوسرے نے کہا کہ مجھے پسند نہیں ہے تو حضرت امام یوسف

رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قتل کرنے کے ارادہ سے تلوار نکالی —

اور فرمایا کہ — تو مرتد ہو گیا ہے — اس نے توبہ کر لی —

تفسیر روح البیان — جلد ۲ ص ۲۸۹

قِيلَ لِرَسُولٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ - إِنَّكَ تَحِبُّ الْقَرْعَ قَالَ نَعَمْ وَ
اجلِ حَى شَجَرَةً أَخِي يُونسَ - رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ
کدو سے محبت کرتے ہیں۔ اسے پسند کرتے ہیں اور اسے اچھا سمجھتے ہیں۔
فرمایا۔ ہاں!

یہ میرے بھائی حضرت یونس علیہ السلام کا وہ درخت کہ جس نے ان کی
نبوت کی گواہی دی تھی اور جب وہ دریا سے ننگے باہر نکلے تھے تو اس کدو کی
بیل نے ان کے بدن مبارک کو ڈھانپا تھا۔

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ لَوْ قَالَ رَجُلٌ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَحِبُّ الْقَرْعَ فَقَالَ الْآخِرُ إِنَّا لَا أَحِبُّهُ فَهَذَا كُفْرٌ

کہ حضرت ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ امام الانبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو پسند فرمایا کرتے تھے اور اس سے محبت کرتے تھے اور اگر کسی
دوسرے شخص نے یہ کہا کہ میں تو کدو کو پسند نہیں کرتا تو یہ کفر ہے۔ کیونکہ اس
نے ایمانت کے طور پر یہ کہا ہے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ
چیز یعنی کدو کی توہین کرنے والا آدمی حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک واجب
القتل ہے تو خود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور ایمانت
اور بے ادبی و گستاخی کرنے والا انسان قتل ہونے سے کیسے بچ سکتا ہے۔

الصامم الملول — ص ۵۱۳ حضرت عبد اللہ اور حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہم
فرماتے ہیں: - مَنْ شَتَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتِلَ - کہ جو شخص
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اُسے قتل کر دیا جائے۔

وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا شَتَمَ فَقَدْ ارْتَدَّ —

اور حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہم کا یہ فیصلہ اس لئے ہے۔
وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا شَتَمَ فَقَدْ ارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ — کہ حضور
علیہ السلام کو گالی دینے والا دین اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے۔
شفا شریف جلد ۲ ص ۲۰۶۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ۔

مَنْ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ أَسْوَدُ قَتِيلٍ — کہ جو شخص یہ کہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کالے تھے اُسے قتل کیا جائے۔

کیونکہ اس بد بخت نے ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو
نَعُوذُ بِاللَّهِ کالے رنگ والا کہہ دیا جو کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ حسین
جمیل ہیں اور جو خدا کے نور سے ہیں اور نور علی نور ہیں۔

اور تمام محدثین کرام — تمام مفسرین عظام اور تمام علمائے کرام حق
پر اور تمام اہل ایمان کا عقیدہ و ایمان ہے کہ حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حسن
یوسف علیہ السلام سے بھی زیادہ اکمل و افضل اور برتر ہے۔ ایسے کہ حسن مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ چمکنے والا چسراغ ہے اور تجلیات الہیہ کا مرکز ہے۔

مثلاً — ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۰۵۔ مشکوات شریف ص ۵۱۸،
حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

مَا رَأَيْتُ أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ۔
کہ میں نے حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر اور کوئی شے حسین نہیں دیکھی
گویا کہ سورج آپ کے چہرہ اقدس سے طلوع ہوتا ہے اور یا سورج آپ کے چہرہ انور
پر کھیلتا ہے!

شمائل ترمذی شریف ص ۲۔ مشکوات شریف ص ۵۱۸۔ حضرت جابر بن سمرہ

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات چودھویں کا چاند رات کو پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا فجعلت أنظر إليه وإلى القبر فإذا هو أحسن عُنْدِي۔ اور میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی حُسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لیکن میرے نزدیک چاند کی چاندنی اور روشنی سے حُسنِ مصطفیٰ علیہ السلام زیادہ حسین زیادہ خوبصورت اور زیادہ روشن تھا۔

کتاب مطالع المسرات فی شرح دلائل الخیرات ص ۲۹۱۔ امام محمد المہدی بن احمد علی بن یوسف الفاسی رحمۃ اللہ علیہ۔

وَحُسْنُ يُوسُفَ وَغَيْرُهُ جُزْأَيْنِ حُسْنِهِ۔

کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حُسن اور دوسرے حُسن، حُسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جز ہیں۔

المواہب اللدنیہ۔ مطبوعہ بیروت ص ۱۹۲۔ بخاب امام و

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لَمْ يُظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهِ۔ کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے حُسن کو ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا۔ اس لیے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حُسن ظاہر ہو جاتا۔ تو۔ لَا طَاقَتُ أَعْيُنُنَا رُؤْيَهُ تَوْ كَوْنِي مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ بھی نہ سکتا اور ہماری آنکھوں میں طاقت نہیں ہے۔ کہ وہ حُسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ سکیں!

نشر الطیب ص ۱۳۳۔ دیوبندی حضرات کے امام و پیشوا جناب مولانا اشرف علی

صاحب تھانوی بھی لکھتے ہیں: لَمْ يُظْهَرْ جَمَالُهُ كَمَا هُوَ۔ کہ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسن و جمال ویسا ظاہر نہیں کیا گیا جیسا کہ تھا۔

شرح شمائل ترمذی شریف جلد ۱ ص ۹۔ الحدیث ثلاثی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ اکثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو تو یہ بیان لیا لیکن۔ مَا عَرَفُوا رَسُولَ اللَّهِ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچان سکے۔

لَا نَحْجَابَ الْبَشَرِيَّةِ غَطَّى ابْصَارَهُمْ — ایلے کہ بشریت کے پردوں نے حسنِ مصطفیٰ کو چھپا رکھا ہے صلی اللہ علیہ وسلم — مولینا قاسم نانوتوی مدرسہ دیوبند کے بانی اور دیوبندی حضرات کے قابلِ اعتماد محدث اور عظیم مفسر نے بھی قصائدِ قاسمی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے بارے میں خوب لکھا ہے اور ملا علی قاری والا عقیدہ ہی بیان کیا ہے — اور مولینا اشرف علی صاحب کا بھی —

رہا جمالِ پیرِ حجابِ بشریت
نہ جانا کسی نے کیا ہو جز ستار

اور ہمارے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں — کہ
تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانئے کیا ہو

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی کے پیشِ نظر اب صاحبِ جزا وہ سید افتخار الحسن، موجودہ دور کے دیوبندی حضرات کے عقل و ہوش کی کمزوری، دل و دماغ کی غمست اور ذہنی د فکر کی بٹ دھری کو دیکھتے ہوئے سوال کرتا ہے کہ جب ان کے عقائد کے بانی و پیشوا جناب مولینا محمد قاسم نانوتوی صاحب اور مولینا اشرف علی تھانوی صاحب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک اور حسن و جمال کی عنایوں کو بشریت کے پردوں میں آپ کے نورِ ازیلی کو چھپا ہوا تسلیم کرتے ہیں تو پھر تم لوگ اس بے نظیر اور بے مثال نبی کو اپنی مثل بشر کیوں کہتے ہو؟ — اور دوسری بات یہ کہ اگر شخص بھی ایسے حسین و جمیل رسول کو نعوذ باللہ کالا یا بد صورت کہہ دے تو پھر شرک اور واجبِ القتل نہیں تو اور کیا ہے !

الصائم ۵۲۵ :- مَنْ سَبَّ أُمَّ الْبَنِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْتَلُ مُسْلِمًا أَوْ كَافِرًا۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و امانت تو ایک طرف کہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا، حضور علیہ السلام کی والدہ گرامی کو گالی دے اسے بھی قتل کر دیا جائے چاہے مسلمان ہو یا کافر۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ نفوذ باللہ وہ کافر اور جہنمی تھیں اس سے بڑھ کر اور گالی کیا ہوگی۔

الصائم - ۵۲۶ ایک آدمی نے مناظرہ کے دوران سید الاولین و الاخرین صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم کہہ دیا و ختن حیدرہ اور حضرت حمید کرار یعنی حضرت علی علیہ السلام کا سرکہہ دیا تو۔

يَجِبُ قَتْلُ قَائِلِهِ۔ تو ایسے گستاخانہ الفاظ کہنے والے کو قتل کرنا واجب ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز اور مشہور و مقبول زبانہ کتاب مثنوی شریف میں ایک گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کچھ اس طرح کرتے ہیں!

اَلْ دِہَاں کثر کرد و از تسخیر بخواند
مر محمد را دہانش کثر، مانند

کہ ایک شخص نے بے ادبی۔ گستاخی اور تمسخر کے طور پر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لیا اور منہ ٹیڑھا کر لیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے بے ادب اور گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سزا ملی کہ اس کا منہ ہی ٹیڑھا ہو گیا!

باز آمد کالے محمد عفو کن

اے ترا لطافت و علم و عن لان

اور پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دوڑتا ہوا حاضر ہوا اور گڑ گڑا کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اللہ کریم نے رؤف رحیم بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور آپ لطف و کرم کی منزل والی کالی کالی اور رحمت دو جہاں کی مژنروالی سفید چادر کا سایہ پوری کائنات پر سایہ فگن ہے اور آپ کو علوم لدنی عطا کئے گئے آپ کی رحمتہ العالمینی کا — واسطہ مجھے معاف کر دو۔

من ترا افسوس مے کردم بجہل

من بدم افسوس را منسوب و اہل

کہ میں اپنی جہالت سے آپ سے استہزاء کرتا تھا، حالانکہ میں خود استہزاء کے لائق تھا۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دزد

میلش اندر طعنہ پاکان برد

اور جب خداوند تعالیٰ چاہتا ہے کسی کی پردہ دری، دولت اور رسوائی کسے تو اس بد بخت انسان کا ذہنی رجحان اور دماغ کا میلان نیک لوگوں کے طعن میں پیدا کر دیتا ہے! — جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کی گستاخی کرنے والوں کو قتل کر دیا جاتا رہا! —

اور اس زمین کے شیطان اور اس دور کے ابلیس سلیمان رشری نے بھی

اپنی شیطانی کتاب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر ایک سیہوردہ اور غندڑ انسان کی حیثیت سے حملہ آور ہو کر اس بے عیب نبی پر گستاخی و طعنہ زنی کے تیر پھائے ہیں اسکی سزا وہی ہے جو ایسے لوگوں کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی اور مستند تفسیروں کے حوالوں سے لکھا جا چکا ہے۔ یعنی — واجب القتل۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ جس طرح اس بے ادب اور گستاخ رسول علیہ السلام نے فوراً ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے، معافی مانگ لی تھی، اسی طرح شیطان کے ساتھی سلیمان رشدی بھی بارگاہ رب العزت میں توبہ کر لے اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان حضرات اور مسلمانوں سے برسر عام معافی طلب کر لے تو اسے معاف کیا جاسکتا ہے ورنہ بصورت دیگر ایران کے مذہبی راہنما و اسلامی انقلاب کے بانی جناب خمینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ”واجب القتل“ ہونے کا فتویٰ ابھی تک موجود ہے۔ — آداب نبوت —

مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۴۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چند صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ وَهُوَ يَقْسِمُ جبکہ آپ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے۔ —

کہ بنی تمیم کا ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا: يَا رَسُولَ اللَّهِ اَعْدِلْ — کہ اے اللہ کے رسول عدل کیجئے! تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وَبَيْتِكَ — ہلاکت ہو تجھے۔ — مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا اور کون ہے؟ فَقَالَ عَمْرَأُ بْنُ أَسْرِبَ عَنْقَهُ۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کی اس بے ادبی اور گستاخی اور طعنہ زنی پر عرض کی۔ يَا رَسُولَ اللَّهِ صلي اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس، آپ کے بے ادب۔ گستاخ اور طعنہ زنی کرنے والے کی گردن اڑا دوں۔ —

پس ثابت ہوا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو گستاخی کے طور پر عادل و منصف نہ ماننے والا بھی واجب القتل ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے رہنے دو۔ اسے بھڑو اور اسے قتل کرنے سے رک جاؤ کیونکہ اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو لمبی لمبی

نمازیں پڑھیں گے۔ روزے رکھیں گے اور قرآن پاک کی بھی تلاوت کریں گے لیکن ان کی نمازیں اور ان کے روزے قبول نہیں ہوں گے۔

يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يَخَافُونَ قِصْمَهُمْ حَتَّىٰ جَرَّهُمْ ————— اور وہ قرآن مجید تو پڑھیں گے لیکن قرآن پاک ان کی رگوں میں نہیں جائے گا۔

يَسْمُرُونَ الَّذِينَ كَمَا يَسْمُرُ السُّحْرُ مِنَ الرِّمَةِ ————— مگر وہ دین کے دائرہ سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کہ تیرکمان سے نکل جاتا ہے!

سید افتخار احسن کہتا ہے کہ اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس خطہ زمین پر ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے رہیں گے کہ جو صوم و صلوٰۃ کے پابند بھی ہوں گے اور قرآن مجید کے قاری بھی مگر ان اعمالِ حسنہ کے ساتھ ساتھ وہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بے ادبی و گستاخی کا ایسا عمل سیئہ بھی کرتے رہیں گے کہ جس کے باعث نہ ان کی نمازیں قبول ہوں گی اور نہ ہی ان کے روزے منظور ہوں گے اور نہ ہی قرآن پاک اُن کے سینوں میں جاسکے گا اور بے ادب و گستاخ لوگ دین کے خوبصورت دائرہ اور اسلام کی سنہری چار دیواری سے بھی نکل جاتے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسے ————— واجب القتل ہیں۔

جامع الصغیر — کنز العمال جلد ۲ ص ۲۷۹

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: —————

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ وَهُوَ اخَذَ شَعْرَةً يَقُولُ مَنْ أَذَى شَعْرَةٍ مِنْ شَعْرِي فَأَجَنَّتْ عَلَيْهِ حُرَامٌ!

کہ میں نے رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے اپنے دستِ مبارک میں اپنا ایک بال مبارک پکڑا ہوا تھا تو آپ فرما رہے تھے ————— کہ خیردار — میرے بال شریف کی توہین اور بے ادبی کرنے والے پر بھی جنت

حرام ہے۔

سید افتخار الحسن زیدی — کہتا ہے کہ جب امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بال مبارک کی توہین کرنے والے پر جنت کی پر کیف و پر سرور آب و ہوا تک حرام ہے تو پھر اس سلیمان رشیدی ملعون پر جنت کیسے حلال ہو سکتی ہے جس نے اپنی بد فطرتی اور باطل پرستی کا اظہار کرتے ہوئے اس نبی پاک اور اس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شان اقدس پر رکیک حملے کئے ہیں جو کہ باعث تخلیق کائنات اور فخر موجودات ہیں اور مسند آرائے لامکاں اور شافعی عاصیاں ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور عرش اعظم کے مسند نشین — امام المرسلین — صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۴۳۵ — رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ازلی دشمن اور انتہائی بے ادب اور گستاخ ابو جہل کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مکہ مکرمہ سے باہر کہیں مل گئے تو میں نے چاہا کہ انہیں واپس گھر پہنچا دوں اور اس وقت انہوں نے اپنی نبوت کا اعلان اور دعویٰ نہیں کیا تھا۔

میں نے اپنی ناقہ یعنی ڈاچی کو بٹھلایا اور اُرکبتہ من خلفی —
تو میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیچھے ڈاچی پر بٹھا دیا —
فَابَتِ النَّاقَةُ اَنْ تَقُومَ —

تو ناقہ یعنی ڈاچی نے اٹھنے سے انکار کر دیا میں نے ڈاچی کو اٹھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہ اٹھی —

فَلَمَّا ارْكَبْتُ اَمَامِي قَامَتِ النَّاقَةُ —

اور پھر جب میں نے آپ کو اپنے آگے بٹھلایا — تو ناقہ اٹھ بیٹھی —
تَقُولُ يَا اَحْمَقُ هُوَ الْاِمَامُ فَكَيْفَ لِقَوْمٍ خَلَفَ الْمُقْتَدِي —

اور یہ کہکرواچی چلنے لگی کہ اے ابو جہل — اے جہالت کے پتے اور اے
 احمقوں کے سردار یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو سارے انبیاء علیہم السلام کے امام ہیں اور
 تو نے انہیں اپنے پیچھے بٹھا کر نعوذ باللہ انا مقتدی بنالیا تھا تو پھر کیسے اٹھتی۔

قاری صیغے کرام! — ذرا عقل و ہوش کی نظر سے دیکھو۔ ذرا محبت و عقیدت
 کی نگاہ سے ملاحظہ کرو اور ذرا عشق رسول میں گم ہو کر غور کرو کہ ایک بے زبان حیوان
 اونٹ کس حسین انداز سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام کرتے ہوئے بے
 ادبی اور گستاخی پر اسے یا احمق کہہ رہا ہے۔

اور پھر عجیب اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اللہ کریم نے اس بے زبان اونٹ
 کو زبان عطا کر دی تاکہ وہ بے ادب اور گستاخ لوگوں اور خصوصاً گنہگاروں اور
 جیسے بد فطرت ناہنجار اور عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی کو بتلا دے
 کہ جب ہم بے عقل — بے سمجھ اور بے زبان حیوان — امام الانبیاء صلی اللہ علیہ
 وسلم کا ادب و احترام کرتے ہیں تو عقل و ہوش کے مالک اور باشعور اور سمجھدار
 اور صاحب زبان ہو کر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام کیوں نہیں کرتے
 اور ان کی شان رسالت کو کیوں نہیں پہچانتے؟ —

مدارج الجنۃ — جلد ۱ — ص ۱۹۰ — حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
 ہیں کہ ایک انصاری کے گھر ایک اونٹ تھا اور وہ انصاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہمارا اونٹ جس سے ہم کنویں سے پانی نکالا کرتے ہیں سرکش ہو گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس انصاری کے ہمراہ باغ میں پہنچے — دیکھا کہ وہ
 اونٹ باغ کے ایک کونہ میں بیٹھا ہوا ہے —

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کی طرف جانے لگے تو نادار غلاموں نے عرض کیا

یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے قریب نہ جائیں۔

بوجھا کیوں؟ —

عرض کی گئی یہ سرکش ہے کہیں کوئی ایذا نہ پہنچائے۔

پس چوں دید آن شتر آنحضرت را روئے آورد بجانب دے و بسجدہ افتاد
در پیشی دے —

کہ جب اس سرکش اونٹ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو دوڑ کر آپ
کے قریب آگیا اور سجدہ میں گر گیا —

پس گرفت آنحضرت موئے پیشانی آورا —

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکش اونٹ کی پیشانی کے بالوں کو پکڑ لیا۔
صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ وہ سرکش اونٹ رُخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم کو دیکھتے ہی اپنی سرکشی بھول گیا اور انتہائی کینہ رکھنے والا شتر جلوہ حسن رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کا نظارہ کر کے اپنے کینہ پروری کی عادت پھوڑ کر ادب و احترام کی خاطر
شہنشاہ کون و مکان کے قدموں میں سجدہ ریز ہو گیا —

مدارج النبوت — جلد ۱ — ص ۱۹ — از انس آمدہ کہ در آمد رسول خدا

و ابو بکر و عمر در بستان یکے از انصار بود دروئے غمی پس سجدہ کرد آنحضرت را۔
کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہم انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے —

باغ میں ایک بکری تھی جب اس بکری نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
تو فرط محبت میں سجدہ میں گر گئی —

پس سجدہ کرد آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم عائشہؓ میگویند کہ در خانہ ماشائے
بود و چوں بیرون می رفت آنحضرت پریشان شد و بے قرار و می رفت —

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر
میں ایک بکری تھی —

بچوں آنحضرت درخانہ بود این شاة ساکن و ثابت و آرامیدہ بود —
اور جب تک امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں رونق افروز رہتے تو وہ بکری
سکون و آرام سے گھر میں بیٹھی رہتی تھی اور جب کبھی آپ گھر سے باہر تشریف لے
جاتے تھے تو وہ پریشان و بے قرار ہو کر ادھر ادھر دوڑتی پھرتی تھی —

حضرت محرم — سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اپنے بے زبانوں اور بے عقل
و شعور حیوانوں کی طرف سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام تو دیکھ لیا
کہ کتنی محبت اور کیسی عقیدت سے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی سجدہ
ریز ہو جاتے ہیں اور اب سید دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار غلاموں کا
ادب بھی ملاحظہ کرو کہ جو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب ہی کو عین ایمان سمجھتے تھے
صاحب زادہ سید افتخار الحسن — کہتا ہے کہ ایسا کرتے بھی کیوں نہ اور کائنات
کی ہر شے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتی بھی کیوں نہ اور اصحاب النبی رحمہ اللہ
کے احترام کو اپنے لئے عین ایمان سمجھتے بھی کیوں نہ —

جبکہ خود خداوند کریم کو بھی اپنے پیارے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر یہ بھی
منظور نہیں ہے کہ کوئی مسلمان ان سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر کے اور جبکہ اللہ
تعالیٰ کو یہ بھی قبول نہیں ہے کہ کوئی مردِ مومن اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی آواز سے اپنی آواز بلند کر سکے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسا کرنے سے — اَنْ تَجْبُطَ
اَنْهَاطُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ —

تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر تک بھی نہ ہو —
اور جبکہ رب دو جہاں کو یہ بھی منظور نہیں ہے کہ کوئی شخص دروازہ نبوت پر اگر مرے

محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارے۔ یا محمد —
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہے وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہو یا کوئی اور صحابی ہو۔ اور
چاہے دور سے آنے والا کوئی وفد —————

نہیں۔ بلکہ چاہے وہ آواز دینے والا حضرت جبریل علیہ السلام ہی کیوں نہ ہو۔
ایسے کہ خداوندِ عود عالم نے ایسا کرنے والاں کو بے عقل — بے سمجھ اور بے شعور
اور نادان فرمایا ہے —————

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ ————— تو پھر اللہ کریم کے ایسے واضح اور ایمان
افروز اعلانات اور احکام کے بعد یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ کوئی مسلمان خدا کے احکام
کو ٹھکرا کر اپنے رحیم و کریم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی کا مرتکب
ہو کر اپنے دین و ایمان کی سرسبز کھیتی کو ویران کر دیتا اور اپنے اعمالِ حسنہ کے سد بہار
گلشن کو خزاں رسیدہ بنا دیتا! —————

تفسیر روح البیان — جلد ۲ — ص ۱۲۱ —————

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی نے سو سال تک خدا تعالیٰ کی
نافرمانی — اور اس کے مرنے کے بعد بنی اسرائیل نے اسے بغیر جنازہ کے دفن
کر دیا لیکن رات ہوئی تو —————

فَاذْحَىٰ اللّٰهُ اِلٰی مُوسٰی اَنْ اَخْرِجْهُ وَصَلِّ عَلَيْهِ —————
تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی فرمائی کہ میرے اس نافرمان
بندہ کو قبر سے نکال کر اور اس کا جنازہ پڑھا کر اسے دفن کرو! —————

۶۷ ص کی ————— اے بارِ الہ
تیرا یہ بندہ تو سو سال تک تیرے احکام کی نافرمانی کرتا رہا پھر اس کیلئے ایسا جانفزا
۱۔ پارہ ۲۶ سورت الحجرات آیات ۱-۲-۳

نام محمدؐ کی تکریم کا بیان

حکم کیوں؟

جواب آیا — یہ تو ٹھیک ہے مگر —

كُلَّمَا نَشَرْنَا تَوْرَاتٍ وَنَظَرْنَا إِلَى اسْمِ مُحَمَّدٍ اَقْبَلَهُ وَوَضَعَ عَلَى عَيْنَيْهِ -
کہ جب کبھی تورات کو کھولتا تھا تو میرے محبوب پاکؐ کے اسم مبارک کو دیکھ کر
اسے چوما کرتا تھا اور آنکھوں پر لگایا کرتا تھا، اس لئے میں نے اپنے محبوب پاکؐ
کے ادب و احترام کی خاطر اس کے سو سال کے گناہ بھی معاف کر دیئے ہیں
اور اسم محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے پیش نظر اس کے لئے میں نے جنت
میں ۷۰ عورتیں بھی خدمت کے لئے نامزد کر دی ہیں —

نزہت المجالس - جلد ۲ - ص ۱۳۴

قَالَ الْعَلَاءِيُّ — وَجَدَ فِي السَّمَاءِ مَلَكًا عَلَى كُرْسِيٍّ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجَابَهُ وَلَمْ يَقُمْ لَهُ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهَا أَيُّهَا
الْمَلِكُ يَسَلِّمُ عَلَيْكَ حَبِيبِي مُحَمَّدٌ فَتَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَنْتَ جَالِسٌ -
محدث علائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک فرشتہ کو آسمان پر دیکھا جو کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس فرشتہ کو سلام کہی —

فرشتہ نے سلام کا جواب تو دیا لیکن محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے
لئے کھڑا نہیں ہوا — تو اللہ کریم نے اس فرشتہ کو قہر و غضب کی آواز میں
فرمایا — کہ اے فرشتے تجھ کو میرے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم نے سلام کہی اور تو نے سلام کا جواب تو دیا مگر اپنی کرسی پر بیٹھا رہا اور میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام اور اس کی تعظیم و تکریم کے لئے کھڑا نہیں ہوا اب تیری لغزش کی سزا یہ ہے۔

لَتَقُوْا مِنْ اِلَيْهِ عَلٰی قَدَرٍ وَّاحِدٍ وَلَتَسْلَمُنَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لَا تَجْلِسُنَّ اِلٰی
یَوْمِ الْقِیَامَةِ

مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم اب تو ایک ٹانگ پر کھڑا ہو جا اور قیامت تک اب تو بیٹھ نہیں سکے گا۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ جب شان نبوت یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا بے ادبی اور ان کی محفل پاک میں بیٹھنے والوں کی — اونچی آواز نکالنے اور ایک دوسرے کی طرح انہیں پکارنے پر ان کو اعمالِ حسنہ کے برباد ہو جانے کا خوف دلایا جا رہا ہے کہ جہنوں نے براہِ راست چشمہ نبوت سپنے دین و ایمان کی کھیتی کو بھرا ب کیا تھا اور جب آسمان کے ایک فرشتہ کی ذرا سی لغزش پر اسے اتنی بڑی سزا دی گئی ہے تو پھر موجودہ دور کے بے ادب اور گستاخ لوگوں کا حشر کیا ہوگا۔

اور — جو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ سلام پڑھتے ہیں اور نہ ہی آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور نہ ہی تکریم کی خاطر قیام کرتے ہیں تو پھر ایسے نام نہاد مسلمانوں کے لئے بھی قیادت کے دن جہنم کا بدترین گڑھا ہوگا۔

تفسیر روح البیان — جلد ۲ — ص ۱۲۱ —

محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ آورده اند کہ ایاز خاص پسر داشت محمد نام صلی اللہ علیہ وسلم کہ فاتح سومات ہند کا ایک خاص غلام ایاز تھا جس کے بیٹے کا نام محمد تھا اور محمود غزنوی کو جب کبھی کسی کام کے لئے ایاز کے بیٹے کو بلانا ہوتا تو اس کا نام

لے کر بلاتا تھا، یعنی محمد میرا یہ کام کر دو۔
 لیکن ایک دن محمود غزنوی نے محمد کا نام لے کر اسے نہ پکارا تو ایاز نے سمجھا
 کہ شاید سلطان اعظم آج میرے بیٹے محمد پر ناراض ہے۔ ایسے میرے
 بیٹے کا نام لے کر نہیں بلایا گیا۔

ایاز پریشانی کے عالم میں محمود غزنوی کے دربار میں حاضر ہوا اور نہایت ہی
 نیازمندی سے عرض کی! —

باادب۔ بالاحظہ ہوشیار۔ جہاں پناہ اور ظل الہی میرے بیٹے محمد
 سے کیا گستاخی ہو گئی اور آداب شہنشاہی کی کونسی خلاف ورزی سرزد ہو گئی ہے
 کہ آج آپ نے میرے بیٹے محمد کا نام لے کر نہیں بلایا۔

پس محمود تبسمی فرمود و گفت — اے ایاز! دل جمہدار —

محمود غزنوی نے تبسم فرمایا اور کہا —

اے ایاز پریشان نہ ہو اور کوئی غصہ نہ کر —

تیرے بیٹے محمد سے کوئی غلطی — کوئی گستاخی اور آداب شہنشاہی کی کوئی

خلاف ورزی نہیں ہوئی بلکہ اصل بات یہ ہے —

کہ وضو نہ اٹھم و نام پیر تو محمد است۔ میرا شرم آید کہ لفظ محمد بزبان من گزر د
 وقتے کہ بے وضو باشم —

کہ میں بے وضو تھا اور تیرے بیٹے کا نام محمد ہے۔ مجھے شرم آتی تھی کہ محمد

کا نام بے وضو میری زبان پر آئے —

کون محمود غزنوی — جو صرف فاتح ہندوستان اور کفر و شرک کے سب

سے بڑے بڑے خاتمہ سومنات کے مہندروں کو حق و اسلام کے گرز سے

ٹوٹنے والا ہی نہیں تھا بلکہ عدل و انصاف کرنے میں بھی لاجواب تھا —

اٹھ محمد اور سلطان محمود غزنویؒ

محمود غزنوی شاہی دربار لگائے بیٹھا ہے۔ اور لوگوں کی فسرادیوں سنکر اور حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنے کے احکام جاری کر رہا تھا۔
ایک غریب گھسیار دربار کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔
محمود نے پوچھا۔

کون ہے تو؟

جواب ملا۔ غریب گھسیار ہوں۔ اور فرمادی بن کر آیا ہوں۔
غزنوی نے بڑی حیرت سے پوچھا!

کہو کیا فسرادی ہے۔ تمہاری؟

عرض کی۔ جہاں پناہ۔ اقبال بلند ہو آپ کا۔ شاہی خاندان کا ایک فرد میری عدم موجودگی میں میرے گھر آتا ہے!۔
محمود غزنوی نے پورے جاہ و جلال سے کہا۔ اب اگر جب بھی وہ شاہی خاندان کا فرد تیرے گھر آئے تو اسی وقت مجھے خبر کر دینا!
دو دن گزر گئے۔

تیسرے دن ادھی رات کے وقت وہی غریب گھسیار دربار شاہی میں پہنچا، شاہی پہرہ داروں نے راستہ روکا تو شاہی محل سے آواز آئی۔
آنے دو اسے۔

غزنوی محل سے نیچا اترا۔

پوچھا! کیوں آئے ہو اس وقت؟

جواب ملا۔ عالیجاہ! شاہی خاندان کا وہ فرد اس وقت میرے گھر میں موجود ہے!

محمود غزنوی کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور خون اُتر آیا۔
 برہنہ شمشیر اٹھائی اور اس غریب گھسیار کے ساتھ چل دیا۔
 مدہم سا چسرا غ جل رہا تھا۔

غزنوی نے اس کو پہچان لیا تھا۔ کہ وہ کون ہے؟۔ آنکھوں پر ٹی
 باندھ لی اور کہا کہ چراغ بھادو اور اپنی عدل و انصاف کی تلوار سے اس مجرم
 کا سر قلم کر دیا۔

اور پھر فوراً ہی پانی طلب کیا !
 محمود غزنوی۔ اس غریب گھسیارے کی فریاد اور شکایت دُور کر کے واپس جانے لگا۔
 تو غریب فریادی نے محمود غزنوی کا دامن پکڑ کر پوچھا۔
 یا سلطانِ معظم۔ مجرم کو قتل کرنے سے پہلے آپ نے اپنی آنکھوں پر ٹی کیوں
 باندھ لی تھی؟۔

اور۔ اس ناہنجار مجرم کو قتل کرنے کے بعد اپنے فوراً پانی کا پیالہ کیوں
 طلب کیا تھا؟۔

عدل و انصاف کے اس پیکر محمود غزنوی نے جواب دیا کہ میں نے چراغ
 کی روشنی میں پہچان لیا تھا کہ ملازم میری بہن کا ایک ہی اور اکلوتا بیٹا ہے۔
 آنکھوں پر ٹی اسلئے باندھ لی تھی تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجرم کو دیکھ کر مجھے رحم
 آجائے اور میرے ہاتھ سے عدل و انصاف کا ترازو کہیں ڈول نہ جائے۔

اور پانی کا پیالہ اس لئے طلب کیا تھا کہ اس دن سے میں نے قسم کھالی تھی کہ
 جب تک تمہارے ساتھ انصاف نہیں ہوگا، محمود غزنوی پانی نہیں پیے گا۔

کون محمود غزنوی۔ جو اسلام کے لشکر کا ایک بہادر جرنیل اور جو ایک حق پرست
 ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے پیر و مرشد حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن

کو اپنے لیے ذریعہ نجات بھی سمجھتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ جب وہ آخری بار کفرستان
ہند کے دواکا کے سومنات کے بت خانوں کے اندھروں میں صبح کی آذان دینے اور مہادیو
کے مندروں کی گھنٹیوں کو اُلٹا ہٹو کی صدائے حق سے خاموش کرنے اور بڑے بڑے
بتوں کو اپنے اسلامی گرز سے توڑنے کے لئے حملہ آور ہوتا ہے تو اپنے ساتھ چالیس ہزار
جاٹا سپاہیوں کے ساتھ اپنے پیرو مرشد حضرت ابوالحسن خسر قانی رحمۃ اللہ علیہ کا
کرتہ مبارک بھی ساتھ لے کے جاتا ہے۔ تو پھر سومنات کے پجاریوں نے۔ مہادیو کی
پوجا کرنے والوں نے اور مندر کے پنڈتوں نے لعل و جواہرات کے خزانے محمود غزنوی کے
قدموں میں ڈھیر کر دیئے مگر اسلام کے اس مرد مجاہد نے ان خزانوں کو یہ کہہ ٹھکرا دیا
کہ ”محمود غزنوی بت فروش بنکر نہیں آیا بلکہ بت شکن بنکر آیا ہے۔“
اور پھر اس شیر دل غازی نے اپنے اسلامی گرز کو ہوا میں لہرایا اور پھر لغزہ تکبیر
کی گونج میں یہ کہہ کر سومنات کے مندر کے ٹکڑے کر دیئے کہ۔۔۔

اے ربِ دو جہاں : صر
حق پرستوں کی اگر کی تو نے دل جوئی نہیں
طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں
درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم اسلامی دنیا کی ہر میدان میں سپاہی اور دنیا
کے سرمایہ داری کے سومنات۔۔۔ بڑے بڑے چوہدریوں کے مہادیو۔۔۔ بڑے بڑے
دولت مندوں کے بت خانے اور عیاش شاہ جاگیرداروں کے لات و منات دیکھ کر کپارا
اٹھتا ہے۔۔۔ کہ

ص۔۔۔ کیا نہیں ہے اور غزنوی کا کہ حیات میں
نیٹھے ہیں کب سے منتظر اہل حرم کے سومنات
کہ کیا اس کا ثباتِ ارضی اور پوری اسلامی دنیا میں اب کوئی بھی محمود غزنوی

جیسا مجاہد اور بیت شکن نہیں ہے جو اسلامی دنیا میں اپنی قوت ایمانی اور اپنے
 پیرو مرشد کی طاقت روحانی اور ان کے پاک کرتے کی برکت اور حضرت محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کو بے وضو زبان پر نہ لانے کی سعادت اور آداب
 نبوت کے جاہ و جلال سے۔ بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کو یہودیوں کے
 بیخبر استبداد سے چھڑانے کی سعادت حاصل کرے اور پوری اسلامی دنیا میں
 ذلت و رسوائی کے اندھیروں میں عزت و وقار کے چراغ جلا سکے اور پاکستان
 جیسی اسلامی مملکت پر ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کر سکے۔
 اور غنڈہ گردی۔ تخریب کاری اور عیاشی و فحاشی کی ظلمتوں میں آئین اسلام کی قندیل
 اور نظام مصطفیٰ کا سورج طلوع کر سکے اور ملک کے ہزاروں سرمایہ داری کے سونماتوں
 — لاکھوں جاگیرداروں کے بتوں اور کروڑوں باطل پرستی کے مہادیوں کو اسلامی
 گمراہ سے پاش پاش کر کے پاکستان کی اس نام نہاد پاک سرزمین کو اپنی طہارت و پاکیزگی
 کے ذریعہ اسے صحیح معنوں میں پاک و صاف کر کے اس خطہ زمین کو فرشتوں کے لئے
 بھی باعث رشک بنا سکے اور پھر وہ مرد قلندر جب چاروں طرف دیکھتا ہے اور اسے کوئی
 بھی محمود و غزنوی جیسا بہادر کفن بردوش مجاہد اور بیت شکن غازی اور عدل و انصاف
 کے ترازو کو پورا تو لے والا اور محمد کے نام پر انگوٹھے چومنے والا اور آنکھوں پر لگانے والا
 عاشق رسول دکھائی نہیں دیتا تو خود ہی فریاد کرتا ہے —

بھئی اے حقیقت قنطر نظر آ بس مجباز میں !
 کہ ہزاروں بحدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں
 نہ وہ عشق میں وہ سرفروشاں نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
 نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں
 قارین کرام — صاحبزادہ سید افتخار الحسن — درویش لاہوری اقبال مرحوم

کے نظریہ کی تائید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آج اس کائناتِ ارضی اور ماری اسلامی
 دنیا میں محمود غزنوی جیسا غیور شہنشاہ۔ بہادر حکمران اور شکر اسلام
 کا سرفروش سپہ سالار اور عاشقِ رسول غازی نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو آج سے ایک
 سال پہلے سلیمان رشدی جیسا گستاخِ رسول، موت کے فرشتے کے ہاتھوں ذلت
 کی موت مرکزِ جہنم کی آگ کا ایندھن بن گیا ہوتا۔

اور آج اسلام کے نام پر حاصل کی ہوئی اس نظریاتی مملکت و ریاست میں
 عیاشی و فحاشی کے بدنام اڈے قائم نہ ہوتے۔ غنڈہ گردی اور بد معاشی کے
 اثر و عوام کا خون نہ چوستے اور بازاری غنڈے اپنی بدکرداری اور فحش کاری کے
 ذریعہ غیرتِ ایمانی کی چادر دیواری کو پھاند کر اپنی ہی بھڑبھڑائیوں اور بھنوں کی شرم و
 حیاء کی چادر کو نہ پھاڑتے۔

اور نہ کسی نااہل سیاستدان مجیب الرحمن کو یہ کہنے پر کہ ادھر ہم اور ادھر تم، مشرقی
 پاکستان، بنگلہ دیش بنتا اور نہ ہی ہندوستان کے خلاف ایک ہزار سال لڑنے والی
 تلوار شملہ کی فلک بوس پہاڑیوں پر ایک برہمن عورت اندرا گاندھی کے پاؤں میں ٹوٹ
 گئی اور نہ ہی آج ہندوستان کا وزیر اعظم راجیو گاندھی پاکستان آکر پوری ملتِ
 اسلامیہ کے لئے توہین کا باعث بنتا۔

اور آج اگر محمود غزنوی جیسا کوئی اسلام کا شیدائی۔ دین کا فدائی اور میدانِ
 جنگ میں ہزاروں بہنوں کو توڑنے والا بہادر ہوتا تو اس پاکستان میں آئینِ اسلام
 کا راج ہوتا۔ نظامِ مصطفیٰ کی حکمرانی ہوتی۔ احکامِ قرآن کی بالادستی ہوتی۔ اور
 عدالتوں میں عدل و انصاف کے ترازو پر پورا تو لا جاتا۔



واجب القتل !

ہر مزارائی کی سزا پھانسی کا تختہ ہے !

حضراتِ محترم — یہ بھی یاد رہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے آپ کو نبی کہنے والے پر واجب القتل ہونے کا فتویٰ کسی مولوی — کسی فقہیہ — کسی خطیب اور کسی شیخ القرآن اور کسی شیخ الحدیث کی اختراع نہیں ہے بلکہ یہ فتویٰ اس یارِ غار، صاحبِ مزار اور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار ساتھی اور دانشناس رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ہے جس ابتدائے اسلام اور خاتم الانبیاء علیہ السلام کے وصالِ پاک کے بعد مدعی نبوتِ مسیلمہ کذاب کے خلاف ایک بہت بڑی جنگ لڑ کر پانچ ہزار حفاظِ قرآن شہید تو کروا دیئے مگر یہ برداشت نہ کر کے کہ محبوبِ خدا علیہ السلام کے بعد کوئی یہ کہنے کہ میں نبی ہوں ! —

اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس مسئلہ پر اجماع امت ہوا وہ یہی تھا کہ تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت چاہے وہ ظلی ہو یا بروری اور چاہے وہ لاہوری یا قادیانی کی نبوت کا مدعی واجب القتل ہے۔

اور پھر اس خلیفہِ اول اور جانثارِ ختم نبوت کے جازی کئے ہوئے فتویٰ پر ہر مسلمان حکومت یہی عمل کرتی رہی کہ مزارائی کی سزا موت ہے۔ اور اس شیطانی ٹوٹے اور اسلام کے باغی گروہ اور ختم نبوت کے غداروں کو پھانسی کے تختہ پر لٹکاتی رہی —

۱۔ مثلاً — ۱۹۰۲ء میں افغانستان کی غمخور اور بہادر حکومت نے عبدالطیف نامی ایک مزرائی کو مرتد قرار دے کر پھانسی کی سزا سنائی۔
 ۲۔ اور ۱۹۳۳ء میں ملا عبدالحمید اور انور نامی قادیانی انگریزوں کی جاسوسی کے لئے افغانستان گئے لیکن وہاں راز فاش ہو گیا اور دونوں کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔

۳۔ اور ۲۰ جنوری ۱۹۲۵ء میں غازی اسلام مصطفیٰ کمال پاشا کے ایک خاص عہدیدار کو ترکی کے حق پرست علمائے کرام کے فتویٰ کے پیش نظر پھانسی کی سزا دے دی گئی۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

جہادِ ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی جنگِ پیامہ —

بات یہ ہوئی کہ مسیلمہ کذاب نامی ایک بدطینت و بدفطرت اور اسلام کے ایک باغی انسان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ بس پھر کیا تھا مسلمانوں میں اس کے خلاف نفرت و عداوت کی ایک آگ بھڑک اٹھی۔

اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم اور خلافتِ اولِ اسلامیہ کے منشاء کے پیش نظر اسلامی لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپہ سالاری میں اور مہاجرین، حضرت سالم بن مولا ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علم برداری اور انصار میں حضرت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرداری میں حکمران ختمِ نبوت کے خلاف میدانِ ایماں کی طرف روانہ ہو گیا۔ مدعی نبوت مسیلمہ کذاب چالیس ہزار جنگی جوان لے کر میدان میں آ رہا ہوا تھا اور پھر بالآخر دو تلواریں آپس میں ٹکرائے لگیں اور دونوں طرف سے نیکناز آگ برسانے لگے۔

لیکن چونکہ — اہل اسلام حق و صداقت کے لئے اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت و تاج ختمِ نبوت کے تحفظ کی خاطر جانیں قربان کر رہے تھے اسلئے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

حضرت خالد و ثمن اور مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہو کر زوردار نعرہ لگا رہے تھے۔

کہ — انا ابن الولید —

اور پھر اپنے ہادی و راہنما اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد کے لئے پکارا —
 يَا مُحَمَّدُ اِصْلِحْ لِي (صلی اللہ علیہ وسلم) —

اور حضرت خذیفہؓ نے کچھ ان الفاظ میں مسلمانوں کو جوش و ہلا رہے تھے۔

يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِالْأَعْمَالِ —

کہ — اے قرآن والو! — قرآن کو اپنے خون سے یعنی اپنے اعمال سے یعنی
 اپنی شجاعت اور بہادری سے زینت دو۔ ! —

اور اس حق و باطل کی جنگ اور منکرین ختم نبوت کے خلاف اس جہاد میں
 مسلمان شہادت بھی پا رہے تھے اور اپنے سپہ سالار کو مدد کے لئے بھی پکار رہے تھے
 وَنَارُؤَامِنْ كُلِّ جَانِبٍ اِخْلَصْنَا يَا خَالِدُ —

دشمن اور ختم نبوت کے غداروں کی صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے تھے
 اور یہ نعرے بھی لگاتے جا رہے تھے —

الْيَوْمَ يَكْتُمِي مِنَ الْفُلَاكِ —

کہ — آج کے دن میدان سے بھاگنا ہمارے لئے شرم و حیا کی بات ہے یہ
 اور — ادھر سیلہ کذاب بھاگتے ہوئے اپنے حمایتیوں کو یہ کہہ کر جوش
 دلا رہا تھا —

قَاتِلُوا عَنْ أَحْسَابِكُمْ وَأَمْنَعُوا نِسَاءَكُمْ —

کہ — یارو اپنے حسب و نسب کے لئے لڑو اور اپنی عورتوں کا دفاع کرو۔
 اور پھر جب اس معرکہ ختم نبوت میں دشمنوں کو شکست پر شکست ہونے لگی
 تو وہ بھاگ کر جب ایک بہت بڑے باغیچے میں چھپ گئے۔ —

تو حضرت برائین مالک رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی قیادت سنبھال لی — اور وہ باغیچہ کی طرف بھاگے اور دوسرے شیعہ ختم نبوت کے پروانوں کو اپنے پیچھے آنے کی دھمک دیتے ہوئے پکارے۔

إِلٰی یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَنَا بَرَاءٌ مِنْ مَالِکِ اِلٰی اِلٰی —

مسلمان جبران تھے کہ باغیچہ کے اندر کیسے جائیں کیونکہ دروازہ بند تھا تو حضرت برائین مالک نے کہا کہ مجھے اپنے جہموں اور سروں پر اٹھا کر اندر بھینک دو — اور پھر مسلمانوں نے ایسا ہی کیا اور انہوں نے اندر جا کر اپنی اسلام کی تیغ برائے کے ایسے جوہر دکھائے کہ دشمنوں کے ہوش اڑ گئے۔ انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ مسلمان اندر چلے گئے۔

عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے الحکم الیمامہ جو کہ مسیلمہ کذاب کی فوج کا سپہ سالار تھا، قتل کر دیا اور وحشی نے خنجر مار کر مسیلمہ کذاب کو موت کے گھاٹ اتار دیا —

حضرات گرامی! — یاد رہے کہ یہ وہی وحشی ہے جس نے میدانِ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور اسلام لانے کے بعد رسول اکرم علیہ السلام نے اعلان کر دیا تھا کہ وحشی کبھی میرے سامنے نہ آئے۔ مگر — صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ آج اگر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حیاتِ ظاہری میں ہوتے تو وحشی کو سینہ سے لگا کر ضرور فرماتے کہ — اے وحشی ختم نبوت کے منکر اور میرے بعد مدعی نبوت کو قتل کر کے جنت خرید لی ہے تو نے — پاکستان کے مسلمانوں — یاد رکھو کہ اس جہاد میں دشمن کے اکیس ہزار آدمی مارے گئے اور مسلمانوں کے چھ سو پورے قربان ہوئے جن میں عثمان بن مظعون، حضرت ابو جہلؓ اور حضرت زید بن الخطابؓ بھی شامل ہیں —

اور یہ بھی یاد رہے کہ سیلمہ کذاب اور ان کے جواری نمازی بھی تھے اور حاجی بھی،
 آذائیں بھی دیتے تھے اور کلمہ شریعت بھی یہی پڑھتے تھے اور آذان میں بھی اقرار کرتے تھے۔
 شہدان محمد رسول اللہ مگر پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک واجب القتل
 ٹھہرے اور ان کے خلاف جہاد ایسا ہی جائز رکھا گیا جیسا کہ جنگ بدر میں مشرکین مکہ
 کے خلاف —

آج پاکستان میں بھی مرزائیوں کی یہی حالت ہے مگر ہیں — واجب القتل!
 قارئین کرام! — آپ پڑھ چکے ہیں کہ ہر اسلامی حکومت مرزائیوں کو بھانسی
 کے تختہ پر لٹکاتی رہی مگر ہندوستان میں ایسا نہ ہو سکا۔
 کیوں؟ —

اس لیے کہ ہندوستان میں حکومت اسلامی نہ تھی — انگریزی تھی۔ اور
 مرزا غلام احمد کی بھوٹی نبوت — انگریزوں کا لگایا پودا تھا —
 افسوس تو یہ ہے کہ پاکستان بن جانے کے بعد اس اسلامی جمہوریہ
 مملکت میں بھی ایسا نہ ہو سکا۔
 کیوں؟ —

اس لیے کہ ملک کا وزیر خارجہ مرزائی کو بنا دیا گیا — چوہدری سر ظفر اللہ



انگریزی نبی کی گستاخیاں

قارئین کرام! — پچھلے صفحات میں قرآن و حدیث اور مستند روایات کی روشنی میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے! جیسا کہ سلیمان رشدی کی شیطانی کتاب پر دینی — اسلامی اور مذہبی راہنماؤں کی طرف سے یہ فتویٰ لگایا جا چکا ہے — اور اب روشن دلائل سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ انگریزی نبی یعنی مرزا غلام احمد قادیانی بھی اپنی گستاخیوں کے باعث واجب القتل ہے اور اس کی نبوت کو تسلیم کرنے والے مزارائی بھی پھانسی کی سزا کے مستحق ہیں —

یہ نبوت چاہے ظلی ہو، روزی اور یا لاہوری ہو یا قادیانی — اور پھر یہ کم بخت توذات الوہیت کا بھی بے ادب ہے اور شان ربوبیت کا بھی گستاخ ہے! پھر یہ اور اس کے ماننے والے واجب القتل کیوں نہیں؟ —

گستاخی نمبر ۱ — حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں انجام آتھم ص ۳۱ —

ہم نے بار بار سمجھایا کہ عیسیٰ پرستی، بت پرستی اور ایم پرستی سے کم نہیں اور ایم کا بیٹا کو شلیا کے بیٹے سے کچھ زیارت نہیں رکھتا —

گستاخی نمبر ۲ — انجام آتھم ص ۳۸ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ عیسائی لوگ اس شخص کو تمام عیسویوں سے مبرا سمجھتے ہیں جس نے خود اقرار کیا کہ میں نیک نہیں اور جس نے شراب خوری اور قمار بازی اور کھلے طور پر دوری

عورتوں کو دیکھنا جائز رکھ کر بلکہ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کماٹی کا تیل ڈلو کر اور اس کو یہ موقع دے کر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگا دے اپنی تمام امت کو اجازت دے دی کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی حرام نہیں ہے۔

نَعُوذُ بِاللّٰهِ — نقلِ کفر، کفر نہ باشد۔!

گستاخی نمبر ۱۱ — ضمیمہ انجام آتھم ص ۵ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق انگریزی اور بناپتی بنی اپنی منحوس اور ملعون قلم سے خود لکھتا ہے — کہ ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی — اور آپ کو جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی —

گستاخی نمبر ۱۲ — ضمیمہ انجام آتھم ص ۶ جناب روح علیہ السلام کے متعلق اپنی جہالت یوں ظاہر کرتا ہے —

کہ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے کہ تین دادیاں اور زانیاں آپ کی زنا کار اور کبھی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا —

گستاخی نمبر ۱۳ — ضمیمہ انجام آتھم ص ۹ — ہم ایسے ناپاک خیال اور شکبر اور استبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اسے بنی مان لیں —

حضرات محترم — دیکھا اور پڑھا آپ نے! کہ یہ لعین و مرتد انگریزی بنی کس بدزبانی اور اپنی فحش قلم سے اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ رسول علیہ السلام کی شانِ اقدس میں گستاخانہ الفاظ تحریر کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بنی کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے مقدس القاب سے نوازتے ہوئے اسی کی زبان پاک سے آخری بنی اور محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا اعلان کروایا —

پارہ ۲۸ — سورۃ الصف — آیت ۵ — وَأَذَقْنَا عِيسَىٰ

ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدر قالما بین
 یدی من التوراة ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد
 کہ — جب مریمؑ کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا
 کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف رسول بن کر آیا ہوں اور تورات میں جو کچھ ہے
 اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسولؑ کی خوشخبری دیتا ہوں جس
 کا نام نامی احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا —

اور خداوند تعالیٰ کے اس پیارے رسولؑ کی عظمت و شان کے متعلق بکواس کرتا
 ہے کہ قرآن مجید میں جس رسولؑ کی ولادت کی خوشخبری ان کی ماں حضرت مریمؑ کو
 فرشتوں نے دی تھی —

پارہ ۳ — سورۃ ال عمران — آیت ۴۵ — اذ قالت
 الْمَلَائِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکَ بِکَلِمَةٍ مِنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیِّحِ عِیْسٰی
 ابْنِ مَرْیَمَ وَجِیہًا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۝
 کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام — دنیا و آخرت میں حسین و جمیل اور وجیہہ و خوبصورت
 ہوگا — کلمۃ اللہ ہوگا اور دین و دنیا میں بڑا ہی معزز و مقرب ہوگا —
 تھارین کرام! — اپنے مرزا قادیانی کی بجواس حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 کے متعلق سنی اور پھر قرآن پاک میں ان کی شان و شوکت اور عظمت بھی پڑھی — اور
 ان کے گرانقدر القاب بھی پڑھے اور ان کی وجاہت و شرافت کا نقشہ بھی دیکھا تو
 اب نتیجہ یہی اخذ ہوگا کہ —

گستاخ رسول واجب القتل ہے

اور پھر قرآن حکیم نے ہی آپؐ کی ماں حضرت مریمؑ کو صدیقہ فرمایا ہے اور جنگل میں
 ایک سوکھی ہوئی کھجور کے تنے کو ہلانے سے تازہ کھجوریں گرنے لگیں اور پاؤں کی ٹھوکر

سہ بانی کا چشمہ جاری ہو گیا تھا —

مرزا تو ان کے متعلق یوں بدزبانی کرتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین دادیاں اور زانیاں زنا کار اور کبھی عورتیں تھیں —

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اس پاگل کو یہ لکھتے ہوئے اتنا بھی یاد نہ رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہی نہ تھا تو تین دادیاں کہاں سے آگئیں اور پھر جس کی ماں صدیقہ ہو اس ماں کی ماں زنا کار کیسے ہو سکتی ہیں اور جس مریم علیہا السلام کو فرشتوں نے یہ روح پرور پیغام دیا ہو کہ اللہ کریم نے تجھے دنیا کی عورتوں میں پاکیزگی — طہارت اور نفاست کے باعث چن لیا ہو اور پھر جس مریم کی ماں یعنی عمران کی بیوی کی نذر سے مریم پیدا ہوئی ہو — ایسی پاکیزہ — نیک سیرت اور شرم و حیا کی مجسمہ پر الزام لگانا کفر نہیں تو اور کیا ہے ؟

اور پھر قرآن پاک ہی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمالات و معجزات اور ان کی صفات بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا ہو —

کہ وہ — مادرزاد اندھوں کو بینائی دیا کرتے ہیں ، کوڑھ والے کو شفا بخشتے ہیں — برص والوں کو اچھا کرتے ہیں اور عوام کے گھروں کی تمام خبروں — اور حالتیں جانتے ہیں —

پھر ایسی عظیم رسول کی شان میں یہ کہنا کہ اسے جھوٹ بولنے کی عادت تھی — بدکار عورتوں سے تیل ملواتے تھے — اور وہ بھلے مانس آدمی بھی نہ تھے واجب القتل ہونے کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے ! —

اور پھر — جس کی ولادت باسعادت کا پیغام دینے اور خوشخبری سننے کے لئے حضرت جب بریل علیہ السلام لباس بشری میں حضرت بی بی مریم علیہا السلام کے پاس آئے — سورۃ مریم — وَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا — اور پھر —

جس روح اللہ علیہ السلام نے پگھوڑھا میں ہی کھیلے ہوئے یہودیوں کو بتلادیا تھا۔
 اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اَتَانِیْ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ - نَبِیًّا -

کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ کتاب لے کر آیا ہوں اور نبوت کا تاج پہن کر
 آیا ہوں۔ تو پھر ایسے برگزیدہ نبی اور روح اللہ کی شان رکھنے والے رسول کی
 شان میں بازاری زبان استعمال کرنی اور قرآن پاک کا مذاق اڑانا اور اللہ تعالیٰ
 کے منشاؤں کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا جہنم کی آگ کا ایندھن بننے کے مترادف ہے
 کہ نہیں۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ فرشتے تمام نوری ہیں۔ جیسا کہ
 شکوۃ شریف میں ہے۔ خُلِقَتْ الْمَلَائِکَةُ مِنَ النُّوْرِ۔ اور حضرت
 جبریل علیہ السلام فرشتوں کے امام اور پیشوا ہی نہیں بلکہ رسول بھی ہیں لیکن
 جب وہ لباس بشری میں حضرت مریمؑ کے پاس آتے ہیں تو آج تک کسی بد عقیدہ
 مولوی نے جبریل کو بشر نہیں کہا۔

لیکن جب قرآن پاک میں نبی اکرم اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم قد جاء۔
 حکم من اللہ نوح۔ فرمایا گیا ہے اور نور ازلی و حقیقی جب لباس بشری میں
 حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کی آغوش مبارک میں آگیا تو آج تک اس موضوع پر
 مناظرے ہوتے چلے آ رہے ہیں کہ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے یا بشر

جبکہ آپ کی والدہ محترمہ نے بھی فرما دیا کہ
 خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرًا۔

کہ میرے بطن پاک سے نور نکلا۔

اور پھر بچپن میں ہی ایک دودن کے بعد ہی۔ حضرت عیسیٰ علیہ نے ماں کے اشارہ

کو سمجھتے ہوئے پنگھوڑے میں ہی کلام کی تھی، اسے بے عقل۔ بے سمجھ اور بے شعور کہنا کفر و باطل اور واجب القتل ہونے کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
گستاخی نمبر ۶۔ نزول المسیح ص ۳

انگریزی بنی مرزا قادیانی اپنی اس کتاب میں شانِ نبوتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں لکھتا ہے۔ کہ میں وہ آئینہ ہوں جس میں شکلِ محمدی اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔ اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفیٰ و مجتبیٰ نہ رکھتا۔

اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۹۹ میں اس طرح بکواس کرتا ہے۔
آدم نیز احمد مختار۔ دربرم جامہ ہمد ابرار۔

کہ نعوذ باللہ۔ میں آدم بھی ہوں اور احمد مختار بھی۔ اور ہر بنی کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہوں۔

مرزا قادیانی کی جہالت۔ حماقت اور بے وقوفی کی انتہاء دیکھو کہ اپنے آپ کو محمد و احمد کہتا ہے۔ ایسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو بنی اسرائیل کو جس بنی کی خورشجری دی تھی اس کا نام احمد بتلایا تھا۔ اور اس انگریزی پورے نے وہ احمد اپنے آپ کو سمجھ لیا۔

حالانکہ اس کا نام غلام احمد ہے۔ تو احمد کی غلامی کا پٹہ گردن سے اتار کر احمد بن جانا ہی کفر کے اندھیرے میں ڈوبنے کے مترادف ہے۔

حالانکہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب لوگوں نے آپ سے تعارف چاہا تو آپ نے فرمایا۔ اَزَاذِ غَمَوۃِ اِبْرٰہِیْمَ وَاَنَا بَشَارَةُ عِیْسٰی۔ کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس بنی کے لئے دعا کی تھی وہ ہوں۔ اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس احمد کی خوشخبری سنائی تھی وہ بھی نہیں ہی ہوئی۔
۴۲۔ کتابوں کے حوالوں سے۔

اور پھر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

أَنَا فِي الْأَرْضِ مُحَمَّدٌ وَفِي السَّمَاءِ أَحْمَدٌ۔

کہ۔ زمین پر میرا نام محمد ہے اور آسمانوں پر میرا نام احمد ہے۔

قارئین حضرات! — ایک نکتہ کی بات سنئے! کہ فنا فی اللہ
ہو کر شیخ منصور کی زبان سے نکل گیا — اَنَا الْحَقُّ — تو تختہ دار پر چڑھ گیا۔
مطلب یہ کہ ریاضت و عبادت اور شب بخیزی کے باعث شیخ منصور کو خدا
کہنا تو آسان نظر آیا مگر محمدؐ وہ بھی نہ بن سکا —

اور شیخ عبدالحق محدث و محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شیطان کسی کو
خواب میں آکر یہ تو کہہ سکتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں محمدؐ ہوں۔
حتی بصورت پروردگار تو اندام

اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —
مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى لَانَ الشَّيْطَانِ لَا يَتِمُّ لِي صَوْتِي

کہ، جس نے خواب میں مجھے دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری
مثل نہیں بن سکتا۔

تو صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدیؒ ان روشن حقائق کے پیش نظر یہ کہنے میں
حق بجانب ہے کہ شیطان تو مثیل محمدؐ و احمدؑ نہ بن سکے مگر یہ قادریؒ مرزا اپنے آپ کو
یعنی مثیل عیسیٰؑ اور کبھی مثیل محمدؐ کہتا ہے۔

جیسے شاید یہ کسی شیطان کا بیٹا ہو!

ترمذی شریف — جلد ۲ — باب فضائل عمرؓ — رسول اکرم صلی اللہ علیہ

و سلم نے فرمایا: —

لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عَمْرًا ابْنُ الْخَطَّابِ —

کہ اگر میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو خطاب کا بیٹا حضرت عمرؓ ہوتا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا کہ اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت
عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نبوت کی تمام صفات موجود تھیں، تو اگر حضرت عمرؓ کے
اندر نبوت کی تمام صفات موجود ہونے کے باوجود وہ اپنے آپ کو نبی نہیں کہتے۔ تو
یہ قادیان کا کانا کون ہے۔

گستاخی نمبر ۷ — حقیقت الوحی ص ۸۸ — باب ۲ —

اَنَا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا مِّنَ الْقَادِيَانِ — ازالہ اوہام ص ۹۲ و ۹۲۵
تو میں نے سنکر تعجب کیا کہ قرآن مجید میں قادیان کا نام بھی ہے۔ تین شہروں کے
نام اعزاز کے ساتھ قرآن مجید میں درج ہیں — مکہ — مدینہ — اور قادیان —
حضرت گرامی — صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ خدا کا قرآن نبی
کے پیچھے پیچھے چلا بنی خدا کے قرآن کے پیچھے پیچھے نہیں گیا۔

مطلب یہ کہ اگر نبی مکہ میں، تو قرآن مکی ہوا اور اگر نبی مدینہ میں تو قرآن مدنی ہوا۔
مگر یہ جاہل انگریزی بنی کہتا ہے کہ نہیں قرآن قادیانی بھی ہے۔
گویا کہ نزول قرآن میں رد و بدل کر کے جہنم کی سزا کا مستحق ہو گیا۔
گستاخی نمبر ۸ — حقیقت الوحی — جلد ۳ ص ۹۹

لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ —

کہ — اگر میں تجھے پیر نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

گستاخی نمبر ۹ — یہی کتاب ص ۱۰ و تذکرہ ص ۸۱ — الہام ہوا

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ —

گستاخی نمبر ۱ — نزول المسیح ص ۹۹۔

کر بلائے ہست سیر ہر آنم

صد حین در گریبانم

کہ میں کر بلا کی ہر وقت سیر کرتا رہتا ہوں اور سو حین میرے گریبان میں ہیں۔
صاحبزادہ سید افتخار الحسن تو کہتا ہے —

کہ

اے کر بلا کی خاک تجھ میں وہ موتی ہے کہ جس کو

دیکھنے کے لئے سورج بھی نگاہیں مانگے

عشق سے لوگ پناہ مانگتے ہیں اکثر

پر یا حسین تجھ سے تو عشق بھی پناہیں مانگے

اے

نظر بھی ہار گئی اب خبر کہاں سے ملے

نہ پوچھ اہل نظر سے کہ کہاں کہاں ہے حسین

اور اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں بتا دوں گا

کہ جہاں جہاں ہے محمد وہاں وہاں ہے حسین

گستاخی نمبر ۱ — براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۵۶

بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرا خدا سے تعلق ناقابل بیان ہے

جسے قاضی یار محمد نے اپنے ٹریکیٹ نمبر ۳۲ میں تحریر فرمایا ہے —

کہ ”حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ فرمائی ہے کہ کشف کی حالت

اس پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کا اظہار

فرمایا تھا۔ گویا کہ مرزا یا سکل خدا کی بیوی تھا۔“

گستاخی نمبر ۱۱ — تذکرہ ص ۵۲۶ ،

اَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ وَلَدِي — کہ تو میرے ہاں بیٹے جیسا ہے۔

گستاخی نمبر ۱۲ — حقیقت الوحی — حصہ ۲ — ص ۱۹۹

يَا قَبْرُ يَا شَمْسُ اَنْتَ مِنِّي وَاَنَا مِنْكَ —

کہ، تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں —

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے

غیور مسلمانو! — ان حوالوں اور ان گستاخیوں سے تو قرآن کی سورۃ اخلاص کا

مفہوم و معانی ہی بدل جاتے ہیں — کہ اللہ ایک ہے — اللہ بے نیاز ہے!

نہ اس نے کسی کو جنا — نہ کوئی بیٹا اور نہ کوئی رشتہ دار اور نہ ہی اس کا کوئی خاندان

اور نہ ہی کوئی برادری — وہ — واحد لا شریک اور ازلی اور ابدی ہے! —

حضرات گرامی! — یاد رہے کہ اس بھوٹے اور انگریزی نبی کی ہر کتاب

میں ہزاروں گستاخیاں پائی جاتی ہیں — اور ہر گستاخی پر پھانسی کی کسڑا —

سنرائے موت اور واجب القتل ہونے کا ثبوت —! پھر کہاں تک ان

گستاخیوں کی نشاندہی کی جائے، ان کے شمار کیے ایک دفتر اور ایک ضخیم کتاب

چاہیے! —



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کاروان ختم نبوت

قارئین محترم! — آؤ ذرا اس مقدس قافلہ کی تاریخ کے اوراق بھی الٹ کر دیکھیں کہ جہنوں نے اپنی زندگیاں ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کر رکھی تھیں اور انگریزی استبداد اور فرنگی ظلم و ستم کے عہد حکومت میں بھی ناموس رسالت علیہ السلام کی پاسبانی کرتے ہوئے دار و رسن کو چومتے رہے اور جلیوں کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بھی تخت و تاج ختم نبوت کے ایمان افروز نعروں سے ایوان سلطنت کی دیواروں کو پاش پاش کرتے رہے —

بقول سید عطاء اللہ شاہ بخاری — کہ میری ساٹھ سال کی عمر ہے جو آدھی ریلوں میں گزر گئی اور آدھی جلیوں میں

اور تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ساتھ فرنگی راج کے خاتمہ کے لئے یعنی ہندوستان کے پاؤں سے انگریز کی غلامی کی زنجیری توڑ کر یہاں کے عوام کو آزادی کے سد بہار گلشن کی آبشاری اپنے خون سے کرتے رہے —

حضرات گرامی! — ادھر مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ادھر اس

کی سرکوبی کیلئے مجلس احرار اسلام کے نام سے ایک مجاہدینہ تنظیم سرزمین ہند میں پوری آب و تاب سے ابھری جس میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور اہل تشیع

یعنی ہر مکتب فکر کے سرکردہ اور جید علمائے کرام کا ایک کارواں میدانِ عمل میں اُتر آیا۔
جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں: —

دیوبندی حضرات کے سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ مولینا محمد علی صاحب جالندھری۔
مولینا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی۔ مولینا حبیب الرحمن صاحب
لہریانوی۔ مولینا لال حسین صاحب اختر۔ مولینا محمد حیات صاحب کھوٹھا
پسروری اور مولانا تاج محمود صاحب فیصل آبادی —
بریلوی حضرات کے اسمائے گرامی یہ تھے —

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ۔ مناظر اسلام
علامہ سید محمد مسعود صاحب الہڑوی۔ مولینا محمد یوسف صاحب سیالکوٹی اور
صاحبزادہ سید افتخار الحسن صاحب —

اور اہل حدیث حضرات کے اسمائے گرامی یہ تھے —

مولینا داؤد غزنوی صاحب۔ مناظر اسلام مولینا عبد القادر صاحب روپری۔
مولینا میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور مولانا عبید اللہ صاحب احرار اور شیعہ
حضرات کے علمائے کرام کے اسمائے گرامی یہ تھے: —

علامہ کفایت اللہ صاحب۔ علامہ مظہر الدین صاحب اظہر۔ مولینا مظفر علی
صاحب شمسوی اور مولینا محمد اسماعیل صاحب —

قارئینِ کرام! — مزائیت کے خلاف معرضِ وجود میں آنے والے اس
کارواںِ ختمِ نبوتؐ والے جید علمائے کرام اور مفتیانِ شرع متین ہونے کیساتھ
ساتھ، شعلہ نوا خطیب۔ آتش بیان مقرر اور سحر الکلام واعظ بھی تھے جو ملک
میں انگریزی استبداد اور مرزائیت کے خلاف اپنی اپنی شعلہ نوائی سے آگ لگا
دیا کرتے تھے۔

جنرل محمد ایوب خاں مرحوم نے جب ملک میں مارشل لا لگائی اور ملک کی تمام پارٹیوں پر پابندی لگادی تو مجلس احرار اسلام توڑ کر اس کا نام ”مجلس تحفظِ نبوت“ رکھ لیا گیا جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے! — اور میں یعنی صاحبزادہ سید افتخار الحسن اگرچہ نہ مجلس احرار اسلام کا اور نہ کبھی مجلس تحفظِ نبوت کا ممبر رہا ہوں، مگر ۳۵ سال سے ان شمعِ محمدی کی ختمِ نبوت کے پروانوں کے ساتھ مرزائیت کے خلاف جہاد میں مصروف ہوں — اور یہ میرے والد گرامی مولانا سید محمود مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے خون کی کرامت ہے کہ جنہوں نے سب سے پہلے قادیان جا کر مرزا محمود کو لٹکایا اور دعوتِ باہلہ دی —

حضراتِ محرم! — آج مجھے اس کاروان کی غبارِ راہ بھئیے یا اس کو رخاں دی ڈار وچوں وچھڑی ہوئی — اک کو بج

اور مجھے اس قافلہ کی گردِ راہ بنانے کا سہرا مولانا تاج محمود صاحب کے سر ہے۔ جن کی دوستی نے میری زندگی اور شہرہ آفاق خطابت کی ہر منزل اور ہر سٹیج پر مجھے واہِ تحسین سے نوازتے رہے اور آخر ۱۹۵۳ء کی تحریک میں مجھے پوری طرح اس مقدس قافلہ کا ایک ادنیٰ سا رضا کار بنا کر ملتِ اسلامیہ پاکستان کے سامنے پیش کر دیا۔

اور آج کل میں بیماری و عدالت اور کمزوری و ناتوانی کے باوجود بھی جہاں کہیں ختمِ نبوت کی شمع جلتی ہوئی نظر آتی ہے، جل مرنے کیلئے وہاں پہنچ جاتا ہوں۔

جیسا کہ میاں محمد علی نے کہا ہے! —

یاری سیج پتنگیاں والی شمع بلی آ دھمکے

پھیر نہ کہہ کر جاؤں جو گے اوتھے ای مر مٹے

اور — عشق کما سوا کھانا میں دیکھ خاں سوز پتنگ دا

خوشیاں نال حلقے وچہ آتشِ مزوں ذرا نیس سگدا

جے توں عاشق بنسناں لوڑیں پلہ پکڑ سجن دا
 جان منگے تے دیہہ شتابی سرفہ کریں نہ تن دا
 احباب کرام۔۔۔ اب میں اس مجلس کے دیوانوں میں خاتم المقرین
 کے خطاب سے مشہور ہوں۔۔۔

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ چنیوٹ کے وسیع میدان اور حسن انتظام کے تحت سالانہ ختم نبوت کانفرنس شروع تھی، دو دن کے بعد رات کے ایک بجے مولینا تاج محمود صاحب مرحوم کی صدارت میں، میں نے آخری تقریر شروع کرتے ہوئے کہا کہ حضرات محترم۔۔۔ اس کانفرنس کی آخری تقریر میری ہے۔۔۔ کانفرنس کی انتظامیہ اور اشتہار میں پروگرام کے مطابق میرے بعد کوئی مقرر نہیں ہے۔ اسیلئے کہ میری تقریر کے بعد کانفرنس ختم ہو جائے گی، لیکن اگر کوئی پاگل انسان کہے کہ صاحبزادہ صاحب کے بعد میں بھی تقریر کروں گا تو انتظامیہ کہہ سکتی ہے کہ پاگل اور احمق انسان صاحبزادہ صاحب کی تقریر کے بعد تو کانفرنس ختم ہو جائے گی تو تو تقریر کس کو سنائے گا اور اگر وہ منکر کرے تو انتظامیہ کہے گی کہ اچھا کر لینا مگر تو ہمارے پروگرام میں شامل نہیں ہے۔۔۔

یہی حال مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا دفتر تیار ہوا اور اس دفتر کے تحت انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے وقت میں آتے رہے یہاں تک کہ ہمارے آقا و مولا محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔۔۔

مگر۔۔۔ ان کے بعد قادیان نے آواز اٹائی، میں بھی ان کے بعد نبی ہوں۔۔۔ تو علمائے حق پرست کی طرف جواب آیا کہ پاگل انسان کرے اعلان مگر تو ہمارے نبوت کے دفتر میں شامل نہیں ہے۔۔۔

میرے یہ کہنے پر عوام پکار اٹھے کہ آج ختم نبوت کی سمجھ آگئی۔ اور ساتھ ہی مولینا

آنح محمود صاحب نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہہ دیا کہ آج سے صاحبزادہ سید افتخار الحسن صاحب خاتم المقرین ہیں اور پھر ساتھ ہی اس کا تائید سرلینا محمد علی جالندھری رحمہ نے بھی کر دی —

شلاً — بیان المیلاد النبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ فخر آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا وقت آیا — تو —

رأیت جبریل — میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ دودھ کے پیالے لئے کھڑے ہیں اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ بی بی آمنہ دودھ کا پیالہ پی لے میں نے شہد سے زیادہ میٹھا دودھ کا پیالہ پی لیا — تو جبریل علیہ السلام نے دوسرا پیالہ بھی پیش کر دیا — میں نے وہ بھی پی لیا — پھر جبریل علیہ السلام نے آواز دی —

أظهر يا خاتمة النبیین

کہ — اے انبیاء کے ختم کرنے والے نبی! اب آ بھی جاؤ — تو میں نے یعنی صاحبزادہ سید افتخار الحسن نے حضرت جبریل علیہ السلام سے عالم تخیلات میں پوچھا کہ ابھی تو یہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو رہے ہیں پھر تم کسے پتہ چلاہت کہ یہ خاتم النبیین ہیں —

تو جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس اس خاتم النبیین علیہ السلام تک وحی لانے والا تو میں ہوں اور انبیاء علیہم السلام کا وہ دفتر بھی میرے ہی پاس ہے جس میں تمام انبیاء کے اسمائے گرامی درج ہیں تو میں آج وہ دفتر دیکھ کر آیا ہوں اس میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی بی بی آمنہ کے لال کے بعد کسی نبی کا نام نہیں ہے لہذا میں نے اس بنا پر اسے —

”خاتم التبيين کہہ دیا ہے“

دوستو — یہ یاد رہے کہ بریلوی مکتب فکر کے علمائے کرام کا تعلق مجلس احرار اسلام یا تحفظ ختم نبوت سے صرف مسئلہ ختم نبوت تک محدود ہے۔ ایسے کہ یہ تو سارے کے سارے مسلم لیگی تھے اور میں —

شیخ القرآن علامہ عبدالغفور سزاروی ہویا غزالی دریاں محمد سعید احمد صاحب کاظمی ہوں۔ علمائے حق پرست نے ملکر ۱۹۵۲ء میں مرزا نیت کے خلاف ایک بھرپور تحریک علامہ

ابوالحسنات بریلوی کی صدارت میں چلائی — ایک مجلس عمل قائم کی گئی — بس پھر کیا تھا مرزا نیت کے خلاف نفرت کا آتش فشاں پھٹ گیا اور پھر بچہ بچہ اس خوفناک طوفان میں کود پڑا —

اور جب دولتانہ اور خواجہ ناظم الدین اس خالص دینی و مذہبی طوفان کے آگے کوئی بند نہ باندھ سکے اور مسلمانوں کے جذبات کو سیاسی بصیرت سے ٹھنڈا نہ کر سکے اور ان کے چند مطالبات کو تسلیم نہ کر سکے جو کہ مندرجہ ذیل تھے: —

۱۔ — مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

۲۔ — چوہدری ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے علیحدہ کیا جائے۔

۳۔ — مرزائیوں کو فوجی اور دیگر کلیدی آسامیوں سے سبکدوش کیا جائے۔

۴۔ — ربوہ کو عام مسلمانوں کے لئے کھلا شہر قرار دیا جائے۔

ان میں سے کوئی مطالبہ بھی تسلیم نہ کیا گیا تو پھر ہتھکڑیوں کی جھنکار سنائی دینے لگی گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ جیلوں کے دروازے کھول دیئے گئے —

رضا کاروں پر تشدد ہونے لگا — اور آخر کار جنرل اعظم نے لاہور میں مارشل لگا دیا۔

مگر شمع محمدی کے پروانے زندگی اور موت سے بے پرواہ ہو کر قافلوں کی صورت میں لاہور پہنچتے رہے اور سینہ کو محمد کا بدینہ بنا کر گولیاں کھاتے رہے۔

یہاں تک کہ تقریباً دس ہزار مسلمانوں نے ناموس رسالت کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا۔

فیصل آباد کی قیادت مولینا تاج محمود اور مولینا عبدالشیر احرار کے ہاتھ میں تھی۔ مجھے بھی ایک سال کی سزا ہوئی جو میں نے میانوالی جیل میں گزاری جس میں سات دن پھانسی کی کوٹھڑی بھی شامل ہے۔

اور مولینا تاج محمود کو شاہی قلعہ لاہور لے جایا گیا۔ پھر ۱۹۶۳ء میں مجھے بھی میری ایک تقریر پر باغی قرار دے کر شاہی قلعہ لاہور میں نظر بند کر دیا گیا۔ تقریر کے الفاظ یہ تھے کہ:۔۔۔

”گورنر کی مونچھوں سے تو بغاوت ہو سکتی مگر محمد ﷺ کی زلفوں سے بغاوت نہیں ہو سکتی۔“

کسی سیاسی حکمت عملی کے تحت تحریک ناکام ہو گئی مگر اس آگ کی چنگاریاں سلگتی رہیں اور حکومتیں بھی بدلتے لگیں۔ وزیر فقیر بننے لگے، کرسیاں ٹوٹنے اور مارشل لا لگنے اقتدار کے سورج ڈوبنے لگے اور ہم نے ہر سربراہ مملکت کو قرار دادوں کے ذریعہ یاد دلاتے رہے کہ مرزائی پاکستان کے دشمن ہیں اور ضلع گورداسپور انہی غداروں کے باعث پاکستان میں شامل نہیں ہو سکا، حالانکہ ضلع گورداسپور پورے کاپور پاکستان میں آچکا تھا اور اس کا ڈپٹی کمشنر احمد حسین کساں مقرر ہو چکا تھا اور تین دن تک ڈپٹی کمشنر کے آفس پر پاکستان کا پرچم بھی لہراتا رہا تھا۔

مگر مرزاٹیوں کی سازش سے سوائے تحصیل شکر گڑھ کے سارا ضلع گورداسپور، ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا۔

مگر ہماری ہر آواز صد ابھرا ہو کر گرد و غبار کے ڈھیروں میں گم ہوتی رہی اور ہماری ہر قرار داد کو پڑھے بغیر بھاڑ دیا جاتا رہا۔

آخر سال ۱۹۶۲ء آگیا جس میں مرزا یوں کی شطرنج کی بساط اٹ گئی اور یہ ۱ اگست ۱۹۶۲ء کو مسٹر بھٹو کے سیاہ عہد حکومت میں غیر مسلم قرار پائے۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔

ملتان نشتر میڈیکل کالج کے چند طلباء کوہ مری کی سیر و تفریح کر کے چناب ایکسپریس پرواپس آرہے تھے کہ ربوہ کے مرزائی غندوں نے اسٹیشن پران پر حملہ کر دیا۔ ڈنڈے اور پتھر برسائے چاقوؤں اور پھریوں سے انہیں زخمی کر دیا۔

مولینا تاج محمود صاحب مرحوم کو اطلاع مل چکی تھی۔ مجھے بلایا۔ گاڑی فیصل آباد اسٹیشن پر آکر رکی تو کھاتے پیتے گھرانوں کے چشم و چراغ زخموں سے چور چور تھے۔ فوراً انہیں طبی امداد پہنچائی گئی اور مریم چٹی کر کے آگے روانہ کر دیا گیا۔

اور پھر رات کو اپنی کیٹیا پر ایک ہنگامی اجلاس بلا کر ۱۹۵۳ء کی مردہ مجلس عمل میں تازہ روح پھونکی۔ اسے دوبارہ زندہ کر دیا اور پھر اس طرح مولینا فقیر محمد۔ مولانا ضیاء القاسمی، مولینا محمد اشرف ہمدانی۔ مولینا اللہ وسایا۔ مولینا محمد اسماعیل شیعہ اور مولینا محمد صدیق اہلحدیث، مولینا عزیز الرحمن اور مولینا محمد انور کلیم حضرات نے ایک جلسہ میں ایک دفعہ پھر اپنی اپنی آتش بیانیوں سے ملک میں آگ لگادی اور۔ مرزا بیت کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ گرفتاریاں ہونے لگیں۔ مقدمات چلنے لگے اور۔

کھس گئے در زندانوں کے اور وہ تالا ٹوٹا ہے

یا کوئی قیدی اور بے آیا اور یا کوئی چھوٹا ہے۔

کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

اسلام آباد میں ہنگامی اجلاس بلایا گیا اور پھر لمبی چوڑی بحث و تمحیص کے بعد مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ اور ساتھ ہی ربوہ شہر کو

کھلا شہر قرار دے دیا جہاں اب مسلمانوں کی بھی دو مساجد ہیں، ایک محمدی اور دوسری صدیقیہ جہاں ہر سال عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس ہوتی ہے۔

یہ دوسرا قافلہ ہے جو ہمہ تن، ہمہ وقت اور ہمہ حالت میں ختم نبوت کے لئے اپنا من۔ تن اور دھن قربان کو تیار رہتے ہیں۔ —

اور اس سلسلہ یعنی ختم نبوت کے سمندر میں دو مگرچھ تو ملتان میں رہتے ہیں اور باقی اس میدان کے مجاہد فیصل آباد میں مولانا عزیز الرحمن اور مولانا اللہ وسایا صاحب ہیں۔

ختم نبوت مجلس کا عالمی روپ

اور اللہ کا بڑا شکر ہے کہ علمائے حق پرست نے ختم نبوت کی جو شمع روشن کی تھی وہ ان اجباب کرام نے بجھنے نہیں دی بلکہ اسے اور بھی روشن کرتے ہوئے یہ عالمی مجلس بن چکی ہے اور جس کی کانفرنس اب لندن میں بھی ہونے لگی ہے۔ — اور مولانا تاج محمود صاحب کے بعد اب اس تنظیم کے روح رواں ان کے فرزند ارجمند صاحبزادہ طارق محمود ہیں جو باب کی تند و تیز اور جوش و خروش اور حسن اخلاق اور ہی وفا و مروت، وہی اجباب کی آمد و رفت اور وہی ہمان نوازی۔

اور یہ حضرات، مختلف عقائد، مختلف مسلک اور مختلف نظریات کے باوجود ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی۔ مرن جیون میں شریک اور زندگی و موت میں ہمدرد و خیر خواہ رہتے ہیں۔ گویا کہ اربعہ عناصیر یعنی مٹی۔ آگ۔ پانی اور ہوا جس طرح مختلف صفات رکھنے کے باوجود جب یہ چاروں آپس میں مل جلتے ہیں تو ایک مکمل انسان بن جاتا ہے۔ اسی طرح دیوبندی۔ بریلوی۔ اہل حدیث۔ اور اہل تشیع جب آپس میں اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ختم نبوت کے باغیوں کے مقابلہ میں ایک مضبوط قلعہ بن جاتے ہیں۔ —

اگرچہ — ہم ایک دوسرے کے جانی جان — وفادار دوست اور جانثار
ساتھی ہیں لیکن مولینا تاج محمود صاحب کی اور میری دوستی اور پھر وفاداری ایک
دوسرے کے لئے مثالی بن گئی —

اور اس وفادار پرست دنیا۔ مطلب پرست، زمانہ اور نفس پرست انسانوں میں
سے غمگسار دوست — وفادار ساتھی اور رازدار سیلی کا مل جانا اللہ تعالیٰ کی ایک
عظیم نعمت ہے۔

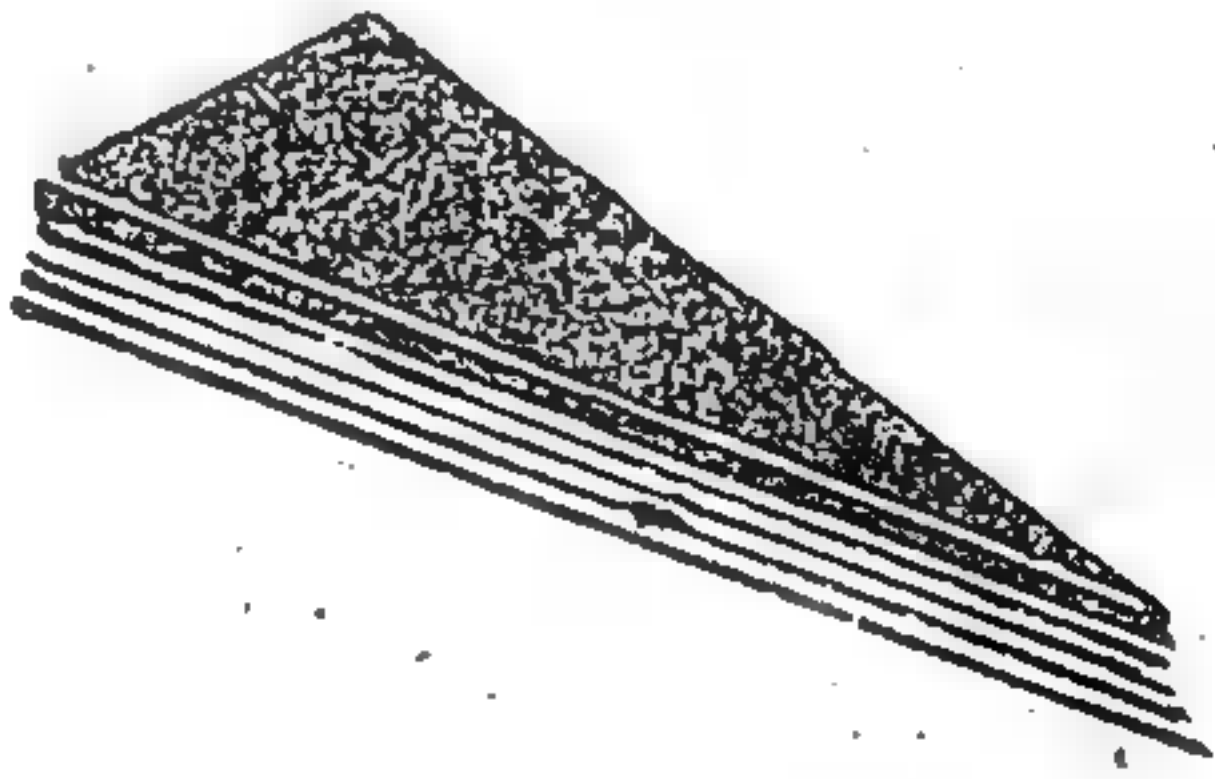
اجناسے کرام — یہ بھی یاد رہے کہ مولینا تاج محمود صاحب مرحوم علامہ
اقبال کے مردِ مومن تھے، کہ جس کی تلاش میں وہ مردِ قلندر مرحوم ہونٹلوں —
کاجوں اور کلب گھروں میں مارا مارا پھرتا رہا مگر اسے مردِ مومن کہیں بھی نہ ملا۔
اس لئے کہ درویش لاہوری اقبال مرحوم کے نزدیک مردِ مومن کی تعریف یہ
ہے — کہ صر

ہو صحبتِ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
اور رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
مگر افسوس کہ یہ دونوں حضرات اب اس جہاں میں نہیں ہیں اور اگر ہوتے تو میں
اقبال مرحوم کا ہاتھ پکڑ کر فیصل آباد کی ایک مسجد کے حجرہ میں لے آتا اور پھر ایک بوبیہ
سے مکان کی ایک ٹوٹی پھوٹی کُسیا میں مولانا تاج محمود کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا کر
کہتا کہ

یہ ہے تیرا مردِ مومن
کہ جو دوستوں کی محفل میں ریشم سے بھی زیادہ نرم و نازک اور جیب اور جہاں کہیں
حق و باطل کی جنگ — نیکی و بدی کا تصادم اور ختمِ نبوت کے غداروں کا معرکہ ہو، تو
یہ ایک مردِ مجاہد کی طرح اس میدان میں کود پڑتے ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ مولینا موصوف شہر میں کوئی نہ کوئی ہل چل پچایا رکھتے تھے اور تمام
مکاتیب فکر کے علمائے دین کو اکٹھا رکھنے کی ہر وقت کوشش میں لگے رہتے تھے۔
مرزائی غنڈوں نے نشر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء پر حملہ کیا تو سوچتے رہے کہ اس کا
تور کیا ہو؟ آخر انہوں نے ۱۹ جنوری ۱۹۱۳ء کو تحفظ ختم نبوت جہاد طلبہ کی ایک تنظیم
کی بنیاد رکھی، جس میں میڈیکل کالجوں کے علاوہ دوسرے کالجوں کے طلباء بھی شامل ہیں
اور اس تنظیم کے سرپرست اعلیٰ ایک ماہر اور ممتاز اور تجربہ کار نوجوان ڈاکٹر ہونے کے ساتھ
ساتھ قرآن مجید کے سحر نوافاری بھی ہیں اور نام نامی ان کا ڈاکٹر صولت نواز ہے جو
مقرر کیا۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ مولینا مرحوم کے رازدار اور ساتھی مولینا عبید اللہ احرار بھی
ہر کام اور ہر مشورہ میں پوری طرح ان کا ساتھ دیتے رہتے تھے۔ آج کل ان کا صاحبزادہ
سیف اللہ احرار شہر کی ایک پھولی ٹسی دکان پر سونے کے زیورات کا کاروبار کرتا ہے جس
میں دوسرے صرافوں کی طرح کھوٹے نہیں ہوتی۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ اور رسولؐ سے محبت

اللہ اور رسولؐ سے محبت صرف جزو ایمان ہی نہیں بلکہ عین ایمان ہے اور قرآن و احادیث میں محبت کے مقدس لفظ نے متعدد بار زینت بخشی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ۔

کافر و مشرک اور دین اسلام سے بیگانہ لوگ تو ابلیس۔ شیطان اور پھروں کے تراشیدہ خداؤں یعنی بتوں سے محبت کرتے ہیں مگر اہل ایمان اپنے اللہ سے بے پناہ اور لازوال محبت رکھتے ہیں اور اللہ و رسولؐ کی محبت میں دنیا کا مال و متاع لٹا دیتے ہیں اور اپنی جانیں تک نثار کر دیتے ہیں مگر اللہ و رسولؐ کی محبت کا دامن نہیں چھوڑتے۔

درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے اپنی کتاب بانگ درا میں محبت کی طہارت و پاکیزگی کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

جبکہ ابھی کائنات معرض وجود میں نہیں آئی تھی اور ابھی شمس و قمر کی گردش کا بھی نام و نشان نہ تھا۔

اور جبکہ ابھی دن کی روشنی اور رات کی تاریکی سے بھی کوئی آگاہ نہیں تھا اور دریاؤں کی روانی اور سمندروں کی طوفانی لہروں کا بھی کسی کو علم نہ تھا۔

تو اس وقت سات عرش پر کاتبِ تقدیر نے اپنے دستِ قدرت سے ن
اور قلم کو جنبش دی اور ایک نسخہ کیا لکھا۔ کہ جس کے استعمال سے دشمنی دوستی
میں نفرت محبت میں —

عداوت الفت میں اور بیگانی یگانہ میں بدل جاتی ہے اور پھر انسانی عوام کے
دلوں پر حکومت کرنے لگ جاتا ہے — اور وہ نسخہ تھا محبت کا —
اور اس کے اجزاء یہ تھے —

چمک تارے سے مانگی چاند سے داغ جگر مانگا
اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلفِ برہم سے
تڑپ بجلی سے لی اور حور سے پاکیزگی پائی
حرارت لی نفسہائے مسیح ابن مریم سے
ذرا سی پھر ربوبیت سے شانِ بے نیازی لی
تلک سے عاجزی، افتادگی تقدیرِ شبنم سے
پھر ان اجزا کو گھولا چشمِ حیواں کے پانی میں
مُرکب نے محبت نام پایا عرشِ اعظم سے

حضراتِ محرم! — غور کرو اور دلوں سے کدورت کے گرد و غبار کو جھاڑ کر

غور کرو — اور

دیکھو — اور آنکھوں سے نفرت و عداوت کی پٹی اتار کر دیکھو اور سوچو
لیکن الفت و محبت کے اس قیمتی نسخہ کے ایک ایک جز کی تاثیر سمجھ کر سوچو!
ہر چیز قابلِ قدر — ہر شے غیر فانی اور ہر جز لازوال! —

مسلمانو! پھر آپس میں قتل و غارت کیوں — خون خرابہ — کس لئے اور وحشت و
بربریت کا مظاہرہ کیسے؟ اور پھر اقبال مرحوم ہی اپنی کتاب ”ارمغانِ حجاز“ میں

کی راغنائیوں۔ دلکشیوں اور دلفریبیوں کو خوبصورت انداز میں پیش کرتا ہے۔

کہ — محبت چیت تاثیر نگاہ ہیست

چہ شیریں زخمی از تیر نگاہ ہیست

محبت کیا ہے؟

محبوب کی نگاہ ناز کی ایسی تاثیر ہے کہ جس کا اثر انسان کی زندگی کے سفر کی ہر منزل پر راہبری کا کام دیتا ہے اور محبوب کی دُزدیدہ نگاہ سے نکلا ہوا تیر جب کسی محب کے سینہ میں پیوست ہوتا ہے تو اسکا زخم تکلیف دہ اور دردناک نہیں ہوتا بلکہ شیریں و میٹھا ہوتا ہے کہ اس کا علاج کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی اور اس زخم پر پٹی باندھنے کا خیال تک نہیں آتا

مولوی غلام رسول مرحوم بھی محبت کے اسی انور کھے اور نرالے نظریہ کو یوں بیان کرتے ہیں —

کہ — عشقوں تیر دے جتھے کاری رہے نہ زخم لوکایا

تذبیہاں دے پردے اندر ایہہ دکھ کسے نہ پایا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ محبت کے لفظ کی تشریح اپنے ذوق کے پیش نظر یوں بیان کرتے ہیں —

فَانَّ الْمَحَبَّةَ لَأَوَّلَ لَهَا وَلَا نِهَآيَةَ لَهَا

کہ — محبت کی نہ اول ہے اور نہ آخر — نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا —

اور نہ آغاز ہے اس کا اور نہ انجام —

أَلْمَحَبَّةُ هَلَاكُ الْقُلُوبِ وَدَهْشُ الْقُلُوبِ وَ

نَارُ الْقُلُوبِ وَعَظْشُ الْقُلُوبِ —

اور محبت دلوں کو ہلاک کر دیتی ہے — اور ہر وقت محبوب کا تصور دلوں

کو حیران رکھتا ہے اور محبوب کے ہجر و فراق کی آگ میں جلنے والوں کے لئے ایک
المناک آتش ہے اور محبت دلوں کی پیاس بھی ہے — کیا مطلب!
محبوب کا وصل ہو گیا تو دل کی پیاس بجھ گئی اور نہ ملا تو سہاری زندگی بھر کی
آگ میں جلتے رہنے کا نام محبت ہے۔

تفسیر روح المعانی حصہ ۳ ص ۲۰۳، ۲۰۴ — علامہ سید محمد اوسى حتمی
اللہ علیہ محبت کے مقدس لفظ کی شرح ان الفاظ میں کرتے ہیں —
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ
کہ۔ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ اعلان فرمادیں کہ اگر تم اللہ
تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری یعنی رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و
فرمانبرداری کرو۔ تو پھر اللہ کریم بھی تم سے محبت کرنے لگے گا —
اور صرف یہی نہیں بلکہ تمہارے گناہ بھی معاف فرمادے گا۔ —
سید افتخار احسن کہتا ہے کہ —

اللہ کی محبت اور رسولؐ کی اطاعت ہو تو پھر گناہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔
اسی لئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —
إِنِّي سَيِّدُ الْمُحِبِّينَ — کہ میں محبت کرنے والوں کا سردار ہوں۔
وَحَقِيقَةُ الْمَحَبَّةِ عِنْدَ الْعَارِفِينَ —

اور عارفین کے نزدیک محبت کی حقیقت یہ ہے —

إِحْتِرَاقُ الْقَلْبِ بِنِيرَانِ الشَّوْقِ
کہ محبوب کے وصل و ملاقات کے شوق کی آگ میں دل کو ملائے رکھنے کا نام محبت ہے!
وَرُوحُ النَّوْاحِ بِلَذَّةِ الْعِشْقِ —

اور عشق کی چاشنی اور لذت سے محبوب کی ملاقات کیلئے اپنی روح پر امید رکھنے کا

نامِ محبت ہے —

وَاسْتِغْرَاقُ الْحَوَاسِ فِي بَحْرِ الْأَنْسِ —

اور انس و الفت کے دریا میں اپنے حواسِ خمسہ کو غرق کر دینے کا نام محبت ہے

وَطَهَّاسَةُ النَّفْسِ بِمِیَاةِ الْقُدُسِ —

اور اپنے سرکش اور باغی نفس کو پاک و صاف پانی سے دھونے کا نام محبت ہے۔
تاکہ محب و محبوب کے درمیان کوئی دنیاوی لالچ۔ نفسانی خواہش اور حرص و ہوس
کی کوئی گنجائش نہ رہے —

مَالِ عِلَّةٍ بَيْنَ الْمُحِبِّ وَالْمُحِبِّیْبِ —

کہ محب و محبوب کے درمیان کوئی علت۔ کوئی عارضہ اور کوئی پردہ نہ رہنے
کا نام محبت ہے !

سِوَا سِیِّئَاتِ الْمُحِبِّیْبِ —

تاکہ محبت کرنے والی آنکھ کو اپنے حبیب کے سوا اور کوئی غیر نظر نہ آنے کا
نام محبت ہے !

وَلِذَا قَالُوا —

اِیْلَیْہِ کُہَا گِیَا ہِے — کہ

لَا تُصِیْحُ الْمُحِبَّةُ مِمَّنْ یُمِیزُ بَیْنَ النَّارِ وَالْجَنَّةِ — وَبَیْنَ

السُّوْرِ وَالْمُحَنَّةِ وَبَیْنَ الْفُرْصِ وَالسَّنَةِ —

کہ۔ اس انسان کی محبت صحیح اور کامل نہیں ہوتی جو جنت و دوزخ میں
تمیز رکھے۔ سرور و مشقت میں فرق جانے اور فرض و سنت میں جدائی اور تلخ و میٹھے۔

وَاسْتِغْرَاقُ فِی مُشَہِدَةِ الْمُحْبُوبِ —

اور جو شخص اپنے آپ کو محبوب کے حسن و جمال کے مشاہدہ و نظارہ میں غرق

نہ کر دے اور اپنے آپ کو محبوب کے جلوؤں میں گم نہ کر دے اس کی محبت پختہ و مکمل نہیں ہوتی —

شیخ الحدیث والمفسرین حضرت شیخ عبدالحق محقق و محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ محبت کی علامات اپنے علم و فہم کے پیش نظر لکھتے ہیں: —

مدارج النبوت مترجم — حصہ اول — ص ۵۲۵ — فرماتے ہیں،
کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھنے کی بہت سی علامتیں اور نشانیاں
ہیں لیکن سب سے زیادہ — ارفع و اعلیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع — پیروی۔
اطاعت اور آپ کی سنتوں پر عمل کرتے رہنا — آپ کے احکام کی تعمیل کرنا۔ اور
آپ پر کثرت سے درود شریف پڑھتے رہنا ہے!
جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی يحببکم اللہ —
مطلب یہ کہ میری اور اللہ کی محبت ایک ہے جس طرح کہ میری اور اللہ کی اطاعت
ایک ہے —
کمال محبت: — اور جب محبت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو پھر یہ قاب
کی غذا — روح کی بہار — دل کا سرور — اور آنکھوں کی ٹھنڈک بن
جاتی ہے —

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک کثرت سے کرنے کا نام محبت ہے۔
مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرِهِ —

کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کا ذکر بھی کثرت سے کیا جاتا ہے۔ میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ
کہتے ہیں کہ — جس واکوئی عاشق ہووے اس دے مرنے مردا
اٹھ دیاں بہندیاں دن تے راتیں او سدا ذکر ہی کردا

مدارج النبوۃ — جلد ۲ — ص ۵۱۵ — محبت، اہل ایمان کے لئے دلوں کی زندگی اور ارواح کی غذا ہے۔ اور انسان کی زندگی کا جو وقت محبت کے بغیر گزرتا ہے، وہ گویا بے مزہ۔ بے لطف اور بے روح رہ جاتا ہے۔
 سوا سب لدنیہ میں امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت کے لفظ کی تعریف کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اسے کوئی جان سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تک کسی کے دل میں کسی کی محبت پیدا نہ ہوگی اور اس کی لذت سے آشنا نہ ہوگا اور محبت کی کیفیت جب تک، انسان کے قلب و جگر پر وارد نہیں ہوتی، یہ انسان کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ تمام احوال میں محبوب کی متابعت و موافقت کرنے کا نام

محبت ہے! —

اور بعض کہتے کہ محبوب کی خوبیوں میں گم ہو جانے اور اس کی ذات و صفات

میں فنا ہو جانے کا نام محبت ہے —

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی طرف سے جتنا زیادہ کیا جائے

اور محبوب کی طرف سے جتنا کم کیا جائے، اسے زیادہ سمجھنے کا نام محبت ہے!۔

بعض کہتے ہیں کہ دل سے محبوب کے سوا سب کچھ فنا کر دینے کا نام محبت ہے۔

اور یہی کمال محبت ہے! —

اور بعض کہتے ہیں کہ محبوب کے دیدار کی ہر وقت آرزو رکھنے کا نام محبت ہے!۔

قاری یحییٰ کرام! — مقتدر محدثین — ممتاز مفسرین اور حق پرست علمائے

دین نے اپنے اپنے علم و ادراک کے مطابق محبت کے لفظ کی واکش تشریح۔ وچپ

وضاحت اور ایمان افروز تفسیر کر کے ہمارے مہجائے ہوئے دلوں کیلئے تازہ بہار

کار ایمان پیدا کر دیا ہے اور جان و جگر کی ویران بستی میں رونق اور چل پھل کی کیفیت

پیدا کر دی ہے اور ہماری زندگی کی خشک کھیتی میں محبت کی مٹھاس بھر کر فصل تو بہار کی تازگی بخش دی ہے! —

اب صاحبزادہ سید افتخار الحسن نے زیدی محبت کے مقدس لفظ کی تشریح میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہے کہ محبت انسان کی زندگی کے جینستان کا ایک مہکتا ہوا ہوا پھول ہے جس کی خوشبو سے محبت کرنے والے دماغ اور دل محبوب کی جبریں زلفوں کی مہک سے ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے —

اور محبت اللہ کریم کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے جس کے ذریعہ سے انسان مکرو فریب کی منحوس وادی سے نکل کر اور وحشت و بربریت کے بندھن کو توڑ کر انسانیت و شرافت کی بلندیوں کو پالیتا ہے اور رشد و ہدایت کی روشنی میں گم ہو کر دوسرے مسلمان بھائیوں کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا اور ان کے دکھ درد کو مٹانے کے لئے اپنا تن من نثار کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے —

اور محبت — قدرت کا ایک گراں قدر عطیہ ہے جس کے ذریعہ دشمن، دوست بن جاتا ہے۔ عداوت، محبت میں بدل جاتی ہے اور نفرت، الفت کا لباس پہن لیتی ہے۔

نفرتوں کے جھکڑ

مگر — آج جو پاکستان میں عداوت اور نفرتوں کے خوفناک

اندھیرے چھائے ہوئے ہیں اور مسلمانوں میں ایک دوسرے کے خلاف جو دشمنی کے بھیاںک سائے مسلط ہو چکے ہیں — اور قرآن پاک نے جنہیں آپس میں بھائی بھائی کہا ہے، آج ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں — اور بھائیوں کے خون سے ملک کے در و دیوار کو زنگین کیا جا رہا ہے — اور اپنی ہی بہن بیٹیوں اور بہنوں کی عصمت کے گراں قدر موتی سر بازار لوٹے جا رہے ہیں — مکان جلانے جا رہے ہیں — بستیوں کو اجاڑا جا رہا ہے اور عوام کی پرسکون زندگی پر موت کا

خوف طاری کیا جا رہا ہے —————

اور صوبہ و مرکز کی چپقلش خطرناک صورت اختیار کرتی جا رہی ہے اور لسانی جھگڑے کو ہوا دی جا رہی ہے اور کبھی صوبائی تعصب پھیلا یا جا رہا ہے اور سندھی بلوچی اور سٹھپان کے ساتھ ساتھ کھلم کھلا پاکستان کے خلاف نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ — بقول غلام مصطفیٰ اجتوی ”سندھ جل رہا ہے“۔ شاید سندھ کے راجہ داہر کے بحری ٹاکو، اپنی اپنی کمین گاہوں سے نکل کر اور قتل و غارت کا بازار گرم کر کے اور مسلمانوں کے قافلے لوٹ کر

محمد بن قاسم کو بلوا رہے ہیں

تو صبا جنزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ ان تمام خرابیوں — ساری بدعنوانیوں اور وحشت و بربریت کا علامہ اقبال مرحوم کے نزدیک ایک ہی سبب ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے محبت کے مقدس جذبات مٹ چکے ہیں۔ — باہمی اخوت کے پھول مرہا چکے باہمی شفقت و پیار کا سوز ڈوب چکا ہے۔

اور اتحاد و یگانگت کے گہستان میں خزاں چھا چکی ہے !
اسی لئے درویش لاہوری کہتا ہے —————

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے

مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے

صفیں کج، دل پریشاں، بحدے بے ذوق

کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے !

اور

محبت خویشتن بینی محبت خویشتن داری !

محبت آستان قیصر و کسری سے بے پرواہ
کہ محبت ہی کو اگر اپنا شعارِ زندگی بنا لیا جائے
تو مسلمان قوم قعرِ مذلت سے نکل کر آج تریا

پر اپنا ہلالی پرچم لہرا سکتی ہے —

کیونکہ — محبت قیصر و کسری کے تخت و تاج اور روم و شام کے شاہی
محلات کو ٹھکرا کر کسی مسجد کے اس حجرہ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے جس میں

محبوب رونق افروز ہوتا ہو! —

نزہت المجالس — جلد ۱ — ص ۲۸ — علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ
علیہ — وَ عَلَامَةُ الْمَحَبَّةِ اتِّبَاعُ الْمَحْبُوبِ فِي الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْإِ
فْلَيْسَتْ بِمُحَبَّةٍ تَامَّةٍ —

کہ — محبت کی علامت یہ ہے کہ محبوب کے امر و نہی کی اتباع کی جائے۔

ورنہ محبت تامة نہیں ہے! —

ص ۵ — وَقَالَ الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ سَمِيَّتِ الْمَحَبَّةُ مَحَبَةً لِأَنَّهَا
تَمَحُّوْعُنَ الْقَلْبِ مَا سِوَى الْمَحْبُوبِ —

اور — محبت کا نام ایسے محبت رکھا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ دل سے سوائے

محبوب کے ہر شے کو مٹا دیتی ہے! —

اور بعض کہتے ہیں کہ —

الْمَحَبَّةُ كَالْحَبَّةِ إِذَا وَضَعْتَ فِي الْأَرْضِ الطَّيْبَةَ انْبَثَتْ
سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سَنَابِلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ —

کہ — محبت کی مثال اس دانہ کی ہے جو پاک اور زرخیز زمین پر ڈالا جاتا ہے۔

تو اس سے سات بالیں نکلتی ہیں اور پھر ہر بالیں سے سو سو دانے نکلتے ہیں —

فَالْحُبَّةُ إِذَا وَقَعَتْ فِي قَلْبٍ طَيِّبٍ !

اور اسی طرح محبت کا دانہ کسی پاک و صاف دل میں پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اللہ و رسول کی ہزاروں اطاعات و فرمانبرداریاں مرد مومن کے رگ و ریشہ میں سما جاتی ہیں اور اللہ و رسول سے محبت کرنے والا مسلمان چاہتا ہے کہ میرا ہر ایک سانس اللہ و رسول کی اطاعت کے بغیر نہ گزرے۔

۵۳۔۔۔ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ اَدْعٰى مُّصِیْبَةَ اللّٰهِ ثُمَّ نَظَرَ اِلٰی وَلَدِهِ بِعَيْنِ الْمُحِبَّةِ۔

کہ۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی محبت کا دعویٰ کیا مگر اپنے نیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو محبت کی آنکھ سے دیکھا۔

اللہ کریم اس مشترکہ محبت پر راضی نہ ہوا تو فرمایا۔

فَقِيلَ لَهُ اِذْهِمَّ وَلَدَكَ

کہ۔۔۔ اے میرے خلیل علیہ السلام اپنے نیٹے کو ذبح کر دے تاکہ تمہارے دل سے میری محبت کے سوا باقی تمام غیر اللہ کی محبت نکل جائے۔

کیونکہ محبت غیر کو برداشت نہیں کر سکتی !

ایک نوجوان لڑکی کالج سے نکل اور شرم و حیا کی چادر میں لپیٹی ہوئی جا رہی تھی کہ ایک ادبش اور بازاری غنڈہ لڑکی کے پیچھے ہو لیا۔

چند قدم چلنے کے بعد اس عصمت مآب لڑکی نے اس آوارہ جوان سے پوچھا !

بھائی !۔۔۔ تو میرے پیچھے پیچھے کیوں آ رہا ہے ؟

عیاش جس جوان نے جواب دیا۔۔۔

تیری زلفِ دراز کا دل قیدی ہو گیا ہے

تیری محبت کا تیرے سینہ پہ پیوست ہو گیا ہے

اور تیرے حسن کی بھلک نے جان و جگر میں محبت کا چراغ روشن کر دیا ہے۔

وہ شرم و حیا کی مجسمہ ہونے کے ساتھ ساتھ مجھدار اور عقلمند بھی تھی۔

کہنے لگی۔۔۔۔۔ جوان۔۔۔۔۔ میں کیا ہوں۔۔۔۔۔

میرے پیچھے میری بہن آ رہی ہے جو مجھ سے بھی حسین اور خوبصورت ہے۔
نوجوان نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو لڑکی نے زور سے نوجوان کے سینہ پر تھپڑ مار

کر کہا۔۔۔۔۔

اوہ۔۔۔۔۔ ذلیل۔۔۔۔۔ کہنے۔۔۔۔۔ اور غنڈے نوجوان۔۔۔۔۔

دعویٰ میری محبت کا اور دیکھتا غیر کی طرف ہے!۔۔۔۔۔

بی بی زلیخا۔۔۔۔۔ دعویٰ تو کرتی تھی یوسفؑ کی محبت کا صرف دعویٰ ہی
نہ تھا بلکہ یوسف علیہ السلام کی محبت میں فنا ہو چکی تھی اور مصر کے شاہی تخت و
تاج کو ٹھکرا کر بیابان میں بوسیدہ سی جھوپڑی میں بیٹھ کر یوسف علیہ السلام کے
تصور میں گم رہنے لگی تھی۔۔۔۔۔ وہ پوجائیت کی کرتی تھی۔۔۔۔۔ توجبت تک
پتھر کی پرستش کرتی رہی، یوسف علیہ السلام کیو نہ پاسکی۔۔۔۔۔

اور جب زلیخا پتھر کے بنائے ہوئے خدا کو توڑ کر بارگاہِ رب العزت
میں سر بسجود ہو گئی تو حضرت یوسف علیہ السلام کی شاہی سواری بھی زلیخا کی ٹوٹی
چھوٹی جھوپڑی کے پاس آ کر رک گئی۔۔۔۔۔ زلیخا نے گھوڑے کی ٹاپوں
کی آواز سنی تو پہچان گئی۔۔۔۔۔

میرے محبوب یوسف کی سواری ہے!۔۔۔۔۔

اٹھی۔۔۔۔۔ اور ڈنگوری سے راستہ تلاش کرتی کرتی۔۔۔۔۔ گرتی۔۔۔۔۔ پڑتی۔۔۔۔۔
اٹھتی بیٹھتی اور آنسو بہاتی بڑی مشکل سے دروازہ تک آئی۔۔۔۔۔
دائی سے کہا، میرا بازو پکڑ کر یوسفؑ کے قریب لے جا!۔۔۔۔۔
قریب پہنچی۔۔۔۔۔ لیکن کنعان کا شہزادہ، زلیخا کو پہچان نہ سکا۔۔۔۔۔

اس لیے — کہ نہ حسن — نہ شباب — نہ جوانی اور نہ ہی وہ
شہانہ آوازیں —

آگے جانے لگے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے لگام پکڑ لی —
پوچھا — جب سیریل کیوں؟ —

عرض کی — زلیخا اپنے پتھر کے بنے ہوئے خدا یعنی بھوٹے رب کو
توڑ کر واحد لا شریک رب کے آگے اس نے سر جھکا دیا ہے لہذا آج اسے
بل کے جانا ہے —

محبت غیر کو نہیں چاہتی

نزہت المجالس — جلد ۱ — ص ۵۸ — حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ
عنه فرماتے ہیں کہ میں ایک فرشتہ کو دیکھا! —

میں نے پوچھا — زمین پر کیوں آئے ہو! —

جواب دیا! — نَزَلْتُ اَكْتُبُ الْمُحِبِّينَ —

کہ — اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے نام لکھنے کے لئے آیا ہوں —
مثلاً — ثابت البنانی اور مالک بن دینار کے! —

ادھم — فرماتے ہیں!

میں نے اس سے پوچھا — هَلْ اَنَا مِنْهُمْ! —

کہ کیا ان میں میرا نام بھی ہے؟

جواب ملا — نہیں!

فرماتے ہیں پھر میں نے اس سے کہا —

اِذَا كُتِبَتْ فَكُتِبَتْ تَحْتَهُمْ اِبْرَاهِيْمُ مُحِبُّ الْمُحِبِّينَ —

کہ جب تو ان کے نام لکھ چکے تو سب کے بعد میں اور سب کے نیچے میرا نام بھی لکھ دینا کہ ابراہیم اودھم، اللہ سے محبت کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔
تو فرشتہ نے کہا —

قَدْ أَمَرَنِي رَبِّي فِي هَذِهِ السَّاعَةِ أَنْ أَكْتُبَكَ فِي أَوْلَاهِمُ -

کہ مجھے رب کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ میں اسی وقت ان سے پہلے تیرا نام لکھوں۔
صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ انسان کو اور خصوصاً مرد مومن کو محبت کے لعل و جواہرات کا خزانہ — سچے موتیوں کی تسبیح اور سدا بہار گلشن کے مہکتے پتے پھولوں کا گلدستہ اللہ کریم کی طرف سے ایک قیمتی تحفہ اور گرانقدر عطیہ ہے۔

اسی لئے خداوند کریم تو خود بھی بندوں سے اور خصوصاً اہل ایمان سے محبت کرتا ہے اور وہ بار بار قرآن پاک میں اعلان فرماتا ہے —

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ -

کہ — اللہ نیکو کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ -

کہ — اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے!

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ -

کہ — اللہ پاک و صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اور پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے شاہی محللات میں پہنچے تو فرعون کی بیوی حضرت آسیہؑ کی بھولی میں آئے۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام کو میرے دشمن اور حضرت موسیٰؑ کے دشمن نے یعنی فرعون نے پکڑ لیا۔ تو

الْحَقِيقَةُ عَلَيْكَ مَحَبَّةٌ مِّنِّي -

کہ — میں نے تجھ پر اپنی طرف کی محبت ڈال دی جو کہ فرعون کی بیوی تھی۔

اسی لئے تو حضرت بی بی آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرعون سے کہا تھا۔
قُرَّةٌ عَيْنِي وَكَانَ

کہ۔ یہ خوبصورت بچہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔
لَا تَقْتُلُوهُ

اسے قتل نہ کر۔

اس کی پیشانی پر چمکنے والے انوار و تجلیات سے پتہ چلتا ہے کہ حسین و جمیل بچہ
عنقریب ہمیں فائدہ و نفع پہنچائے گا۔

اور یا اسے ہم اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں! —————

سید افتخار احسن۔ کہتا ہے کہ چونکہ حضرت آسیہؓ نے حضرت موسیٰ علیہ
السلام کو فرعون کے ظلم و ستم سے بچایا تھا اور فرعون کی تلوار کو پکڑ لیا تھا جو موسیٰ
علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے اٹھی تھی، اسی لئے حضرت آسیہؓ کو بھی حضرت
حواؓ حضرت مریمؓ اور حضرت ہاجرہؓ کیساتھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی والی بنا دیا گیا تھا۔ —————

نزهت المجالس۔ جلد ۲۵۲۔ علامہ عبد الرحمن صفوریؒ
لکھتے ہیں۔ —————

لَوْ قَالَ فِرْعَوْنُ قُرَّةٌ عَيْنِي وَلِيَّكَ لَهْدَاهُ اللَّهُ

کہ۔ جس طرح حضرت آسیہؓ نے محبت و الفت کی بنا پر فرعون سے کہا تھا
کہ یہ بچہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو وہ ہدایت پا گئی تھی۔ اگر
فرعون بھی یہی بات آسیہؓ سے کہہ دیتا تو آسیہؓ کی طرح فرعون بھی ہدایت
پا جاتا اور وہ بھی کفر و باطل کے اندھیروں سے نکل کر حق و اسلام کی روشنی میں آ جاتا۔
سید افتخار احسن۔ کہتا ہے کہ ذرا اللہ کریم کی رحمت و بخشش

کے سمت در کی طرف تو دیکھو اور نبوت کا احترام و وقار تو ملاحظہ فرماؤ کہ اگر فرعون
جیسا ظالم و جابر حکمران اپنی بادشاہت کو قائم رکھنے کی خاطر مصر کے ستر ہزار
معصوم بچوں کا قاتل اور اپنے آپ کو ربُّ العالَمِ کہلانے والا کافر بھی حضرت
موسیٰ علیہ السلام کا ادب کرتے ہوئے انہیں آنکھوں کی ٹھنڈک کہہ دیتا تو وہ
فصلالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکل کر رشد و ہدایت کی ضیاء پاشیوں میں داخل
ہو جاتا۔

دوسری بات — دریائے نیل میں دو تین غوطے ہی کھانے کے بعد پکار اٹھا۔
اے موسیٰ — مجھے معاف کر دے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں جھوٹا خدا تھا۔
اور میں ستر ہزار معصوم بچوں کے قتل کی معافی چاہتا ہوں اور میں اب سچے دل سے
اپنے ہر گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔
مجھے نجات دے دے! —

ربِّ کریم کی طرف سے آواز آئی۔
اے فرعون — تو نے اپنی بادشاہت کو قائم رکھنے کی خاطر ستر ہزار بچے
بھی قتل کروائے۔ اور تو نے اپنی بیوی آسیہؓ کو بھی سخت عذاب دیکر
ہلاک کر دیا۔ اور تو نے میرے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کئی بار قتل
کرنے کا منصوبہ بھی بنایا۔ اور تو نے مجھے قتل کرنے کے لئے ہزاروں فسط
اُونچا محل بھی تیار کر دیا۔

اور آج تو توبہ کر رہا ہے اور موسیٰؑ کے دروازہ پر دھک دے رہا ہے مگر
اس نے تیری ایک نہیں سنی اور تیری طرف دیکھا تک نہیں۔
لیکن آج اگر تیری رحمت کا دروازہ کھٹکھٹاتا — اور میری بارگاہ میں اپنی
جبین چھکا دیتا اور میرے آگے فریاد کرتا تو میں تجھے پناہ دے دیتا۔

شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: —

ع
باز آ باز آ از ہر چہ ہستی باز آ
ہزار بار توبہ شکستی باز آ
در گہر مادر کہہ نوامیدی نیست
کہ کافر دگر و بت پرستی باز آ

اور —

اے میرے مولا میں تیرے ناز برداروں میں ہوں
تجھ سے اکدن پھول لوں گا اسیلے خاروں میں ہوں
عرض کی میں نے کہ مولا میں گنہ گاروں میں ہوں
بول اٹھی رحمت نہ گھبرا میں مددگاروں میں ہوں
مشکوات شریف ص ۲۲۵ بحوالہ مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۲۱ حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —
اِنَّ اللّٰهَ اِذَا احَبَّ الْعَبْدَ دَعَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْٓ اُحِبُّ
فُلَانًا فَاَحْبِبْہِ۔

کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام
کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں اپنے فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت
کر! تو جبرائیل علیہ السلام بھی اس بندہ سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔
ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمٰوٰتِ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاُحِبُّوْہُ۔
پھر آسمانوں پر منادی کرادی جاتی ہے کہ اللہ کریم فلاں بندہ سے محبت
کرتا ہے۔ اے آسمانوں کے فرشتو! تم بھی میرے اس مقبول بندہ سے محبت کرو۔
پھر آسمانوں کے سارے فرشتے بھی اس بندہ سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔

ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقُبُولُ فِي الْأَرْضِ -

اور پھر زمین پر بسنے والے بندوں کے دلوں میں اس بندہ کی محبت پیدا کر دیتی ہے۔
صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ اولیاء کرام۔ بزرگان دین
اور صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہار سے اہل ایمان محبت و الفت کی دولت سے
بالا مال ہو کر اور ان کے چشمہ فیض محبت سے اپنے دلوں کی ویران کھیتوں کو
سیراب کر کے نہ صرف سکون دے۔ اطمینان قلب اور تسکین روح حاصل کرنے
کے ساتھ ساتھ اپنی عاقبت بھی سنوار لیتے ہیں اور خداوند کریم کی رحمت و بخشش
کے حقدار بھی بن جاتے ہیں۔ جیسے کہ صاحبزادہ سید افتخار الحسن ہے۔

مُرشدِ لاثانی حضرت شہباز لامکانی پیر سید جماعت علیشاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ
آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف اور پھر ان کے بعد منبع فیوض و برکات۔ مرکز
انوار و تجلیات حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سایہ
عاطفت کے بعد اب ان کے صاحبزادہ نقشہ نقشب لاثانی جناب پیر سید محمد اسماعیل شاہ
صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی محبت کی دوری میرے ہاتھوں میں ہے اور انکی
عقیدت کا خزانہ میرے دامن میں ہے اور ان ابھی اور اگر القدر نسبت کے
جلوے میری آنکھوں میں روشن ہیں اور مجھے اس نسبت پر فخر ہے۔

ذَوُ النُّونِ مِصْرِيٌّ نزہت المجالس جلد ۱ ص ۵۵ میں ایک حکایت بیان
فرماتے ہیں واضح رہے کہ حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ

اپنے زمانہ کے ولی کامل اور عارف باللہ تھے، کہتے ہیں:-

رَأَيْتُ صَبِيًّا نَاكِرًا حُجُّونَ رَحْبَلًا -

کہ میں نے بچوں کو دیکھا کہ ایک آدمی کو پتھر مار رہے ہیں! -
فَقُلْتُ لَهُمْ فِي ذَلِكَ -

میں نے بچوں سے پوچھا، اس آدمی کو پتھر مارنے کا سبب کیا ہے؟
فَقَالُوا مَجْنُونٌ —

بچوں نے جواب دیا — کہ یہ دیوانہ ہے! —
میں نے ویسے پوچھی! —

جواب ملا — يَزْعُمُ أَنَّهُ يَرَى رَبَّهُ! —
کہ یہ آدمی گمان کرتا ہے کہ وہ رب کو دیکھتا ہے —
فَدَانَتْ مِنْهُ —

ذُو النَّوْنِ مِصْرِي رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ کہتے ہیں کہ میں اس آدمی کے قریب گیا —
فَاخْبَرْتُهُ بِذَلِكَ! —

تو میں نے اسے سارے واقعہ کی خبر دی —
فَقَالَ لَوْ اُحْتَجِبَ عَنِّي طُرْفَةُ عَيْنٍ لَهْلَكْتُ —
اس نے جواب دیا — کہ

اگر میرا رب مجھ سے ایک لحظہ کے لئے بھی پھپھپ جائے تو میں جلدائی کے
صدمہ سے ہلاک ہو جاؤں —

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے! — ع
طَلِبُ الْحَبِيبِ مِنْ الْحَبِيبِ رِضَاءُهُ
وَمِنِ الْحَبِيبِ مِنَ الْحَبِيبِ لِقَاءُهُ

کہ دوست، دوست سے ہمیشہ اس کی رضا اور خوشنودی چاہتا ہے!
أَبَدًا يَلَا حِظَّهُ بِأَعْيُنِ قَلْبِ
وَالْقَلْبُ يُعْرِضُ رُبَّ وَكِيلٍ

اور اگرچہ چشم دل سے وہ ہمیشہ اس کے پیش نظر رہتی ہے!

اور دل اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اور اس کے دیدار میں گم رہتا ہے !

يَرْضَى الْجَبِيبُ مِنَ الْجَبِيبِ بِقُرْبِهِ
دُونَ الْبَحَادِ فَمَا يَرِيدُ سِوَاهُ

اور دوست، اپنے دوست کی دوری سے نہیں بلکہ اس کی قرابت سے
خوش رہتا ہے ! —

چنانچہ اس کے سوا اس کی اور کوئی مراد نہیں ہوتی —

فَقُلْتُ لَهُ —

میں نے اس سے کہا ! —

أَمْ جُنُوتُ أَنْتُ؟ — کیا تو دیوانہ ہے ؟

اُس نے جواب دیا — عند اهل الارض فنعلم !
کہ زمین والوں کے نزدیک میں دیوانہ ہوں —

وَأَمَّا عِنْدَ أَهْلِ السَّمَاءِ فَلَا —

لیکن آسمان والوں کے نزدیک میں دیوانہ نہیں ہوں —
سید افتخار احسن — کہتا ہے !

اسی لئے کہ زمین والے اسے جانتے نہیں — اور آسمان والے اس کے فقر و درویشی
کے مقام اور مرتبہ کو جانتے تھے — کہ یہ اللہ تعالیٰ کا محب — رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق اور ولی کامل ہے —

قاریین کرام ! — ملاحظہ فرمائیں کہ ایک آدمی عبادت — ریاضت اور یاد
الہی کے ذریعہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ اللہ کریم کو اپنی ولایت کی نظر سے
دیکھتا ہے تو بچے ایسے ولی کامل — زاہد و عابد اور اللہ و رسول کی یاد میں
محور رہنے والے مرد مومن کو بستی کے نادان بچے — بے سمجھ بچے اور بے عقل بچے دیوانہ

کہتے ہیں — ہمارے اولیاء کرام — پر تنقید کرنے والے بد عقیدہ لوگ بھی نادان اور بے عقل بچے ہی ہیں —

فَقُلْتُ لَهُ — پھر میں نے اس مرد درویش سے پوچھا —
كَيْفَ أَنْتَ مَعَ اللَّهِ —

کہ — تو اللہ کے ساتھ کیسے ہے؟

اس نے جواب دیا — مَا جُفُوْتُهُ مِنْذُ عَرَفْتُهُ —
کہ جب سے میں نے اسے یعنی اپنے رب کو پہچانا ہے، کبھی اس کی نافرمانی نہیں کی اور کبھی اس کے حکم سے منہ نہیں موڑا —
فَقُلْتُ مَتَى عَرَفْتَهُ —

میں نے پھر سوال کیا — کہ تو نے اسے یعنی رب کو کب سے پہچانا ہے؟
قَالَ لَمَّا جَعَلَ اسْمِي فِي الْمَجَانِينِ —

جواب دیا کہ جب سے اس نے میرا نام اپنے دیوانوں میں لکھا ہے —
نزہت المجالس جلد ۲۲۳ — خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ

السلام کی طرف وحی بھیجی — تفسیر روح البیان
اِنَّ لِيْ وَلِيًّا فِيْ اَرْضٍ كَذًا وَكَذَا مَاتِ
کہ فلاں بستی میں میرا ایک دوست مر گیا ہے، اسے اپنے ہاتھوں سے غسل دیکر
کفن پہنا کر اور جنازہ پڑھ کر دفن کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بستی میں گئے اور لوگوں سے اس فوت ہونے
والے آدمی کے متعلق پوچھا کہ کیسا تھا —

لوگوں نے جواب دیا —

گنہ گار — اور — نافرمان تھا —

حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کی — یا اللہ! اتنے بڑے گنہگار اور نافرمان بندہ پر اتنی رحمت — اتنی بخشش اور اتنی مہربانی کیوں؟

اللہ کریم کی طرف سے جواب ملا —

کہ یہ ہے تو گنہگار اور نافرمان مگر ہر روز مجھے کہا کرتا تھا
يَا رَبِّ اَنْتَ تَعْلَمُ اِنِّيْ اَحِبُّ الصّٰلِحِيْنَ وَاِنْ لَمْ اَكُنْ
مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔

کہ اے میرے رب تو جانتا ہے کہ میں خود تو صالح نہیں ہوں لیکن تیرے
اور صالح بندوں سے محبت کرتا ہوں —

سید افتخار الحسن زیدی — کہتا ہے کہ معلوم ہوا کہ صرف اللہ و رسول کی محبت
ہی ذریعہ نجات نہیں ہے بلکہ اولیائے کرام اور صالحین و متقین بندوں کی محبت
بھی باعث بخشش ہے —

نزہت المجانس - جلد ۵۲ - علامہ عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت
شبلی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اللہ و رسول کی محبت میں سرمست تھے اور اسی کیف و مستی کے
عالم میں ہر روز کوئی نیا روپ بدل کر لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتے تھے !
فرماتے ہیں کہ میں نے چند بچوں کو دیکھا کہ ایک آدمی کو پتھر مار رہے ہیں
حضرات محترم! — یاد رہے کہ یہی دلکاش اور ایمان افروز قصہ حضرت
ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں بھی الفاظ کے اختلاف کے ساتھ بھی گزر چکا ہے۔
حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ میں اس کے قریب گیا —

فَاِذَا هُوَ يَرْمِيْ بِبَصْرَةٍ تَحُو السَّمَاءَ۔

تو میں نے دیکھا کہ وہ ٹکٹکی لگائے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

وَلَيَقُوْلُ يَا مَوْلَايْ اَجَمِيْلٌ مِنْكَ تَسْلُطُ عَلٰی هٰؤُلَاءِ الصِّبْيَانِ!

اور کہہ رہا تھا کہ اے میرے مولا کیا یہ تیری شان کے لائق ہے کہ تو نے مجھ پر
یہ بچے مسلط کر دیئے ہیں !

میں نے کہا —

تَزْعُمُ أَنَّكَ تُرَى رَبِّهِ —

کہ کیا تو خدا کو دیکھتا ہے ؟ —

تو اس نے جواب دیا — کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے
مجھے اس کی محبت نے مدہوش کر رکھا ہے اور جس کے قرب نے مجھے سرگرداں بنا
رکھا ہے —

لَوْ اَحْتَجَبَ عَنْيَ طَرْفَةُ لَقَطَعْتُ مِنَ الْمِ الْبَيْنِ —

کہ — اگر وہ یعنی میرا رب ایک لمحہ کے لئے بھی مجھ سے پوشیدہ ہو جائے —

تو اس کے مجر کے غم میں — فراق کے صدمہ میں اور دوری کے دکھ میں میرے جسم کے
ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں —

اور پھر اس نے یہ شعر پڑھا —

جَمَالَكَ فِي عَيْنِي وَذِكْرُكَ فِي فَمِي

وَحُبُّكَ فِي قَلْبِي فَأَيْنَ تَعِيبُ

کہ — اے اللہ تیرا جمال میری آنکھوں میں ہے اور تیرا ذکر میرے لبوں پر ہے۔

اور تیری محبت میرے دل میں پھر تو مجھ سے کیسے پوشیدہ رہ سکتا ہے اور مجھ سے کیسے
چھپ سکتا ہے اور کیسے غائب رہ سکتا ہے —

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ ذوالنون مصری اور شبلی یہ دونوں مست اور

دیوانے علیحدہ علیحدہ ہیں مگر ان کی اللہ سے محبت کے سبب دونوں کی رسائی — وارفستگی
اور فقر و درویشی کی منزل ایک جیسی تھی اور دونوں ہی اللہ کی محبت کے نشہ میں مدہوش

تھے کہ جنہیں اللہ کے سوا اور کوئی شے دکھائی ہی نہ دیتی تھی —

اور درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم بھی یہی کہتا ہے کہ جب کوئی مرد
مومن محبت کی پر خار وادی میں قدم رکھتا ہے تو اس وادی کی جھاڑیوں کا ہر کاٹھا
اس کے دامن سے اُکھڑ کر اس کی جذب و مستی کی منزل تک پہنچنے میں کمی و دشواریاں
اور مشکلات پیدا کر کے راستہ کو روکنے کی کوشش کرتا ہے، مگر محبت کے پر خطر سفر کا
راہی ان کانٹوں سے اپنے دامن کو بچا بچا کر اور سوائے اپنے راستہ کے ادھر ادھر
دیکھے بغیر اپنی دھن میں اور اپنے محبوب حقیقی سے لو لگائے ہر وادی سے نکل جاتا

ہے — تو پھر

محبت کے شر سے دل سراپا نور ہوتا ہے

ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

اور

شراب روح پرور ہے محبت نوع انساں کی
سکھایا اس نے مجھ کو مست بے جام و سبورینا

اور

محبت ہی سے پائی ہے شفاء بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ نختہ کو بیمار قوموں نے

اور

سیا بان محبت دشتِ غمِ رب بھی وطن بھی ہے

یہ دیرانہ قفس بھی! آشیانہ بھی چین بھی ہے

محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے محسّر بھی

اور یہی ہے ابر بارانِ قطرہ بھی ہے اور دریا بھی

حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا —

پارہ ۲۸ — سورۃ التحریم — آیت ۱۱

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَةً فِرْعَوْنِ اِذْ قَالَتْ
رَبِّ اٰتِنِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ
وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ —

اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی مثال بیان فرمایا ہے — یعنی فرعون
کی بیوی کی —

جب اس نے بارگاہ رب العالمین میں عرض کی کہ اے میرے رب اپنے
پاس سے میرے لئے جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل
سے اور ظالم لوگوں سے نجات دے —

تفسیر کبیر — جلد ۸ — ص ۱۶۸ ترجمہ اعلیٰ حضرت ص ۸۰۵

نزہت المجالس — جلد ۱ ص ۵۸ — باب المحبتہ — قرآن حکیم کے کئی

پاروں اور متعدد سورتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام — فرعون اور اسکی بیوی حضرت
آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر اللہ کریم نے تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان فرما کر
اپنے بندوں کو بتا دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرنے والا مرد مومن
پہاڑوں سے ٹکرا جاتا ہے۔ سمندروں کی طوفانی موجوں میں کود پڑتا ہے۔ خوفناک
نڈیوں کو چیر جاتا ہے۔ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جھلاٹک لگادیتا ہے اور
فرعون کی بیوی آسیہ کی طرح دردناک غراب میں مبتلا ہو جاتا ہے مگر ایمان کی
رسی اور اللہ کی محبت کی زنجیر کو ٹوٹنے نہیں دیتا —

وَقِيلَ هِيَ عَمَّةٌ مُّوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ —

اور حضرت آسیہؑ کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چچی تھی
وَأَمِنْتُ حِينَ سَمِعْتُ قِصَّةَ الْقَامُوسِ عَصَا —

اور جب اس نے یہ سنا کہ فرعون کے جادو گروں کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصارہ مبارک غالب آگیا ہے اور وہ جادو گروں کے بنائے ہوئے رسوں کے سانپوں کو کھا گیا ہے تو وہ ایمان لے آئی تھی —

اور صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ حضرت بی بی آسیہؓ کو ایمان کی دولت عطا ہو جانے کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ اس نے فرعون کے دستِ ظلم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دلوائی تھی اور اس نے فرعون کی اس تلوار کو پکڑ لیا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کیلئے اٹھائی تھی۔ اور کھار اٹھی تھی کہ — یہ بیچہ تو میری آنکھوں کی عیندک ہے —

فَعَذَّبْنَا فِرْعَوْنَ عَذَابًا شَدِيدًا لِّسَبَبِ الْإِيمَانِ —
اور پھر جب فرعون کو حضرت آسیہؓ کے ایمان کی خبر ہوئی تو اس ظالم نے اسے اس کے ایمان لانے کے سبب سخت عذاب میں مبتلا کر دیا —

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں —
إِنَّهُ وَتَدَّ بِهَا بِاللَّعْنَةِ أَوْتَادٌ وَاسْتَقْبَلُ بِهَا الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ عَلَيْهِمَا صَخْرَةٌ عَظِيمَةٌ —

کہ ظالم فرعون نے حضرت آسیہؓ کے ہاتھوں اور پاؤں میں چار نوکدار کیل ٹھوک دیئے تھے اور اسے بھلسا دینے والی دھوپ میں پھینک کر ایک بہت وزنی چکی اس کے سینہ پر رکھ دی تھی —

اور پھر آسیہؓ نے یہ دعا کی تھی کہ اے میرے رب مجھے اس ظالم فرعون اور اس کے ماننے والوں کے ظلم و ستم سے نجات دے —

بس پھر کیا تھا — آسیہؓ کی دعا قبول ہوئی۔ فرشتوں نے اس سے چکن اٹھا دی۔ وَرَفَعَهَا إِلَى الْجَنَّةِ — اور اسے جنت کی طرف اٹھایا —

وَرَأَتْ بَيْتَهَا فِي الْجَنَّةِ

اور اس نے جنت میں اپنا مکان دیکھ لیا۔

علامہ عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نزہت المجالس میں قرآن پاک کے اس ایمان افروز واقعہ کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ فرعون کو جب حضرت آسیہ کے ایمان کی خبر ہوئی تو فرعون نے ایمان سے پھر جانے کو کہا اور اسے قتل کرنے لگا تو۔

فَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ رَبَّنَا قَدْ وَقَعَتْ هَذِهِ الْأَمْرَاءُ فِي بِلَادِ فِرْعَوْنَ
کہ اے ہمارے رب یہ عورت یعنی آسیہ فرعون کے ہاتھوں سخت مصیبت،
مشکل اور عذاب میں مبتلا ہو چکی ہے۔

تَوَالَّدَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى نَفْسًا يَابِ

إِنِّهَا قَدْ أَشْتَاقَتْ إِلَى لِقَائِنَا۔

کہ یہ ہماری ملاقات اور ہمارے دیدار کا شوق رکھتی ہے۔

اس لئے کہ ہماری محبت میں گرفت رہ کر ہماری ملاقات چاہتی ہے۔

اور پھر آسیہ پر نزع کا وقت طاری ہوا اور اس کی زبان حرکت میں آئی تو اللہ کریم

نے فرمایا۔

يَا جِبْرِيلُ إِنِّهَا تَحْتَكَ شَفِيتِيهَا فَاسْمَعْ مَا تَقُولُ۔

کہ اے جبریل علیہ السلام، آسیہ کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ سن تو یہی

یہ کیا کہہ رہی ہے؟۔

يَا رَبِّ إِنِّهَا تَطْلُبُ بَيْتًا۔

تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ کہ آسیہ جنت میں ایک گھر

چاہتی ہے!۔

فَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ بَلَاءٌ هَاشِدٌ وَصَبْرُهَا كَثِيرٌ وَسَوَّاهَا

حَقِیرَہ — فرشتوں کی جماعت بول اُٹھی — یا اللہ
 اُس کی امتحان سخت ہے — اس کا جبر زیادہ ہے اور سوال حقیر —
 کیا مطلب کہ جو کچھ تجھ سے یہ اُس کی طلب کر رہی ہے اسے عطا کر دے —
 تیرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے —
 جنت تیری ہے — اس میں مکان بھی تیرے ہیں — کوئی خالی ہے تو
 اُس کی کو عطا کر دے! —
 فرمایا —

اس سے پوچھو کہ یہ گھر کہاں چاہتی ہے؟ —

جواب ملا —

تَقُولُ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ —
 کہ یہ جنت میں تیرے پاس گھر چاہتی ہے؟ —

ارشاد باری تعالیٰ ہوا!

کہ میں نے اس کے امتحان اور عذاب کو دیکھ کر اس کے سوال کرنے
 سے پہلے ہی اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیا ہوا ہے —
 هِيَ تَأْكُلُ وَتَشْرَبُ —

وہ جنت میں خوشی و مسرت اور اطمینان قلب کے ساتھ چلتی پھرتی اور جہاں
 سے چاہے اور جو شے چاہے کھاتی پیتی رہتی ہے —

فیل —

وَقَالَتْ بَيْتًا وَمَا قَالَتْ دَارًا

کہ اُس نے بیتا یعنی گھر کہا اور دار یعنی مکان نہیں کہا —
 اس لئے کہ بیت بہت ہی چھوٹے سے کمرہ کو کہتے ہیں —

اور یعنی دارا بہت بڑے مکان کو کہتے ہیں جس میں کئی لوگ رہتے ہوں۔

فَارَادَتْ الْخُلُوةَ مَعَ الْحَبِيبِ

تاکہ وہ جنت کے ایک چھوٹے سے حجرہ میں اپنے محبوب حقیقی کے دیدار سے
لطف اندوز ہوتی رہے۔

بہاں۔۔۔۔۔ اور کوئی نہ ہو۔۔۔۔۔



فرعون کی بیٹی کی مشاطہ

الخصائص الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۶۰ - امام و علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ -
 نزہت المجالس جلد ۱ ص ۱۹۲ - باب فضل الجہاد و سلامہ عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ -
 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرعون کی بیٹی کی ایک مشاطہ یعنی
 کنگھی کرنے والی ایک لڑکی تھی — حضرت انس رضی اللہ عنہا کی طرح وہ بھی حلقہ
 اسلام میں داخل ہو چکی تھی اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہو چکی تھی اور پھر
 ساتھ ہی اللہ کی محبت کی زنجیر اپنے پاؤں پہن چکی تھی —

ایک دن وہ فرعون کی بیٹی کے سر پر کنگھی کر رہی تھی — تو
 سَقَطَ الْمَشْطُ —

کہ اس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی —

فَقَالَتْ تَعِسَ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ —
 تو اس کی زبان سے نکل گیا —

کہستیانا اس اور بیڑہ غرق ہوا اس انسان کا جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرے -
 اپنی مشاطہ کی زبان سے یہ حیران کن اور تعجب خیز الفاظ سن کر فرعون کی بیٹی بول
 اٹھی — اَلَا اِلٰهٌ غَيْرُ اَبِيْ —

کہ کیا میرے باپ فرعون کے سوا تیرا کوئی اور خدا ہے ؟
 مشاطہ نے انجام سے بے خبر ہو کر اور فرعون کے ظلم و ستم سے بے نیاز ہو کر جواب دیا -
 نَعَمْ — ہاں !

إِلَهِي وَإِلَهَ آبَائِكَ وَإِلَهَ سَمَوَاتٍ وَالأَرْضِ إِلَهٌ وَاحِدٌ —
 کہ میرا اور تیرے باپ کا اور زمین آسمانوں کا خدا ایک ہی ہے —

فرعون کی بیٹی نے اس بات کی خبر اپنے باپ کو دی —

فَطَلَبَهَا وَبَالَهَا —

فرعون نے مشاطہ کو دوبار میں بلایا اور اس سے پوچھا! —
 کہ جو کچھ میری بیٹی تیرے متعلق بتلا رہی ہے، کیا یہ سچ ہے؟ —

قَالَتْ نَعَمْ —

اس نے جواب دیا — ہاں!

سچ ہے! —

فَعَذَّبَهَا بِالْأُوتَادِ —

فرعون نے اسے لمبے لمبے کیلوں کے عذاب میں مبتلا کر دیا، مگر چونکہ وہ اللہ
 کی محبت کے نشہ میں منور تھی اس لئے اس نے صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہیں پھوڑا

اور ثابت قدم رہی —

ثُمَّ ذَبَحَ بِنَتْنِهَا الْكَبِيرَةَ —

پھر فرعون نے مشاطہ کی بڑی لڑکی کو ذبح کر دیا لیکن وہ پھر بھی بڑے
 ہی سکون قلب کے ساتھ اپنی بیٹی کو ذبح ہوتے دیکھتی رہی اور فرعون کے ظلم
 کو بڑے ہی حوصلہ سے برداشت کرتی رہی —

اور پھر جب فرعون نے مشاطہ کی چھوٹی اور کم سن لڑکی کو بھی قتل کرنا چاہا، تو
 ماں کی ممانعت فریاد کی —

تو لڑکی پکار اٹھی پگھوڑھے میں سے! —

لَا تَحْزَنِي فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى ابْنِي لَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ —

کہ اے اماں! — فریاد نہ کر اور حزن و غم نہ کر اور آنسو نہ بہا کیونکہ اللہ
کریم تے تیرے لئے جنت میں ایک گھر بنا رکھا ہے! —
اور جب حضرت آسیہؑ نے یہ ماجرا دیکھا تو وہ بھی اللہ کی محبت میں محو ہو گئی۔
فرعون نے سمجھا کہ اپنی بیٹی کی طرح یہ بھی دیوانی ہو گئی ہے —
نبی بی آسیہؑ نے جواب دیا! —

ہاں — ظالم ہاں! —

میں اللہ کی محبت میں دیوانی ہو گئی ہوں اور ایمان کی شمع میرے سینہ میں
روشن ہو چکی ہے اور ہمارا وہی ایک خدا ہے جو زمین و آسمان، فرش و فرش
اور لوح و قلم کا رب ہے! —

حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امام الانبیاء صلی
اللہ علیہ وسلم شب معراج کو قباب قرین کی پر نور وادی میں پہنچے تو
مَرَّتْ بِهِ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ —

ایک پاک و صاف اور دل و جگر کو معطر کر دینے والی خوشبو سامنے سے گزری۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا —
مَا هَذِهِ الرَّائِحَةُ —

کہ یہ خوشبو کیسی ہے اور کس شے کی ہے؟ —

جواب دیا جبریل علیہ السلام نے کہ یا رسول اللہ! —
قَالُوا مَا شَطَطُ بِنْتِ فِرْعَوْنَ وَأَوْلَادِهَا —

یہ فرعون کی بیٹی کی مشاطہ اور اس کی لڑکیوں کی جنت کے باغ سے
خوشبو آ رہی ہے! —

نزہت المجالس جلد ۱ ص ۵۲ علامہ عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کہ اصحاب کشف کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو قبر میں رکھا گیا تو منکر نکیر فرشتے حساب لینے کے لئے ان کے پاس قبر میں آئے۔ فرشتوں نے سوال کیا۔
مَنْ رُتِلَکَ۔

کہ تیرا رب کون ہے؟

حضرت بایزید نے جواب دیا کہ میں اگر ہزار بار کہوں کہ میرا رب اللہ ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

وَلٰكِنْ سَأَلَاہٗ هَلْ اَنَا عَبْدُہٗ۔

لیکن خدا سے تو پوچھو کہ میں اس کا بندہ ہوں یا نہیں!۔ اور اگر اللہ نے فرمایا کہ ہاں۔ یعنی بایزید میرا بندہ ہے۔ تو
فَلِی الْکَرَامَۃُ۔

یہ میری کرامت اور بزرگی ہوگی۔

فَقَالَ اِهْذَا کَلَامٌ عَجِیْبٌ۔

فرشتوں نے کہا کہ یہ عجیب کلام ہے۔

حضرت بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی عجیب تر بات بتاتا ہوں کہ جب حضرت آدم کی پشت سے مجھے نکالا گیا اور ارشاد ہوا۔
اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔

کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟۔

تو میں نے تمام ارواح کے ساتھ مل کر جواب دیا تھا کہ۔۔۔ ہاں!۔

یعنی تو میرا رب ہے۔۔۔

هَلْ کُنْتُمْ حَاضِرِیْنِ۔

کیا تم بھی اس وقت حاضر تھے؟۔

فرشتوں نے جواب دیا — نہیں —

یعنی ہم اس وقت حاضر نہیں تھے!

حضرت بائزیدؒ نے کہا کہ اب یہ میرا معاملہ میرے اور میرے رب کے درمیان بھڑو رہا۔
فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ هَذَا أَبُو يُزَيْدٍ عَاشَقٌ سُكْرَانٌ مِنَ الْمَحَبَّةِ

وَمَاتَ كَذَّالِكَ وَوَضَعَ فِي قَبْرِهِ كَذَّالِكَ — وَيَبْعَثُ كَذَّالِكَ —

ایک فرشتہ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ ابو یزیدؒ ہے جو اللہ کی محبت کی مستی میں

زندہ رہا اور اسی مستی میں فوت ہوا ہے اور اسی مستی میں قبر میں مسرور ہے اور قیامت

کے دن بھی اسی محبت کی سرستی — چاشنی اور دیوانگی میں اٹھایا جائے گا۔

نزدہت المجلد ۵ عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ —

ایک بیوی کے خاوند نے قسم اٹھائی کہ اسکی بیوی صدقہ و خیرات نہیں دے گی، مگر ایک دن

اس بیوی نے خاوند کی عدم موجودگی میں صدقہ و خیرات کر دیا۔

اس نیک و پارسا عورت کے خاوند کو پتہ چلا، تو خاوند نے بیوی سے کہا: —

كَيْفَ خَالَفْتَ أَمْرِي —

کہ تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی؟ —

تو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والی بیوی نے جواب دیا —

فَعَلْتُ شَيْئًا لِلَّهِ —

کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی خاطر خیرات کی ہے! —

اور انجیل خاوند نے بیوی کو سزا دینے کے لیے تنور میں آگ جلادی اور حب آگ

کے شعلے پوری طرح بھڑکنے لگے تو اس نے بیوی سے کہا: —

ادْخُلِي فِيهَا لِاجْلِ اللَّهِ! —

کہ جس اللہ کو راضی کرنے کے لیے تو نے خیرات کی ہے۔ اب اسی اللہ کی خوشنودی کی

خاطر اس تندور میں چھلانگ لگا دے !

وہ اللہ کریم کی نیک بندی تیار ہو گئی۔ اور پھر اس نے غسل کیا اور نیا لباس پہنا۔ خاوند نے پوچھا کہ تو ایسا کیوں کر رہی ہے تو بیوی نے جواب دیا —

اِنَّ الْمُحِبَّ اِذَا زَارَ حَبِيْبَهُ تَشْرِیْقٌ لَّهٗ —

کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا کوئی انسان جب اپنے محبوب کی زیارت کیلئے جاتا ہے تو بن سنور کر رہی جاتا ہے۔

پھر اس نیک نیت — سخی — اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والی عورت نے آگ میں چھلانگ لگا دی ! —

ظالم و سنگدل خاوند نے اوپر ڈھکنا دے دیا اور تین دن تک تندور کو بند رکھا اور پھر جب اس نے تین دن کے بعد ڈھکنا اٹھایا —

فَرَاىَ هَا تَبَسَّمُ —

تو وہ مسکرا رہی تھی !

خاوند حیران رہ گیا ! — کہ یہ کیا ماجرا ہے ؟

غیب سے آواز آئی —

اِنَّ النَّارَ لَا تَحْرِقُ اَحِبَّائِنَا —

کہ ہم سے محبت کرنے والوں کو آگ نہیں جلا یا کرتی —



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آخری انعام

قارئین کرام! — اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کی شان صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی نے اپنی کم علمی کم فہمی اور کم آگاہی کے باوجود پوری تفصیل سے بیان کر دی ہے اور بارگاہِ بربریت میں ان کا جو وقار اور منصب ہے اسے بھی پوری وضاحت سے لکھ دیا ہے اور اب اس مقدس مضمون کا آخری حصہ اور محبت کرنے والوں کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو انعام و اکرام عطا ہوگا اس کا مختصر سا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اس ضلالت و گمراہی کے زمانہ میں محبتِ خدا کی شمع کی روشنی پیدا ہو جائے اور اس عیاشی و فحاشی کے اندھیروں میں مسلمانوں کے دلوں میں عشقِ رسولؐ کے چراغ جل اٹھیں اور دردناک آشنا لوگوں کے سینوں میں درد و سوز کی دولت پیدا ہو جائے اور دنیا کی بے حسی — بے وفائی اور بے ضمیری کی تاریکیوں میں اللہ کی محبت کی معرفت، ایمان والوں میں وفا و مروت کا جذبہ کا نور آجائے اور پھر اسی جذبہ کو اخوت کی بنیاد اور محبت کا محل تیار کر کے پاکستان پر بھاپی ہوئی رنگ و نسل کی تاریکی — پنجابی، سندھی کی ظلمت اور بلوچی پٹھان کی وحشت کو مٹا کر مسلمان آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہیں اور ایک دوسرے کا خون خرابہ قتل و غارت اور تباہی و بربادی کی دیواروں کو محبت کے ہتھیار سے پاش پاش کر کے درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم کا پیغام دنیا کے گوشہ گوشہ پہنچے۔

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

اور

بُتانِ رنگ وِخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی
اور سید افتخار الحسن کہتا ہے — کہ

نہ سندھی — نہ بلوچی — نہ پٹھان اور نہ ہی پنجابی رہے باقی —
اور نہ ہی مقامی اور مہاجر کا جھگڑا اور نہ ہی سندھی اور اُردو کا لسانی تنازعہ اور
نہ ہی مسلم لیگ اور سپیلز پارٹی میں نفرت رہے باقی — بلکہ
ایک ہوں سلمِ حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاک کا شغیر

اور —

یقینِ محکم، عملِ پیسہ، محبتِ فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مزدوں کی شمشیریں

اور —

اے مسلمان!

ہوس نے کر دیا ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انسان کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا



رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

حضرات محترم! — جس طرح اللہ تعالیٰ کی محبت اہل ایمان کی علامت ہے اسی طرح اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی مردِ مومن کے لیے عین ایمان ہے۔ اور

جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی اللہ کریم کی اطاعت ہے اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی اللہ جل جلالہ کی محبت ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی ہی خداوندِ دو عالم کی محبت ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے —

پارہ ۳ — سورت ال عمران — آیت ۳۱-۳۲

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

کہ اے میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین مکہ کو فرما دو کہ اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری — یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا قیلاہ اپنچ گردن میں ڈال لو اور اس کی فرمانبرداری کی سونے کی زنجیر اپنے پاؤں میں پہن لو اور اسکی پیروی کی تہیج اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر اس کے نام کا وظیفہ اور اس پر درود و سلام کے پھول پھا اور کرتے رہو۔

اور اگر تم نے ایسا کر لیا تو پھر اللہ تعالیٰ خود تم سے محبت کرنے لگ جائے گا۔

اور یہی نہیں بلکہ

يُكَفِّرَ الذُّنُوبَ كُلَّهَا — تمہارے تمام گناہ بھی معاف فرما دے گا۔

اس آیت پاک کا شان نزول یہ ہے کہ پتھروں کے تراشیدہ خداؤں کی پرستش کرنے والے مشرکین مکہ کا عقیدہ و نظریہ یہ تھا کہ ان بتوں کی پوجا کرنے سے ہم اللہ کے دوست بن جائیں گے اور لات و منات ہمارے اور اللہ کے درمیان محبت پیدا کرنے کا وسیلہ بن جائیں گے۔ مگر اللہ کریم نے مشرکین مکہ کے اس واہیات نظریہ اور باطل عقیدہ کا اس آیت میں کھل کر رد فرمایا کہ میری محبت پیدا کرنے کیلئے ان پتھروں کی پرستش کو وسیلہ نہ سمجھو بلکہ میرے محبوب پاک حضرت محمد مصطفیٰ اصل اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی کو وسیلہ بناؤ۔

پارہ ۳ ————— سورة آل عمران ————— آیت ۳۳

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ۔

پارہ ۲۶ ————— سورة محمد ————— آیت ۳۳

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْطُلُوا
أَعْمَالَكُمْ۔

کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل اور ضائع نہ کرو!

پہلی آیت میں اللہ اور رسول کی اطاعت نہ کرنے والوں سے صاف فرما دیا گیا کہ اللہ و رسول کی پیروی نہ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کبھی دوستی و محبت کا دم نہیں بھرتا۔

بلکہ ————— کافرین کے لفظ نے تو اور بھی وضاحت کر دی ہے کہ اطاعت رسول اور مخالفت رسول کو ایمان و کفر کا دار و مدار قرار دے رہا ہے!۔

پارہ ۲۲ ————— سورة احزاب ————— آیت ۶۳

يَوْمَ تَقْلُبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتُنَا اطَّعْنَا اللَّهَ وَالرَّسُولَ۔

کہ جب ہم ان کفار و مشرکین مکہ کو قیامت کے دن منہ کے بل جہنم کی آگ میں ڈالیں گے تو یہ لوگ کہیں گے کہ —

کاش ہم بھی اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرتے۔ ان آیات قرآنی سے حقیقت کو کھل کر بیان کر دیا ہے کہ اللہ کی محبت اور دوستی تجھروں کی پوجا۔ بتوں کی پرستش اور چاند و سورج اور ستاروں کی عبادت کرنے میں نہیں ہے — بلکہ محبوب خدا صل اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کرنے میں ہے —

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ قرآن و حدیث کے پیش نظر اور کتاب و سنت کی روشنی میں اللہ و رسولؐ سے اور دل و جان سے والہانہ محبت کرنے والے اور خصوصاً ناموس رسالتؐ کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے والے مسلمان ہر گستاخ رسولؐ کو واجب القتل ہی سمجھتے ہیں —

اور وہ اللہ و رسولؐ کی محبت میں سرشار ہو کر اور اپنے دل و دماغ میں کیف و مستی کا نشہ بھر کر اور دامن میں اللہ و رسولؐ کی الفت کے لعل و جواہرات سمیٹ کر یہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ کوئی گستاخ نبوت اس دنیا میں زندہ رہے، چاہے وہ کعب بن اشرف ہو یا ابورافع اور چاہے وہ راجپال ہو یا سلیمان شہمی اور یا کوئی لاہوری مرزاؑ ہو یا قادیانی —



اطاعتِ رسولؐ ہی اللہ کی

اطاعت ہے!

حضراتِ گرامی! — قرآن مجید کے اس حقیقت افروز نظریہ کی تائید کرتے ہوئے صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی یوں بیان کرتا ہے کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایمان افروز آواز آئی —

اے ایمان والو!

ہم نے عرض کی — مولا حکم!

ارشاد ہوا — میری اطاعت کرو!

گزارش کی — اے ربِّ دو جہاں ہم تیرے کمزور مسکین اور عاجز بندے ہیں ہم سے تیری اطاعت نہیں ہوتی! —

فرمان آیا — میری نہیں تو نہ سہی میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی کرلو۔
ہم نے پھر التجاہ کی: —

اے رحیم و کریم اللہ —

اگر ہم نے تیرے رسولؐ کی اطاعت کر لی تو پھر تیری اطاعت کہاں گئی —
جواب آیا — کہ اس کی اطاعت ہی میری اطاعت ہے۔

ہم ڈر گئے کہ کہیں ہمارا رب ناراض نہ ہو جائے اور کہیں جہنم کی آگ کی سزا ہی نہ سناوے۔
ہم نے پھر عرض کی — اے اللہ!

ہم تیری اطاعت و عبادت کرنے کو تیار ہیں۔ ہمیں بتا دے ہم کیا کریں۔
جواب آیا — نماز پڑھو۔

عبادت خدا کی ہے اور اطاعت رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور حکم رکبا ہے
مگر پیروی و اتباع نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

پارہ ۱۰ — سورۃ — التوبہ — آیت ۲۴

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ
وَأَمْوَالٌ نَّاقَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ
تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ
فَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمْ يَتُوبُ إِلَيْهِ

۱۔ اے میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیں کہ اے لوگو اگر تمہارے
باپ — تمہارے بیٹے — تمہارے بھائی — تمہاری بیویاں — تمہارا کنبہ — تمہاری کمائی —
کے مال اور سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان
ان میں سے کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس راہ میں جہاد کرنے
سے زیادہ محبوب ہے تو پھر تم اللہ کے عذاب کا انتظار کرو —

اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ناسقین کو ہدایت نہیں دیتا —
سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کی وضاحت و تشریح
کرتے ہوئے اور اس آیت کی روشنی پھیلانے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اور بھی تاکید و تائید کرتے ہوئے فرمایا: —

بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۲، مشکوات شریف ص ۱۲ اور مسلم شریف جلد ۱ ص ۴۹
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: —

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَ
وَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ —

پوچھا گیا ————— کہ کیسے پڑھیں۔

نماز کی نیت و ترتیب کیا ہے — رکوع و سجود کب کریں۔ اور ان میں کیا پڑھیں۔
قیام و قعدہ کیسے ادا کریں اور قرأت و فاتحہ پڑھنے کا انداز اور طریقہ کیا ہے؟
جواب ملا — میرے رسولؐ سے پوچھ لو۔

ہم اہل ایمان اکٹھے ہو کر دربار رسالتؐ میں حاضر ہوئے۔

فرمایا ————— کیوں آئے ہو؟

عرض کی ————— خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے۔

ارشاد ہوا ————— کیوں؟

گزارش کی ہم نے خداوند کریم سے نماز کی نیت اور ترتیب پوچھی تھی، تو اس نے آپؐ کے پاس بھیج دیا ہے۔

فرمایا ————— تو پھر کھڑے ہو جاؤ ————— نماز کے لئے!۔

قارئین کرام! ہمارے مختار کل نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے
نہیں آتی حالانکہ نماز بھی پہلی تھی ————— نہیں

بلکہ فرمایا ————— نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ —————

ایساں والوں نے پھر پوچھا!

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیسے پڑھیں —————

ارشاد ہوا —————

بخاری شریف جلد ۱ ص ۸۸۔ مشکوٰۃ شریف ص ۶۶۔

صَلُّوا لِمَا أُمِرْتُ بِأَصْلِي۔

کہ جس طرح تم مجھے پڑھنا دیکھو اسی طرح تم بھی پڑھتے جانا۔

فیصلہ ان آیات و روایات کا یہ ہوا کہ نماز اللہ کی ہے، مگر ادائیں رسول کی ہیں۔

کہ تم میں سے اس وقت تک کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے باپ - اپنی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ رکھے گا! مسلم شریف میں یہ الفاظ زیادہ ہیں :-

حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

کہ - جب تک اپنے مال و دولت - خویش و اقارب اور اہل و عیال اور تمام انسانوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے گا -
حفیظ جالندھری مرحوم نے قرآن کی آیت اور حدیث نبویؐ کا ترجمہ کرتے ہوئے کیا ہی اچھا کہا ہے کہ

محمدؐ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

اگر ہو اس میں کچھ خدائی تو ایمان نہ مکمل ہے

اشعت اللغات جلد ۲۸ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں -
کہ - نشان ایمان مومن کامل آنست کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم محبوب تر و معظّم تر از عمہ و از سرس باشد کہ مرد مومن کے ایمان کامل کی نشانی یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہر چیز سے اور دنیا کے ہر انسان سے زیادہ محبوب اور زیادہ محترم و معظّم سمجھے۔
آگے لکھتے ہیں :-

کہ محبت دو قسم است جبلی و اختیاری - کہ محبت کی دو قسمیں ہیں !

جبلی - یعنی پیدائشی یعنی فطرتی اور دوسری - اختیاری

ماں کو اپنے بچوں سے محبت جبلی یعنی فطرتی ہوتی ہے - اور یہ کمال نہیں ہے

بلکہ کسی کی محبت اپنے دل میں اپنے اختیار اور اپنے ارادہ سے پیدا کرنی

یہ کمال ہے !

جیسا کہ — رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے
 از عشر پر سید کہ حال تو چھیت ہے؟
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟
 مارا دوست داری و بس —

کہ مجھ سے ہی محبت رکھتا ہے یا اس دوستی میں کسی اور کو بھی شریک ٹھہرا رکھا ہے!
 گفت کہ محبت مشترک است!
 حضرت عمر نے عرض کی —

کہ محبت مشترک ہے! —

تمہارا دوست میدارم و نفس را و فرزند و مال و منال را نیز دوست میدارم۔
 کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بھی دوست رکھتا ہوں، یعنی آپ سے
 بھی محبت ہے اور آپ کے علاوہ اپنی جان۔ اپنی اولاد اور اپنے مال و متاع سے
 بھی محبت رکھتا ہوں —

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دستے بر سینہ عمر زود تصرف کر دے۔
 پس پھر کیا تھا —

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کی زبان سے یہ الفاظ سن کر اپنا دست کرم حضرت
 عمر کے سینہ پر رکھا اور تصرف فرمایا —

مطلب یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت کے سلسلہ میں تقدیر بدلنے کیلئے
 رسول خدا کا دست شفقت کام کر گیا — صلی اللہ علیہ وسلم
 پس پر سید کہ انہوں حال چھیت —

اور پھر پوچھا کہ اب تمہارا حال کیا ہے؟ —
 گفت ساقط شد محبت اہل و مال و اما محبت نفس منور باقیست —

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے محبوب اللہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اہل و عیال اور مال و منال کی محبت تو دل سے نکل چکی ہے مگر جان کی محبت ابھی باقی ہے۔
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار اپنے دستِ کرم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینہ پر بھرا اور پھر لو پھرا!۔

عمرؓ — اب تمہارا حال کیا ہے؟

عرض کی —

ہمہ ساقط شد و نماز الا محبت تو —

کہ اب آپ سوا ہر چیز کی محبت ساقط اور فنا ہو گئی ہے اور اب آپ کی محبت کے سوا میرے دل میں کسی اور چیز کی محبت — اپنے اہل و عیال اور اپنے مال و منال کی محبت اور اپنی جان کی محبت بھی نہیں سما سکتی —

سوال — سید افتخار الحسن کی طرف سے —

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے صرف آپ سے محبت ہے اور کسی چیز سے نہیں — معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے دل میں پہلے نبیؐ کی محبت نہ تھی اور ان کا ایمان کامل نہ تھا —

جواب بھی سید افتخار الحسن کی طرف سے —

کہ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمانِ کامل کی نفی کی دلیل نہیں ہے بلکہ ان کی شان و عظمت کی دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینہ پر اپنا دستِ رحمت رکھا ان کے دل میں اپنی محبت پیدا فرمائی۔

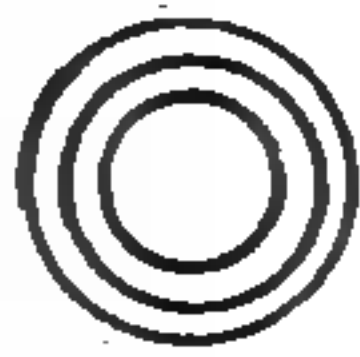
گویا کہ دوسروں کے دلوں میں رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت خود بخود پیدا ہو گئی تھی مگر حضرت عمرؓ کے دل میں اللہ کے محبوب نے اپنے دستِ کرم سے اپنی محبت کے سچے موتیوں کا خزانہ بھرا دیا۔ اپنی محبت کی شمع ان کے سینہ میں روشن کر دی اور اپنی

محبت کا نہ بچھنے والا چراغ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جان و جگر میں بہلا دیا۔
 شیخ و محقق و محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ محبت پیدا ہونے کے اسباب
 کیا ہیں: —————

بدانکہ منشائے محبت و باعثِ مودت حسن است یا احسان۔
 کہ جاننا چاہیے کہ محبت کی قندیل اور مودت کی شمع روشن کرنے کے دو ابواب ہیں۔
 پہلا ————— حسن ————— اور
 دوسرا ————— احسان —————

دریں ہر دو صفات از مخلوقات بکمال و تمام منحصرست در ذاتِ سید کائنات۔
 اور یہ دونوں صفات یعنی حسن اور احسان سید دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ اصل
 اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں موجود تھیں۔
 کیونکہ ————— وہ اجمل و اکمل خلق است، یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوقات میں سے سب سے زیادہ حسین و جمیل اور کامل و
 مکمل ہیں۔

و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراۃ جمال و کمال اوست۔
 اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے نورِ نظر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ
 کے جمال و کمال کا آئینہ ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

حُسنِ مُصطَفٰی صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جیسا کہ علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ حُسنِ مُصطَفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں : —

تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۲۱۰ — لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا شیشہ میں اور خدا تعالیٰ سے براہ راست تجلیات لے کر ایمان والوں میں تقسیم کرتے ہیں ! —

وَلَوْ تَجَلَّى لَهُمْ خُفَاةُ مَا بَدَّلُوا سَطْوَةً —

اور اگر ان تجلیات میں سے ایک تجلی بھی ظاہر ہو جائے تو پہلے تجلی ہی سے ہر چیز جل جائے۔

ج ۵ — ص ۱۶۰ —

مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ —

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِرَاةُ الْحَقِّ يَتَجَلَّى مِنْهُ لِلْخَلْقِ —

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذاتِ حق تعالیٰ کا آئینہ ہیں اور تمام مخلوقات پر تجلیوں کی بارش کرتے رہتے ہیں —

اور پھر حسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے عقیدہ اور اپنے ایمان کا یوں اظہار فرمایا کرتے تھے۔

ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۰۵۔ مشکوات شریف ص ۲۱۸۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ۔
کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو حسین نہیں دیکھا۔
گویا کہ سورج آپ کے چہرہ مبارک سے طلوع ہوتا ہے یا ان کے رخِ انور پر پھیلتا رہتا ہے۔
شامل ترمذی ص ۲۔ مشکوات شریف ص ۵۱۸۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

کہ ایک رات چودھویں رات کا چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔
فَجَعَلْتُ النَّظَرَ إِلَيْهِ وَالْحَيَّ لِقَمَرٍ فَذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي
تو میں کبھی مجبورِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے رخِ تاباں کو دیکھتا تھا اور کبھی چاند کو۔
لیکن میرے نزدیک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور چاند سے زیادہ خوبصورت تھا۔
بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۰۲۔ ترمذی شریف شامل ص ۲ میں ہے

کہ کسی نے حضرت براہن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا :

كَانَ وَجْهُ النَّبِيِّ مِثْلَ الشَّيْفِ۔

کہ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح صاف تھا۔

جواب دیا۔ لا۔ نہیں۔

بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ۔ قِطْعَةُ قَمَرٍ۔

بلکہ۔ چاند کی مثل تھا۔

چاند کا ٹکڑا تھا۔

اس لئے کہ تلوار میں گولائی نہیں ہوتی اور چاند میں گولائی ہوتی ہے جو حسن اور خوبصورتی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

۷۔ میں وہ شاعر نہیں کہ چاند کہہ دوں انکے چہرے کو
میں ان کے نقشِ پا پہ چاند کو کُسرِ بان کرتا ہوں
المواہب اللدنیہ۔ امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ بیروت علامہ لوف
بن اسماعیل البہانی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۹۴ قال القریبی۔ امام و علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے
فرمایا:۔

لَمْ يَطْمَحْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ وَلَوْ
ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهِ لَمَا أَطَاقَتْ أَعْيُنُنَا رُؤْيَاهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حسن ہمارے لئے ظاہر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ
اگر محبوب خدا کا پورا حسن ہمارے لئے ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھوں میں اتنا طاقت
نہیں تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ کل۔ حسنِ تمام اور حسنِ بے مثال کو دیکھ
سکتیں۔

اس ایمان افروز حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے ملا علی قاری محدث رحمۃ اللہ
علیہ نے فرمایا۔ شرح ترمذی شریف جلد ۱ ص ۹۔

أَكْثَرُ النَّاسِ عَرَفُوا اللَّهَ وَمَا عَرَفُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کہ بہت سے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو تو پہچان لیا لیکن رسول اللہ کو نہ پہچان سکے
لَإِنَّ حِجَابَ الْبَشَرِيَّةِ عَنُطَى الْبَصَارِ هُمْ۔

کیونکہ بشریت کے پردوں نے ان کے حسن کو بھپا رکھا ہے۔ یا ان کے حسن
لازوال پر بشریت کے پردوں نے ہماری آنکھوں کو ڈھانپ رکھا ہے۔

اور حیران کن بات تو یہ ہے کہ مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے بھی اپنے

قصائد قاسمی میں بھی اسی حقیقت کو بیان اس طرح کیا ہے —

ع- رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریت

نہ جانا کسی نے کہ تو کیا ہے جز ستار

کہ اے محبوبِ خدا صل اللہ علیہ وسلم چونکہ آپ کے حسن و جمال پر بشریت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اسی لئے سوائے خدا کے اور کوئی دوسرا نہیں جانتا کہ آپ کیا ہیں۔

اور پھر اسی روح پرور حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ہمارے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح ارشاد فرماتے ہیں —

ع- تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو

اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانئے کیا ہو

صاحبِ نزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہی بات جو ہمارے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کریم کے محبوبِ پاک صل اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہی تو بدعتیہ دیوبندیوں کے نزدیک وہ بدعتی اور نعوذ باللہ مشرک ہو گئے۔ مگر وہی بات دیوبندی حضرات کے امام کہتے ہیں تو وہ مسلمان کے مسلمان —

مولانا احمد رضا: —

اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانئے کیا ہو

مولانا قاسم: —

نہ جانا کسی نے کہ کیا ہو جز ستار

سید افتخار الحسن پھر کہتا ہے کہ جب ان دونوں مصرعوں میں کوئی فرق نہیں ہے تو پھر اگر مولانا محمد قاسم صاحب مسلمان ہی رہتے ہیں تو پھر مشرک احمد رضا بھی نہیں ہیں۔ اور اگر مولانا احمد رضا مشرک ہو جاتے ہیں تو پھر مولانا قاسم بھی مسلمان نہیں رہتے۔ مزید تشریح کے لئے مولانا اشرف علی تھانوی کا بیان ملاحظہ ہو۔

نشہ الطیب ص ۱۳۳ —
 حَتَّى لَمْ يُظْهَرْ جَمَالُهُ كَمَا هُوَ —

کہ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جیسا حسن و جمال تھا ویسا ظاہر
 نہیں کیا گیا تھا —

عَلَى غَيْرِهِ —

کہ غیروں پر —
 كَمَا أَنَّهُ لَمْ يُظْهَرْ جَمَالُ يُوسُفَ كَمَا هُوَ إِلَّا لِيَعْقُوبَ أَوْ لِيَحْيَى —
 جس طرح کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال جیسا تھا ویسا سوا
 حضرت یعقوب علیہ السلام یا بی بی زلیخا کے ظاہر نہیں کیا گیا تھا —
 فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اے انداز اور دلکش پیرایہ میں حسن
 مصطفیٰ اصل اللہ علیہ وسلم کے حضور یوں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں —
 حَسْبُكَ الْيَقِينُ بِخَشَشٍ —

وہ کمال حسن حضور ہے کہ کمانِ نقص جہاں نہیں
 یہی پھولِ خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
 درویشِ لاہوری علامہ اقبال مرحوم بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بخت کے نشہ
 میں سرشار ہو کر حسنِ تمام صلی اللہ علیہ وسلم کی یوں دالہانہ مدح و ثنا کرتا ہے — کہ

يَا رَسُولَ اللَّهِ — صَلِّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَا حَبِيبَ اللَّهِ — صَلِّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تیسرا جوہر ہے نوری پاک ہے تو

فروغِ دیدہ افلاک ہے تو

تیسرے صیدِ زبوںِ فرشتہ و حور

کہ شاہینِ شہِ لولاک ہے تو

حضرت خواجه غلام فرید اللہ علیہ فی الرسول کی دولت سے سرفراز ہو کر اور رحمت
الوجود کے خزانہ سے بھر پور ہو کر اور عشق و محبت کی شراب کے نشہ میں چور ہو کر اور کیف
مستی کی بہار سے آشنا ہو کر اور درد و سوز کی آگ میں جل کر حسن محبوب خدا صلی اللہ وسلم
کی یوں تعریف کرتے ہیں : —

کہ سحر حسن ازل و اقصیا اظہار
احمدوں و بس و طاقتی احمد

— اور —

اے حسن حقیقی نور ازل
تینوں واجب تے امکان کہوں
تینوں ہر دل و ابدار کہوں
تینوں احمد عالی شان کہوں

اور جہاں تک امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کائنات پر احسانات کا تعلق ہے
ان کے متعلق اتنا ہی کافی ہے — کہ اللہ کریم نے ہم پر یہ احسان فرمایا کہ ہمیں
اپنا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم عطا کر دیا اور پھر اس محبوب خدا کے اپنی امت پر بے بہا
بے انتہا اور گر انقدر احسانات کی تعداد کوئی شمار نہیں کر سکتا ہمیں کفر و شرک کے اندھیروں
سے نکال کر حق و اسلام کی روشنی میں لے آئے۔ ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں کو مٹا کر
ہمیں رشد و ہدایت کی شمع عطا کر دی — وحشت و بربریت کی ظلمتوں کے جال کو توڑ
کر ہمیں انسانیت و شرافت کے گہوارہ میں لے آئے —

اور پھر ہمارے گناہوں پر اپنی رحمت کی چادر کا سایہ کر کے پردہ پوشی کر دی۔ دوزخ
کی آگ سے اپنی شفاعت کے ذریعہ نجات دلو کر باغ بہشت کا ہم پر دروازہ
کھول دیا — اور پھر اپنی ولادت پاک سے لیکر

سرزمین عرب کے پہاڑوں کی تنگ و تاریک غاروں تک اور مکہ مکرمہ کی مقدس گلیوں سے لیکر کوفہ فاران کی چوٹیوں تک اور یحییٰ سے لیکر شب معراج کی رعنائیوں تک اور مسجد اقصیٰ سے لیکر عرش عظیم تک اور حرم کعبہ کی دیواروں کو بوسہ زنی سے لیکر اللہ کریم سے بے حجاب و بے نقاب دیدار سے مشرف ہو کر ذیبتِ حبیبی اُمّتی کی زبان مبارک سے خدا تعالیٰ سے اپنی اُمّت کے گنہگاروں کی نجات و بخشش کا وعدہ کیلئے لینا کوئی معمولی احسان تو نہیں ہے۔

اور پھر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے

ایک عظیم احسان کا ذکر بہت ہی پیارے انداز میں یوں بیان کیا ہے —
 صر۔ نعمتیں بانٹنا جس سمت وہ نشان گیا
 ساتھ ہی منشیٰ رحمت کا قلم دان گیا
 اور تو تم پہ میرے آقا کی عنایت نہ سہی
 نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

حضرات محترم — کلمہ پڑھا کر ہمیں حرمِ اسلام میں داخل کر لینا کتنا بڑا احسان ہے اور اگر رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ احسان اللہ کے بندوں پر نہ ہوتا۔ اور اگر وہ کلمہ شریف کی تسبیح ہمارے گلے میں پہنا کر ہمیں حق و صدا کی چار دیواری میں نہ لے آتے تو خدا جانے ہم کفر و شرک کے اندھیروں میں اندھوں کی طرح کہاں کہاں ٹھوکریں کھاتے پھرتے۔ حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ محبت یا تو کسی کا حسن دیکھ کر پیدا ہوتی ہے اور یا کسی کا احسان دیکھ کر۔
 حضرات گرامی! — اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں اوصاف حمیدہ دیکھ لیئے یعنی — حسن اور احسان — تو پھر مسلمان آپ کے حسنِ ازلی کو دیکھ کر اور آپ کے احسانات کا صبح و شام ملاحظہ کر کے

اپنی کی محبت کی عنبریں زلفوں کے اسیر کیوں نہ ہو۔

حضرت بلالؓ اور محبت رسولؐ

جیسا کہ — حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے امام الانبیاء صل اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا شہرہ سنا تو آپ کی ولیل کی سیاہ زلفوں کا اسیر بن کر حبش کے سیاہ فام قبیلہ سے رخصت ہو کر اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی تڑپ اپنے قلبِ حنین میں لے کر اپنے وطن مالوف اور گھر بار کو چھوڑ کر دیارِ محبوب کی طرف روانہ ہو گیا —

مکہ پہنچا تو اہل مکہ سے پوچھا —

یہاں کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نامی رسول ہے جس کے حسن و جمال پر شمس و قمر بھی رشک کرتے ہیں۔

جواب ملا — ہاں — ہے۔

تو پھر اسے کہاں تلاش کروں۔

لوگوں نے بتایا کہ انہیں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مکہ مکرمہ کی مقدس گلیوں میں ایک چکر لگاؤ جس گلی سے عطر و عنبر کی روح پرور خوشبو آئے سمجھ لینا کہ وہ حسن و جمال کا پیکر اپنی عنبریں زلفوں سے عطر و گلاب کی دل بھانے والی اور جان و جگر کو تازگی بخشنے والی خوشبو بکھیرتا ہوا ادھر سے ہی گزرا ہے۔

پہنچا آنحضرت بلال رضی اللہ عنہ شہرِ محبوب کی ایک دیوار سے ٹیک لگا کر حسنِ ازل کے حسین شاہکار کے انتظار میں کھڑے ہو گئے!

تھوڑی دیر کے بعد ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا آیا اور ساتھ ہی مکہ پاک کی پوری فضا عنبر و ستوری کی خوشبو سے مہک اٹھی —

مشکورات شریف ص ۵۵ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں —

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْلُكْ طَرِيقًا
 کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس راستہ گزرتے تو آپ کے غلام بھی راستہ میں چلی
 ہوئی آپ کے پاک پسینہ کی خوشبو سونگھ کر معلوم کر لیتے تھے کہ محبوب خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم اسی راستہ سے گزرے ہیں۔

مِنْ طَيْبِ عِرْقِهِ اَدَمِنْ رِيحِ عِرْقِهِ -
 اور پھر اچانک جو نگاہ جستجو اٹھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ پیکرِ حسنِ ازل یعنی سید الانبیاء
 صلی اللہ علیہ وسلم خراں خراں صحابہ کرام کے جھرمٹ میں چلے آ رہے ہیں گویا کہ آسمان
 سے شمس و قمر زمین پر اتر کر مدینہ منورہ کی سرزمین کو روشن کر رہے ہیں۔
 حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک ساتھی سے پوچھا۔
 یہ حسن و جمال کا قدرتی شاہکار کون ہے؟

جواب ملا۔

یہی ہیں تیری مراد۔

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خدا۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بلال حبشیؓ یہ سوچ کر کھڑے رہے کہ اس ماتہابِ نبوت کے ارد گرد خود نبوت
 تاروں کا حلقہ ہے اور یہ نبوت کا سرچشمہ انہیں روشن تاروں کے جھرمٹ میں
 چلا آ رہا ہے اور میں حبش کا رہنے والا حبشی ہوں۔ رنگ میرا کالا ہے۔ ہونٹ
 میرے موٹے ہیں۔ ناک میری چمپی ہے اور لباس میرا بھٹا پراانا ہے شاید اس کی
 نگاہ ناز میں، میں آسکوں کہ نہیں۔

اور شاید یہ کالے رنگ والے کو اپنی غلامی میں قبول کرے کہ نہیں۔
 بلالؓ کے اُداس دل میں یہ خیالات ابھرنے لگے تو رحمتِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم

کی لطف و کرم کی نگاہ پاک بھی اٹھی، بلال پر پڑی —

نظر سے نظر ملی تو حسن ازل کے ترکش سے محبت کا تیز نیکل کر بلال کے دل میں پست ہو گیا اور پھر رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دامنِ شفقت پھیلا دیا اور جیشی کو سینے سے لگایا — اور کالی کملی والے آقائے کالے رنگ والے بلال جیشی کو اپنی کالی کملی میں چھپا لیا صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنے دل کی جی بھر کے دیکھنے کی حسرت پوری بھی نہ ہوئی تھی اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لذت سے پوری طرح اپنے قلب و جگر کو گربانہ سکے تھے اور حسن ازل کے نظارے ابھی آنکھیں اچھی طرح کیف و سرور میں بھی نہ ڈوبی تھیں کہ مشرکینِ مکہ کے سب بڑے ظالم انسان اُمیہ کے ہتھے چڑھ گئے۔ اور پھر اس ظالم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ظلم و ستم کی اتہا کر دی کہ کسی طرح اللہ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا چھوڑ دے —

تفسیر روح البیان - جلد ۴ ص ۶۱ - سورۃ والیل - آیت: الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهُ یَتَرَدَّدُ —

روزے صدیق وید کہ ویر بر خاک گرم افگندہ بود و سنگھائے پییدہ برسید
وے نہادہ واد در این حال احد احدی گفت —
کہ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ظالم اُمیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کی گرم ریت پر لٹایا ہوا ہے اور اس کے سینہ پر تیتے ہوئے پتھر رکھے ہوئے ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس دردناک حالات میں احد احد کی صدا میں بلند کر رہے ہیں —

وَلِیَقُولُ اُمِیَّةٌ لَا تَزَالُ هٰکِذَا حَتّٰی تَمُوْتَ اَوْ تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ —

اور اُمیہ بار بار یہی کہتا تھا کہ ایسا دردناک عذاب تجھے اس وقت تک دیتا رہے گا جب تک تو مرنے جائے یا محمد کا نام لینا نہ چھوڑ دے!

مگر بلالؓ کے حوصلہ اور مصطفیٰ اصل اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ثابت قدمی کے شمار
کہ اُمیہ کی ہر ظلم کی ضرب پر کہتے — کہ

محبت اللہ علیہ وسلم پہ دل کوفہ اگر چکا ہوں
جو فرض خدا تھا ادا کر چکا ہوں

اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار دینار کے عوض حضرت
بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید لیا اور امام الانبیاء صل اللہ علیہ وسلم نے بھی
چند دیناروں کا حصہ دیا۔

اور پھر دربار رسالتؐ سے بلالؓ کی اسلام پر ثابیت قدمی۔ ایمان میں خشکی
اور محبت میں وارتگی کے باعث اسلام میں پہلی آذان زمین پر کہنے کا شرف و
انعام عطا ہوا۔

ص ۶۶۲ :- وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُولُ بِلَالٌ سَيِّدُنَا
اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ بلالؓ ہمارے سردار ہیں۔
درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے بھی اپنی مشہور زمانہ کتاب ”بانگ درا“
میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے حضور یوں گلہ ستہ عقیدت پیش کیا ہے !
کہ اے بلالؓ حبشی اور اے محبوب خدا صل اللہ علیہ وسلم کی محبت میں درو
ناک ظلم و ستم برداشت کرنے والے بلالؓ —

چمک اٹھا جو ستارہ تیرے مقدر کا
جشن سے تجھ کو اٹھا کر جہان میں لایا
ہوئی اسی سے تیرے غمکدے کی آبادی
تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

وہ آستان نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کیلئے
 کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کیلئے
 کہ تو نے محبت رسولؐ کے نشہ میں امیہ کے ظلم و ستم کو خندہ پیشانی سے
 برداشت کیا۔ تو پستی ہوئی ریت پر بھی لیٹا اور تیرے سینہ پر گرم پتھر بھی رکھے گئے
 اور جس زبان سے تو محمدؐ کا نام لیتا تھا اس زبان پر آگ کے انگارے بھی رکھے
 گئے تاکہ محمدؐ کا نام یعنی والی تیری زبان جل جائے اور پھر تیری زبان میں گلنت
 تو آگئی مگر پھر بھی محمدؐ کا نام لینا نہ چھوڑا کہ جس کے شوق میں تو نے مزے ستم کیلئے
 حضرت بلالؓ جواب دیتے ہیں ————— کہ

طر۔ جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
 ستم نہ ہو تو محبت میں یکھ مزا ہی نہیں
 اور

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
 بنیٰ کو دیکھتے رہنا مناز تھی تیری
 نزہت المجالس جلد ۱۱ - ملازح النبوت جلد ۲ ص ۵۸۲ -
 تفسیر روح البیان - جلد ۲ ص ۵ - سورۃ حم السجدہ -
 آیت — وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا
 قَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ کے تحت!
 اَوَّلُ مَنْ أَدْنَى فِي السَّمَاءِ جِبْرِيلُ وَأَمَّ مِيكَائِيلُ عِنْدَ بَيْتِ الْمَعْمُورِ -
 کہ آسمانوں پر سب سے پہلے آذان حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہی اور بیت المعمور میں پہلی
 امامت حضرت میکائیل علیہ السلام نے کرائی -
 وَأَوَّلُ مَنْ أَدْنَى فِي الْإِسْلَامِ بِلَالُ الْجَنَشِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - اور اسلام میں سب

پہلی آذان دینے والے حضرت بلال حبشیؓ ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
مدارج النبوت فارسی جلد ۲ ص ۲۹۱ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
فتح مکہ کے بعد —————

وچوں وقت نماز پیشین ظہر درآمد بلال را فرمود کہ بالائے بام کعبہ رفته آذان
گوئید ————— کہ جب ظہر کی نماز کا وقت آیا تو امام الانبیاء وصل اللہ علیہ وسلم
نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر آذان پڑھو۔ اور پھر بلال
کی آذان میں ایک محبت بھرا انداز ہوتا تھا۔ عشق رسولؐ میں ڈوبی ہوئی اور آب زمزم سے
دھلی زبان سے جب اشہدان محمد رسول اللہ کی صدا بلند ہوتی تو مسجد نبوی کے محراب میں
رونق افروز ہونے والے صادی و درجہاں کی طرف شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے لطف
اندوز ہوتے تھے۔ صل اللہ علیہ وسلم

زبان میں لکنت تھی، ایسے اشہد کی بجائے "اسہد" کہتے تھے یعنی شہین کی بجائے
سین ادا کرتے تھے۔ چند صحابہ کرام نے دربار نبوت میں گزارش کی کہ یا رسول اللہ صل
اللہ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کفار مکہ اعتراض کرتے ہیں کہ محمد
کے موزن کو آذان بھی صحیح نہیں آتی شہین کو سین کہتا ہے۔ ایسے بلال کی جگہ کسی اور
کو موزنی کیلئے مقرر فرما دیا جائے

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سَيْنٌ بِلَالٍ عِنْدَ اللَّهِ شِهِينٌ

تو نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلال کا سین بھی شہین ہے۔
انسان العیون یعنی سیرت حلبیہ میں بھی ہے !

ایک روایت یہ بھی ہے کہ زبان میں لکنت آجانے کی وجہ سے بلالؓ "حھی" کی بجائے
"حھی" کہتے تھے یعنی حی علی الفلاح کی بجائے ہی علی الفلاح پڑھتے تھے۔

اے بلال صدق در بانگِ نیاز
جی راھی جی جی خواندازِ نیاز

تا بگفتند ای کہ نیست راست
این خطا اکنوں کہ آغسازِ بناست

اے نبیؐ والے رسولؐ کردگار
یک موزن کو بورا فصیح بسیار

کہ بلال کی جگہ کوئی اور فصیح اللسان موزن رکھا جائے کیونکہ بلالؓ جی علی الفلاح
کی بجائے جی جی علی الفلاح پڑھتا ہے۔ اور یہ غلطی ابتداءً دینِ اسلام
میں اچھی نہیں۔

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور بلالؓ کے متعلق یہ سنکر غصہ
میں آگئے اور فرمایا۔

کای صحابہ نزدِ خداؐ جی بلال

بہتر از صد جی جی قیل و قال

کہ اے میرے غلاموں اور بلال کی آواز پر اعتراض کرنے والوں خداوندِ کریم
کے نزدیک ہزار جی سے بلال کی جی بہتر ہے۔

بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۳۔ مشکوات شریف ص ۱۱۶ حضرت ابوہریرہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال حبشی رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَمْرٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ
نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيِ الْجَنَّةِ۔

کہ اے بلال تو نے اسلام میں کون سا اچھا عمل کیا ہے کہ میں نے جنت کے دروازہ

پر معراج کی رات تیری جوتیوں کی آواز سنی —

وہ عمل بیان کر — اس نیک عمل کی مجھے خبر دے عرض کی

اے میرے محبوب صباک میں وضو کر کے دو نقل پڑھ لیا کرتا ہوں —

ترندی شریف جلد ۲ ص ۲۰۹ — حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں —

أَصْبَحْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِلَالًا —

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت بلال حبشی کو بلایا — اور فرمایا —

يَا بِلَالُ بِمِ سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلَّا سَمِعْتُ
نَحْشَ حَشَّتِكَ أَمَامِي —

کہ اے بلال — مجھے بتا کہ کس نیک عمل نے تجھے جنت کی طرف لیجانے میں مدد کی —

اور کون سا عمل تیرے کام آیا کہ میں جب بھی جنت میں داخل ہوتا تھا تیری جوتیوں
کی آواز میں اپنے آگے آگے سنتا جاتا تھا —

اور پھر میں نے جنت میں ایک بلند وبالا سونے کا خوبصورت محل دیکھا تو میں نے جنت

کے دربان اور ساکنان جنت سے پوچھا: —

مَنْ هَذَا الْقَصْرِ —

کہ یہ محل کس کے لیے ہے؟

فَقَالُوا لِرَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ —

جواب ملا — عرب کے ایک آدمی کے لیے ہے —

فَقُلْتُ أَنَا عَرَبِيٌّ —

تو میں نے پھر کہا — کہ میں عربی ہوں!

مَنْ هَذَا الْقَصْرِ —

اب بتاؤ — یہ محل کس کا ہے؟ اور کس کے لیے ہے؟

قَالَ الرَّجُلُ مِنْ قُرَيْشٍ !

جنت میں رہنے والوں نے بتایا کہ ایک قریشی آدمی کے لئے ہے۔
فَقُلْتُ أَنَا قُرَيْشِي !

اب بتاؤ — یہ محل کس کے لئے ہیں ؟

جواب ملا

لَرَجُلٍ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ !

کہ محمد صل اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کے لئے
فَقُلْتُ أَنَا مُحَمَّدٌ !

میں نے کہا — کہ میں ہی محمد ہوں !

بتاؤ یہ محل کس کے لئے ہے ؟

بتایا گیا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ !

کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہے۔

پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَذْنَتْ قَطْرُ الْأَصْلِيَّتِ رُكْعَتَيْنِ

کہ یا رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم میں قطعاً اذان نہیں دیتا مگر پہلے دو رکعات
نماز پڑھ لیتا ہوں اور ایک وضو لوٹنے سے پہلے تازہ وضو کر لیتا ہوں

تو نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ! بِحَسْبَاءِ

کہ ہاں ! ان دو اعمال کے سبب تجھ جنت میں خوبصورت — بلند اور سونے
سے بنا ہوا مل گیا ہے۔

المواہب اللدنیہ - ص ۶۱۴ - امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ — کہ
حادی الارواح والے نے ایک حدیث نقل کی ہے : —

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ يَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبِلَالٌ
بَيْنَ يَدَيْهِ يُنَادِي بِالْاَذَانِ —

کہ قیامت کے دن سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے روضہ جنت نشانی
سے اٹھ کر میدانِ حشر کی طرف تشریف لیجائیں گے تو آپ کے آگے آگے حضرت بلالؓ اذانیں
دیتے جائیں گے! —

وَاَخْرَجَ الْحَاكِمُ وَالطَّبْرَانِيُّ —

اور محدث حاکم اور طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث پاک
نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —

تُبْعَتُ الْأَنْبِيَاءُ عَلَى الدَّقَابِّ وَأُلْبَعَتْ عَلَى الْبُرَاقِ وَيُبْعَثُ
بِلَالٌ عَلَى نَاقَتِهِ مِنْ تَفُوقِ الْجَنَّةِ يُنَادِي بِالْاَذَانِ مُحْضًا —

کہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت قیامت کے دن اپنی اپنی سواریوں پر اٹھائے
جائیں گے اور میدانِ حشر کی طرف جاتے ہوں گے مگر میں اپنے معراج شریف والے
براق پر سوار ہو کر عرصہ محشر کی طرف روانہ ہوں گا —

اور میرے آگے آگے بلال حبشی جنت کی بہار والی اونٹنی پر سوار ہوں گے اور اذانیں
دیتے جائیں گے، مگر یہ اذان کسی نماز کے یسے نہ ہوگی۔ بلکہ — محض اذان ہوگی۔

اے صاحبِ ایمان قارئینِ کرام — دیکھو ذرا

حُ دیکھو ذرا کس شان سے سیرکار آ رہے ہیں
محشر میں دھوم مچ گئی مغمور آ رہے ہیں
آگے فرمایا: —

حُ جب میں اس شان و عظمت کے ساتھ
بارگاہِ ربِّ العزت میں پہنچوں — گا

تو — فَيَسْتَقْبِلُنِي الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ —

رب العزت خود میرا استقبال کرے گا۔ اور یہاں تک کہ جب بلالؓ
آذان دیتے ہوئے، شہدان محمد رسول اللہ کہیں گے تو
شَهِدَ لَهُ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ —

تمام اہل ایمان پہلے والے اور آخر والے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی رسالت کی گواہی دیں گے اور —

إِذْ سَمِعَتْ الْأَنْبِيَاءُ وَأُمَمُهَا —

کہ جب تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں بلالؓ کی زبان سے
شہدان محمد رسول اللہ بنیں گے تو سب پکار اٹھیں گے کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں
کہ محمد اللہ کے رسول ہیں —

الشفا، شریف جلد ۱ ص ۱۳۸ القاضی العیاض — حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے —

يُوضَعُ لِأَنْبِيَاءٍ مَنَابِسٌ يُجْلِسُونَ عَلَيْهَا —

کہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے لئے منبر رکھے جائیں گے اور دونوں
پر بیٹھ جائیں گے —

وَيَبْقَىٰ مَنْبَرِي — اور میرا منبر باقی رہ جائے گا —

لَا أَجْلِسُ عَلَيْهِ — میں اس پر نہ بیٹھوں گا —

بلکہ اپنے رب کے سامنے کھڑا رہوں گا —

پھر اللہ کریم فرمائے گا :
مَا تَرِيدُ أَنْ أَصْنَعَ بِأَمْتِكَ

کہ اے میرے محبوب پاک! — آپ کیا چاہتے ہیں؟ کہ آپ کا ارادہ کیا ہے —

جو تو چاہتا ہے آج میں تیری اُمّت کے ساتھ وہی کروں گا —
 تو میں عرض کروں گا —
 عَجِّلْ حِسَابَهُمْ

کہ سب سے پہلے اور بہت جلدی میری اُمّت کا حساب لے لے —
 پھر ان کا حساب لیا جائے گا —
 فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ
 الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِي —

اور پھر ان میں سے لاکھوں میرے اُمّتی اللہ کریم کی رحمت کے سبب جنت میں
 داخل ہوں اور کروڑوں میری شفاعت کے سبب جنت میں جائیں گے —
 معارج النبوت — حصہ ۳ فارسی ص ۱۵۹ — ملا معین الدین کا شفی رحمہ اللہ
 علیہ اس شفاعت کے متعلق یہ بھی فرماتے ہیں: —

کہ امام الانبیاء صل اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی آئی —
 بطلب تابدہم —

کہ — اے گنہگاروں کے مددگار اور شافع روز محشر اور اے اُمّت کے غمخوار
 محمد — صل اللہ علیہ وسلم — مجھ سے کچھ طلب کرو تاکہ میں آپ دوں —
 سوال — کیا گیا — ! —

اُمّت — گنہگار ہے ! —

جواب آیا —

مجبور — گنہگار نہیں —

أَنْتَ شَفِيعُهُمْ فَيَا قُصُورَ فَرَايُضَ وَأَنَا أَكُونُ شَفِيعًا لَهُمْ
 فَيَا قُصُورَ فِي سُنَّتِكَ —

کہ جنہوں نے میرے فرائض پھوڑے ان کی شفاعت تم کر دینا میں مان لوں گا۔
اور انہیں بخش دوں گا اور جنہوں نے تمہاری سنتیں ترک کی ہیں، ان کی شفاعت میں کر
دوں گا۔ تو تم مان کر انہیں معاف کر دینا۔

حضرات محترم — آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی رسولؐ سے محبت اور
پھر اس محبت میں دردناک عذاب پر صبر و سکون کا مظاہرہ کرنا اور پھر خدا و رسولؐ کی طرف
سے انعامات و کرامات کا عطا ہونا کے ساتھ ساتھ شفاعتِ رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر
ساحۂ اور مقام محمود کا ایمان افروز خاک بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ پاک
کے بعد جب انہوں نے مسجدِ نبویؐ میں پہلی آذان دی اور اشدھان محمد رسول اللہؐ پر
جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انگلی کا اشارہ کیا اور قدرت کے حین شاہکا
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہ آئے تو انگلی وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئی۔
آہ و فغاں نے مدینہ منورہ کے در دیوار ہلا دیئے۔ پورے مدینہ میں کھرام
پھج گیا۔ اہل ایمان کے محبوب عاشقاں کے بھر و فراق نے سکونِ قلب چھین لیا۔
اور ہر ایک کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا۔

یہاں تک کہ

المواہب ص ۱۳ علامہ یوسف بن اسماعیل البغافہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

حضرت عبد اللہ بن زید جو آذان والے مشہور ہیں

كَانَ يَعْمَلُ فِي جَنَّةٍ لَهُ

وہ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے۔

فَاتَاهُ ابْنُهُ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَفَّى

ان کا بیٹا ان کے پاس آیا اور اس نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پاک ہو گیا ہے

اور سارے شہر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر اندھیرا چھا گیا۔ تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی —

اللَّهُمَّ اذْهَبْ لِعَبْرِي حَتَّى لَا اَرَى بَعْدَ حَبِيبِي مُحَمَّدًا اَحَدًا نَكُفَّ بَصَرُهُ — کہ اے اللہ کریم میری آنکھوں کی بینائی بھین لے اور مجھے اندھا و نابینا کر دے تاکہ میں اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نہ دیکھ سکوں —

تو ان کی دعا قبول ہوئی اور ان کی آنکھیں صاف ہو گئیں اور بینائی جاتی رہی۔ اور یہی نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میان سے تلوار نکال لی اور یہ اعلان کر دیا کہ خبردار میں نے جس زبان سے سنا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔

تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۵۵۔ خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۲۸۰ — امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حجتہ اللہ علی العالمین ص ۵۰۸ علامہ و شیخ یوسف بن اسماعیل البھانی رحمۃ اللہ علیہ۔ جمال الاولیاء ص ۲۹ مولانا اشرف علی تھانوی —

ان تمام محدثین و مفسرین اور علمائے دین نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان

نقل کیا ہے! — فَاَمَّا عَصْرُكَ كَذَبٌ بِمَوْتِهِ — کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی وفات کو سچ نہ سمجھا —

فَقَالَ — اَيُّهَا النَّاسُ كَفُّوا السُّنَّتَ عَنْ نَبِيِّ اللَّهِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ يَمِينٌ — اور اعلان کر دیا کہ اے لوگو! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق موت کے لفظ پر اپنی زبانیں بند رکھو کیونکہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں

ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ نبھانے گئے ہیں۔
وَهُوَ اَتِيكُمْ

وہ یعنی محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پھر تمہارے پاس تشریف لائیں گے۔
وَاللّٰہُ لَا اَسْمَعُ اَحَدًا یَذْکُرَانِ الْبَنٰی تُوفِی الْاَقْتُلُ بِسَیْفِیْ ہَذَا۔
اور اللہ کی قسم اب میں کسی کی زبان سے یہ نہ سنوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات
پاگئے اور اگر کسی نے آپ کی موت کا ذکر کیا تو میں اس تلوار سے اسے قتل کر دوں گا۔
جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۲۳ حکیم محمد صادق سیالکوٹی۔ پاکستان
اہل حدیث جماعت کا ترجمان اور ممتاز عالم دین ہیں لکھتے ہیں۔
کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ پاک کی خبر سنکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ
عنه میں چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی !

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر سکتہ کی سی حالت طاری ہوگئی اور حضرت عمرؓ کی
عقل نے حضرت رسول خدا کی موت کو قبول نہ کیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وصالِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام کی یہ
حالت کیوں ہوگئی اور وہ صبر و حوصلہ کے دامن کو کیوں چھوڑ بیٹھے اور انہوں نے سکون و
تسار کی چادر کو کیوں تار تار کر دیا۔ حالانکہ وہ جلیل القدر صحابہ کرام تھے۔ رشد و ہدایت
کے ستارے تھے اور صبر و حوصلہ کے پیکر تھے اور پوری نسلِ انسانی کے راہنما و پیشوا تھے۔
تو اس سوال کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ محبت کرنے والا ایک انسان کسی معمولی سے محبوب
کی جدائی میں تڑپنے لگ جاتا ہے، تو ان کے محبوب تو صرف ان کے ہی محبوب نہیں تھے بلکہ،
محبوبِ خدا تھے۔ اور حسن و جمال میں بھی قدرت کا حسین شاہکار بھی تھے۔ اور باعثِ
تخلیقِ کائنات بھی تھے تو پھر ایسے محبوب کا ہمیشہ کے لئے جدا ہو جانا صحابہ کرام کے لئے
نا قابلِ برداشت صدمہ نہ ہوتا۔ تو اور کیا ہوتا؟

اور دوسری بات یہ تھی کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ اب قیامت تک محبوب کا نورانی
چہرہ نظر نہیں آئے گا۔ — حشر تک والضحیٰ کا حسین نمکھڑا دکھائی نہیں دے گا۔ طلحہ کا
تاج نگاہوں سے اوجھل ہو جائیگا اور حسم و لیسین کے خوبصورت دائرے رخِ نور پر اب
چھپ جائیں گے۔ —

تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔ جمالِ محمد
کے دیوانے تھے اور محبوبِ خدا کی محبت میں سرفراز ہو کر فانی الرسول ہو چکے تھے پھر وہ ہجر و
فراق کے روحِ فرسا صدمہ کو کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ —

آذانِ کہی محبوبِ نظر نہ آیا اور انگلی سے اشارہ کا شوق۔ شمعِ حسنِ ازلی کا پروانہ نہ بن
سکا اور رسولِ پاک کی محبت کی پینک کا ہولارا پورا نہ ہو سکا تو شہرِ محبوب کے در و دیوار
کو غمگین اور اداس اور اشکبار آنکھوں سے تر کرتے ہوئے اور بے قرار نگاہوں سے سلام کرتے
ہوئے اور در و در و سلام کا وظیفہ پڑھتے ہوئے مدینہ منورہ سے نکل گئے۔

السان العیون یعنی سیرت حلبیہ۔ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ
جز ۲ ص ۳۱۸ میں اس دردناک اور پر سوز واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں:-
وَلَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ بِلَالُ الْآذَانَ
وَلَحِقَ بِالشَّامِ — کہ

جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پاک ہو گیا تو حضرت بلال رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے آذانِ دینی ترک کر دی اور پھر شہرِ محبوب یعنی مدینہ منورہ کی پرہیزگار
اور کیف و سرور میں ڈوبی ہوئی فضاؤں کو چھوڑ کر شام کے اداس اور غمگین جنگلوں
میں چلے گئے اور پھر محبوب کی عنبریں زلفوں کا قیدی آنکھیں بند رکھتا کہ شاید حسنِ یار
کی جھلک اسی انداز میں دکھائی دے دے۔ —

فحکث زماناً۔ یعنی ایک زمانہ تک شام کے صحراؤں میں اپنے آقا و مولا صلی اللہ

علیہ وسلم کے ہجر و فراق سے میں تڑپتے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں آنسو بہاتے اور محبوب کے حسن و جمال کے نظار کی امید میں گزار دیئے۔
یعنی پچھراہ۔

صوفی عظمت شاعر نے حضرت بلالؓ کی بے قراری و بے چینی کو پنجابی زبان میں اس طرح لکھا ہے۔

ع۔ کہ پلک نہ چین آوند اسی اونہوں سرکار دے باہجھوں
ایہہ زندگی موت جا پے یار دے دیدار دے باہجھوں
فَرَايَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ لَهُ
مَا جَفَوْتَنَا يَا بِلَالُ

بس پھر ایک رات خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے سرفراز
مشفق و شفیق آقائے فرمایا۔
کہ۔ اے بلالؓ!

ہمارے ساتھ اتنی بے وفائی کیوں؟

ع۔ کہنا سرکار نے لگیاں پرستان توڑ آیاں اے
توں میگر بعد کیوں میرا مدینہ چھوڑ آیاں اے
اور اے میرے عاشق صادق بلالؓ میری مسجد نبوی کے خوش الحان مؤذن بلال
اور اے مسلمانوں کے سردار بلالؓ تیری آذان تو میں اپنے مزار کنبہ خضر پاک میں
بھی سنتا رہتا ہوں!

اور اب ہمارے جوار رحمت سے نکل کر شام کے اداں و غمگین جنگلوں
میں تڑپتے پھرتے ہو! —
واپس آ جاؤ!

نیند سے بیدار ہوئے اور خواب سے اُٹھے تو جدائی کے اداس بادل چھٹ چکے تھے اور بحر و فراق کے غمگین اندھیرے مٹ چکے تھے۔
 پہرہ پر رونق تھی اور لبوں پہ تبسم تھا۔ آنکھوں میں مستی تھی اور دل و جگر سے فرقت و جدائی کی آگ ٹھنڈی ہو چکی تھی!

بس پھر کیا تھا۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کی تعمیل کیلئے شام کی شام سیاہ سے نکل کر مدینہ کی صبح خنداں کی طرف روانہ ہو گئے۔
 زمین کی طنائیں کچنچ لی گئیں۔ راستہ سمیٹ لیا گیا اور منزل قریب سے قریب تر کر دی گئی۔

شہرِ محبوب میں پہنچے تو سر زمینِ مدینہ کو بوسہ دیا۔ خاکِ طیب آنکھوں پہ ملی اور سرِ نیازِ سلامی کے لئے جھکا دیا۔ مدینہ منورہ میں پردہِ غیب سے اعلان ہونے لگا۔
 مسلمانوں اٹھو۔ مسجدِ نبویؐ کا مؤذن اور اللہ کے محبوب کا محبوب بلالؓ آگیا۔ اٹھو اور اس کا استقبال کرو۔

وہ دیکھو تربتِ رسولِ اکرمؐ حرکت میں آگئی ہے۔ محرابِ اپنے مؤذن اور سچے عاشق کے انتظار میں اپنا دامنِ رحمت کھولے قبرِ انور سے دیکھ رہے ہیں۔! غرضیکہ۔
 حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ چھ ماہ کی غیرِ حاضری کے بعد حبیبِ پسِ مدینہ آئے تو لوگوں کے دلوں میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ عید کے چاند جیسی خوشی ہوئی اور پورا مدینہ بلالؓ کو دیکھنے کے لئے اُٹھ آیا۔

محبوبِ پاکؐ کی قبرِ شریف کی جانب قدم بڑھاتے تو رک جاتے۔ پھر قدم اٹھاتے تو ٹھہر جاتے۔ دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی گئیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کی بھڑی لگ گئی کہ جس محبوب کے رُخِ انور کا دیدار میری زندگی کا سرمایہ تھا اور جس کے حسن و جمال کا نظار میرے دل و جان کی دولت تھی اور جس محبوب کی حسین تصویر

میری آنکھوں کی ٹھنڈک تھی آج اس محبوب کو ظاہری طور پر دیکھنے کی بجائے اسکی قبر مبارک کی خاک پاک اپنے لیے بوسہ گاہ کیسے بناؤں —

وَاقْبُرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْ يَسْجَى —

اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے تو رورود کر دریا بہا دیئے۔ مدینہ منورہ کے اپنے رسول کی جدائی کے غم میں ترپنے والے مسلمانوں نے حضرت بلالؓ سے آذان دینے کا مطالبہ کر دیا۔

ع۔ لگے زل کے کہن سارے کہ اکو عرض ہے ساڈی سناوے بانگ اگے وانگ بس ایہو عرض ہے ساڈی تو حضرت بلالؓ نے جواب دیا۔

ع۔ بلالؓ آکھے کرو مجبور نہ قسربان جساواں میں اگے محبوب ہے نہیں بانگ آج کسنوں سناواں میں

لوگوں نے بہت ہی اصرار کیا مگر بلالؓ نہ مانے۔ آخر کار اہل مدینہ نے اور اہل ایمان نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس گئے اور عرض کی کہ ہمارے کہنے پر تو حضرت بلالؓ آذان نہیں کہتے، اگر آپ انہیں حکم دیں گے، تو وہ آپ کے حکم کو رد نہیں کریں گے، اس لیے کہ بلالؓ جانتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی ہر خواہش کو پورا کیا کرتے تھے۔

وَاقْبُلِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ يَقْبَلُهُمَا وَيَضَاهِيهِمَا —

اور پھر دونوں شہزادے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ نظر۔ علیؓ کے تختِ جگر فاطمہؓ کی جانِ راحت حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام بلال حبشیؓ کے پاس گئے۔ بلالؓ تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آداب بجالائے اور قدموں کو بوسہ دیا۔ پیشانیوں کو چوما اور سینہ لگایا۔

شہزادوں نے آذان کے لئے حکم دیا۔

فلما صعد لیوذن اجتماع اهل المدينة رجالهم ونساءهم۔
توجہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہزادوں کی یہ خواہش پوری کرنے اور
ان کے حکم کی تکمیل کرنے کے لئے آذان دینے والے منبر پاک پر کھڑے ہوئے تو تہر
مدینہ منورہ کے تمام مرد و خواتین بچے اور بوڑھے حرم کعبہ میں ہو گئے اور سید
افتخار الحسنؒ تو کہتا ہے کہ فرشتوں نے بھی بلالؓ کی آذان سے لطف اندوز ہونے
کے لئے اپنے کان مدینہ کی طرف لگا لئے ہوں گے اور جنت کی حوروں نے بھی بارگاہ
رب العزت میں سجدہ ریز ہونے کے لئے حضرت بلالؓ کی آذان کی آواز سُننے کے لئے
ہمتن گوشت ہو کر انتہائی شوق میں انتظار کیا ہوگا۔

فلما قال اللہ اکبر صاحبو و بکرا۔

مسلمانوں کی چیخیں نکل گئیں اور دھارٹیں مار کر رونے لگے۔

اور جوں جوں بلالؓ آذان دیتے جاتے تھے توں توں ان کی حالت غیر ہوتی جا رہی
تھی اور صبر و سکون کا دامن چھٹتا جا رہا تھا۔

مدارج النبوت جلد ۲ ص ۵۸۲۔

وچوں گفت اشہدان محمد رسول اللہ زلزلہ در شہرافتاد۔

اور جب بلالؓ نے اشہد محمد رسول اللہ کہا تو مدینہ منورہ میں زلزلہ آگیا۔

سیرت حلبیہ جز ۲ ص ۳۰۸:۔ از تحت المدینۃ۔

کہ سرزمین مدینہ تھرا اٹھی۔

سید افتخار الحسنؒ کہتا ہے کہ گویا کہ سرزمین مدینہ بھی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

کے وصال پاک کے صدمہ اور حضرت بلالؓ کی جدائی کے غم کا اظہار کرنے کے لئے تھرا
اٹھی تھی۔

اشہد ان محمد رسول اللہ کہا اور محمدؐ کے نام پر اپنی پرانی عادت کے پیش نظر یہ سمجھ کر کہ محمدؐ مسجد نبوی میں آج بھی جلوہ افروز ہیں، شہادت کی انگلی کا اشارہ کیا اور جب بلالؓ کو محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم رسالت کے مصلیٰ پر دکھائی نہ دیئے تو محبت رسولؐ کے جذبات قابو میں نہ رکھ سکے اور آذان بھی پوری نہ کر سکے کہ بے ہو کر حرم پاک میں گر گئے۔ حضرت حسن و حسینؑ نے آپ کو جھولی میں اٹھالیا۔ اپنے دامن کی ٹھنڈی ہوا حضرت بلالؓ کے بدن مبارک پر بکھیری، اور اب زرم چہرہ پر پھڑک دیا۔ بلالؓ کو ہوش آیا تو۔۔۔

وہ میں محمدؐ۔۔۔ وہ میں محمدؐ۔۔۔ وہ میں محمدؐ کی ایمان افروز صدا میں بلند کرتے ہوئے پھر سر زمین مدینہ سے نکل گئے۔
 دمشق پہنچے!۔۔۔ اور وہیں وفات پا گئے۔

مدارج النبوت۔۔۔ جلد ۲۔ ص ۵۸۳۔۔۔ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ وفات یافت و بدمشق دفن کردہ شد کہ دمشق میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

نزہت المجالس جلد ۱۱ علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ۔
 وکالت بدمشق۔۔۔ اور وہ یعنی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت دمشق میں ہوئی۔

أَوَّلُ مَنْ أَذَّنَ فِي السَّمَاءِ جِبْرِيلُ وَأُمُّ مَيْكَائِيلَ عِنْدَ بَيْتِ الْمُعْمُورِ
 کہ آسمانوں پر سب سے پہلی آذان حضرت جبریل علیہ السلام نے کہی اور امامت بیت المعمور میں حضرت میکائیل علیہ السلام نے کرائی۔

صاحبزادہ سید رفیع الرحمن زیدی کہتا ہے۔
 أَوَّلُ مَنْ أَذَّنَ فِي السَّلَامِ بِلَالٌ وَأُمُّ مُحَمَّدٍ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

کہ سب سے پہلے اسلام میں آذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہی
اور امامت محمد مصطفیٰؐ نے مسجد حرام میں کرائی ————— صل اللہ علیہ وسلم
اور یہ بھی درست ہے کہ

ع۔ اذان دے گئی حضرت بلالؓ کی ہستی
اور نماز پڑھ گئے کمر بلا والے

قارئین محترم! ————— بات محبت رسول صل اللہ علیہ وسلم کی ہو رہی تھی جو
کئی خوبصورت وادیوں اور کئی پرکھت فضاؤں اور مدینہ منورہ کی حسین جگہوں سے
نکل کر حضرت بلال حبشیؓ کی ایمان افروز محبت کی داستانِ شام کے صحراؤں تک
جا پہنچی اور شہرِ محبوبؐ ہوئی ہوئی دمشق کی سرزمین میں ختم ہو گئی —————

جامع صغیر ————— جلد ۱ ————— ص ۱۲ ————— حضرت علی المرتضیٰ علیہ
السلام نے فرمایا کہ نبی اکرم صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —————

ادَّبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ ————— کہ

اپنی اولاد کو تین خصلتوں کی تعلیم دیا کرو اور ادب سکھایا کرو —

حُبُّ نَبِيِّكُمْ ————— وَحُبُّ أَهْلِ بَيْتِي وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ —

پہلی — اپنی نبی پاک صل اللہ علیہ وسلم سے محبت کی تعلیم —

دوسری — میری اہل بیت سے محبت کی تعلیم اور — تیسری قرآن پاک کی تلاوت

کی تعلیم —————

مشکوات شریف ص ۳ ————— حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت

کرتے ہیں کہ رسول خدا صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —————

مَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ — کہ
جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت

کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

درویش لاہوری مرحوم نے محبت کی خوب ترجمانی کی ہے۔

ع۔ محبت کی رسمیں نہ ترکی نہ تازی
شہیدِ محبت نہ کافر نہ غازی

بخاری شریف جلد ۲ ص ۹۱۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں:۔ اَنْ رَّجُلًا سَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَتَى
السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔

کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟
فَقَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا۔

آپ نے فرمایا کہ تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے۔

فَقَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرِ صَلَاةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلَكِنْ
أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔

اس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کی تیاری کے لئے میرے

پاس بہت سی نمازیں نہیں ہیں۔ بہت سے روزے نہیں ہیں اور بہت سے صدقات

نہیں ہیں، البتہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوں۔

تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

أَنْتَ مَعَ مَنْ أُحِبِّتَ۔

کہ تو قیامت میں اُمی کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۸۔ ترمذی شریف جلد ۲ ص ۵۷۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

مَعْقَدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ نَی فرمایا:۔ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ۔

کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔

فَقَالَ النَّظَرُ —

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہوش اور اپنے کہنے پر نظر ثانی کر، کیونکہ محبت کی منزل بڑی کٹھن اور اس کا راستہ بڑا ہی دشوار ہے۔

اس لئے

فَانْظُرْ مَا تَقُولُ —

کہ جو تو کہتا ہے۔ اس پر غور کر۔

قَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ —

پھر اس آدمی نے تین بار یہی کہا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں !

رَسُولُ خُصْرٍ صَاحِبِ اللِّسَانِ وَصَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پھر فرمایا: —

إِنْ كُنْتَ صَادِقًا — إِنْ كُنْتَ تَحِبُّنِي فَأَعِدِ الْفَقْرَ — تَحْفَافًا

کہ اگر تو اپنے قول میں سچا ہے اور میری محبت میں پکا ہے — تو پھر اپنے

آپ کو فقر کے لئے تیار کر۔

تَحْفَافًا — اس اسلحہ کو کہتے ہیں جو جنگ کے موقع پر گھوڑے

پر رکھا جاتا ہے تاکہ دشمن کے وار سے محفوظ رہ سکے !

مطلب یہ کہ — محبت کی راہ میں ہر مشکل اور ہر محک اور ہر مصیبت کو خندہ

پیشانی سے برداشت کرنا چاہیئے — اور ہر بلا و آفت کو بڑے ہی صبر و تحمل سے

نظر انداز کر کے محبت کی حقیقی منزل کو پالینا چاہیئے !

حضراتِ محترم ! — محبت رسول صرف انسانوں اور پھر مسلمانوں تک

ہی محدود نہیں ہے بلکہ کائنات کی ہر شے رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

میں گرفتار ہے۔ پہاڑوں کی بلندی۔ دریاؤں کی روانی۔ گلشن کی بہاؤں اور حنت کی فضاؤں میں محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی موجود ہے اور اگر کسی وقت بھی اس کائنات سے محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس رشتہ ٹوٹ جائے تو اسی کا نام قیامت ہوگا، جیسا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۸۵۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

انَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ أَحَدُ فَقَالَ هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنَحْنُ نَحِبُّهُ۔

کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اُحد پہاڑ ظاہر ہوا تو اپنے فرمایا۔ یہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور کائنات کی ہر شے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی چاشنی ہونی ایک قدرتی امر ہے۔ ایسے کہ جب اللہ کریم نے ساری کائنات بنائی ہے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہے اور پھر جب کائنات کی ہر شے جانتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو پھر ہر چیز میں آپ کی محبت کی شمع کی روشنی کا پیدا ہونا قدرت کی ایک ادنیٰ سی کوشش ساری ہے۔

دنیا کی ہر شے کی حضورؐ سے محبت

اور جب بیڈ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رب العالمین ہیں تو یہ بھی ضروری ہے کہ عالمین کی ہر شے میں رب العالمین کے محبوب کی محبت کا نشہ بھی موجود ہو۔

اور اگر ایسا نہ ہوتا تو شجر و حجر الصلواة

والسلام علیک یا رسول اللہ نہ پکارتے

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت بھرے اور ایمان افروز مضمون کے آخر میں

اس کتاب کے مصنف صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ جب کسی مردِ مومن کے دل میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن ہو جاتی ہے تو پھر اس کے دل سے نہ صرف کسی معصیت کا خیال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے بلکہ حسد و بغض کا اندھیرا حوص و ہوا کی ظلمت — کذب و افتراء کی تاریکی اور عیاشی و فحاشی کی سیاہی بھی مٹ جاتی ہے اور پھر وہ مردِ مومن ہر لغزش سے پاک — ہر معصیت سے صاف اور ہر قسم کی ضلالت و گمراہی کے عیب سے بری ہو کر بارگاہِ رب العزت میں مقبول ہو جاتا ہے اور اس کے دفترِ عمل میں اس کا نام درویشی و فقر کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔

اور پھر وہ مردِ مومن اقبال کا مردِ مومن بن کر دنیا پر چھا جاتا ہے۔

کہ — ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

گفتار میں کردار میں المشہ کی برہان

قتاری و غفاری و قدوسی و جبروت

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اور یہ چار عناصر صفاتِ خداوندی ہیں — گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی معرفت اور رسولِ خدا کی الفت کے وسیلہ سے مردِ مومن نہ صرف فقر و درویشی کے لباس میں اور ولی کامل کے لبادہ میں حریمِ قدس تک رسائی کر لیتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بھی بن جاتا ہے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت و الفت کو اپنے دین و ایمان کا سبب سمجھنے والے مسلمان پھر گستاخِ رسول کو واجبِ القتل نہ سمجھیں تو اور کیا سمجھیں



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وارداتِ عشق

حضرت محترم — صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی اور بھی تفصیل کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ جب کوئی انسان یا اور کوئی مرد مومن آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی دوا کی کے آخری کنارے پہنچتا ہے تو پھر عشق کے میدان میں قدم رکھتا ہے اور پھر اس مرد مومن پر وارداتِ عشق کا غلبہ ہوتا جاتا ہے اور پھر وہ اسرارِ الہیہ کا راز دان بن جاتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ محبت عام ہے اور عشق خاص —
محبت ہزاروں سے ہو سکتی ہے مگر عشق صرف دو کے درمیان —
اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ محبت کی دلکشی اور عشق کی واردات کی ابتداء فطرت خداوندی سے شروع ہوئی ہے! —

چنانچہ ایک مشہور حدیث قدسی ہے —
كُنْتُ كَنْزًا مُّخْفِيًّا فَاحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ —
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ پس مجھ میں محبت پیدا ہوئی اور میں نے چاہا کہ میں اس محبت کے ذریعہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور پھر ہر مخلوق میں محبت کے گر القدیر جذبات اور الفت کا بھرپور خزانہ سے مالا مال کر دیا —

انفاکس رحیمیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد گرامی شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کو

پیدا کر کے فرمایا: —

اَنْتَ عِشْقِيْ وَاَنَا عِشْقُكَ —

کہ اے میرے حسنِ ازلی کے منظر اور میری قدرت کے حسین شاہکار محبوب صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ میرے عشق ہیں اور میں آپ کا عشق ہوں —

توان دو مستند روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کریم نے اس کائنات کی بنیاد اور مخلوقات کی تخلیق محبت و عشق پر ہی رکھی ہے —

اور پھر آج تک نہ کسی سے محبت کے دلکش لفظ کی تشریح ہو سکی ہے اور نہ ہی عشق مقدس واردات کی تفسیر ہو سکی ہے مگر پھر بھی محبت کے راستہ پر چلنے والے مسافروں اور عشق کے میدان میں قدم رکھنے والے راہیوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق انے دونوں پاکیزہ الفاظ کے معانی و مطالب بیان کر کے نسلِ انسانی کو اخوت کا درس دیا ہے! اور محبت و عشق کا پیغام اور ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کائنات کے ذرہ ذرہ میں عشق کا ظہور ہے اور اگر کسی وقت کائنات سے عشق کا تعلق ٹوٹ جائے تو دونوں جہاں پر قیامت کا زلزلہ طاری ہو جائے۔

مثلاً مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے علیہ فرماتے ہیں: —

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما

اے طیبِ جملہ ہائے ما

کہ عشق تو خوش رہے۔ تو شاد رہے اور تو زندہ و تابندہ رہے اس لیے کہ تو ہی ہماری بیماریوں کا علاج ہے۔ ہماری مشکلات کا حل ہے۔ ہمارے دکھوں کا مداوا ہے اور ہمارے مصائب کو مٹانے والا ہے —

ہماری وہ بیماری اقتصادی ہو یا معاشی۔ ہماری وہ مشکل سیاسی بحران کی صورت میں ہو یا ہمارے وہ دکھ جو عیاشی و فحاشی کے لباس میں ظاہر ہوں یا ہمارے وہ مصائب جو

جو مسلمانوں کی آپس میں عداوت — اہل ایمان کی آپس میں نفرت — پاکستان کے مسلمانوں کا آپس میں خون خرابہ اور قتل و غارت کے بھیانک مظاہرہ کرنے میں ہو —

درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم اسی لئے کہتا ہے —

عظ — محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خون باقی نہیں ہے
صفیں کج دل پریشاں بعد بے ذوق

کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

کہ یہ عداوت و نفرت کا مظاہرہ — یہ قتل و غارت کی وارداتیں — یہ خون خرابہ کا طوفان، یہ لسانی بھگڑا — یہ صوبائی تعصب اور یہ پنجابی — بلوچی — سندھی اور بھٹیان کی لعنت اور یہ تھامی و مہاجر کی جنگ — اقبال مرحوم کے نزدیک ان تمام بیماریوں کا سبب — یہ ہے — کہ

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے

اور ان تمام فسادات کا باعث — یہ ہے کہ

جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

جذبِ اندروں —

یعنی ہم مسلمانوں اور پاکستانی مسلمان عشق کے گرِ انقدر اور سچے موتیوں کی خوبصورت مالا توڑ سیٹھی ہیں اور محبت کا قیمتی خزانہ ہم لٹا چکے ہیں — گویا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی معرفت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مرد مومن نہ صرف فقر و درویشی کے مقدس لباس میں اور دلی کامل کے خوبصورت لباس میں حرمِ قدس تک رسائی حاصل کر لیتا ہے، بلکہ وہ صفاتِ الہیہ کا بھی مظہر بن جاتا ہے —

مثلاً — قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمانے

اور قرآن پاک میں ہے —

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ — وَالَّذِينَ مَعَهُ
أَشْهَدُوا عَلَى الْكَفَّارِ رَحْمَةً بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ
رُكْعًا سَجْدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا —

کہ محمد صل اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت
ہیں اور آپس میں نرم دل اور رحم دل ہیں —

اے محبوب پاک صل اللہ علیہ وسلم تو ان کو دیکھے گا کہ رکوع اور سجدہ کرتے —
اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں —

أَشْهَدُوا عَلَى الْكَفَّارِ — قہّاری
رَحْمَةً بَيْنَهُمْ — غفّاری
رُكْعًا سَجْدًا — تدریسی
فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا — جبروتی

اور اقبال مرحوم اس آیت پاک کی تفسیر اس شعر میں بھی کرتا ہے —

ہو صحبتِ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

اور — رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اور یہ بھی یاد رہے کہ ساری کائنات کے ذرہ ذرہ میں عشق کا ظہور ماننے والوں
میں اسلام کے ممتاز اولیائے کرام — صوفیائے عظام — جلیل القدر علمائے والا حرام

اور محدثین و مفسرین والا احتشام شامل ہیں —

اور پھر اس مقدس جماعت کے دو اعلیٰ ممبران نے تو اس پوشیدہ حقیقت سے اپنی

روحانی ایمانی — الہامی اور غیر فانی شاعری کے ذریعہ پردہ اٹھا کر انسانیت کو بیدار

کر دیا ہے —

اور ان دونوں نے ہر شے کی حقیقت کی تشریح عشق سے کی ہے اور عشق ہی کو
مرد مومن کا خزانہ اور انسانِ کامل کا سرمایہ حیات قرار دیا ہے۔

چنانچہ — عارفِ رومی پھر کہتا ہے: —

ہر کراہیہ ز عشق چاک شد

او ز حرص و عیب کلی پاک شد

کہ۔ جو مسلمان بھی عشق کی پیروی ہے اپنے دامن کو تار تار کر دیتا ہے اور عشق
کی آگ سے اپنے لباس کو جلا دیتا ہے تو پھر وہ دنیا کے حرص و طمع کے جال کو توڑ
کر اور ہر قسم کے عیب اور ہر طرح کے گناہ سے کلی طور پر پاک ہو کر بارگاہِ رب
العرش میں مقبول و محترم بن جاتا ہے۔ —

پھر آگے فرماتے ہیں: —

عشق زاوصافِ خدائے بے نیاز

عاشقی برغیر او باشد محسوس

کہ عشق کی دلکش و روح پرور واردات خدائے دو عالم کی صفاتِ حمیدہ کی
تفسیر ہوتی ہیں اور اس ذاتِ باری تعالیٰ کے علاوہ جو بھی عشق کی داستان
ہوگی وہ مجساری ہوگی۔ —

مطلب یہ کہ حقیقی عشق کی واردات وہ ہوتی ہیں جس کا تعلق خدا تعالیٰ سے
ہو یا نبی پاک محمد مصطفیٰ اصل اللہ علیہ وسلم سے۔ —

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی عشق کی واردات کی تفسیر کے بعد اب
درویشِ لاہوری اقبال مرحوم کی تشریح بھی سنئے۔

مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را ناممکن ما ممکن است

کہ مومن کا دوسرا نام عشق ہے اور عشق کا دوسرا نام مومن ہے —
اور عشق ہی ایک ایسا جذبہ و تمھیار ہے کہ جس کے ذریعہ ہر ناممکن چیز احاطہ
امکان میں آجاتی ہے —

عشق باناں جوہیں خیبر کشاد
عشق در اندام ماہ چاکے نہاد
کہ جو کی روٹی کھا کر خیبر کے قلعہ کو توڑنے والا بھی عشق تھا — اور آسمان پر
چاند کو ٹکڑے کرنے والا بھی عشق تھا —

یعنی مولا علی — اور آقا نبی علیہ السلام

اور — بال جبیر میں کہتا ہے !

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق
کبھی سوز و سرور و انجمن عشق !

کبھی سرمایہ محراب و منبر
کبھی مولا علیؑ خیبر شکن عشق

کہ حضرت علی علیہ السلام عشق کی لذت سے آشنا ہو کر اور اپنے دل پر عشق کی واردات
کو سمیٹ کر کبھی تو مصلیٰ رسول پر امامت کرتے نظر آتے ہیں اور کبھی منبر مصطفیٰ پر وعظ و
خطبہ دیتے دکھائی دیتے ہیں اور پھر کبھی عشق کی قوت سے خیبر کے قلعہ کو توڑتے ہوئے
نگاہوں میں آتے ہیں —

حضرات گرامی ! — یاد رہے کہ خیبر کی خوفناک جنگ میں عرب کے مشہور
پہلوان اور معروف شمشیر زن ”مرہب“ کے مقابلہ میں جب حضرت علیؑ کی ڈھال ٹوٹ
گئی تو انہوں نے خیبر کے قلعہ کے دروازہ کو اکھاڑ کر ماتھوں میں اٹھالیا —
موضوعات کبیر — ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۶ — وحمل علی باب خیبر —

کہ حضرت علی علیہ السلام نے جنگ خیبر میں لڑتے ہوئے قلعہ خیبر کے دروازہ کو اٹھالیا۔
 فَاجْتَمَعَ عَلَيْهِ بَعْدُ سِتُّونَ رَجُلًا فَاِجْتَمَعُوا وَهُمْ اَنْ اَعَادَ الْبَابَ۔
 اور بعد میں ساٹھ آدمیوں نے در خیبر کو اٹھا کر واپس اپنی جگہ پر لانے کی کوشش
 کی مگر اسے نہ اٹھا سکے۔

لیکن علی نے اتنے بڑے وزنی دروازہ کو اٹھالیا تھا، اسلئے کہ ان میں عشق کی قوت
 طاقت تھی۔ اور ہوتی بھی کیوں نہ۔
 جبکہ۔۔۔۔۔

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
 لافِ سخیِ الاسلی لا سیف الا ذوالفقار۔۔۔ ہیں۔
 اور یہ لقب حضرت علیؑ کو احد کے حق و باطل کے تصادم اور اسلام و کفر
 کے معرکہ میں جنت کے دربان کی طرف عطا ہوا تھا۔ لے
 اور پھر اقبال ہی اپنی مشہور نظم ”شکوہ“ میں اپنے خدا سے کہتا ہے۔
 کہ۔۔۔ تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا در خیبر کس نے؟ یہاں بھی
 مولا علیؑ کی طرف اشارہ ہے۔۔۔

اور۔۔۔ آج بھی اسلام کے بہادر شکر اور پاکستان کی جانثار فوج
 کا سب سے بڑا فوجی اعزاز نشانِ حیدر ہے جو حیدر کرار یعنی حضرت علیؑ کی خدائی طاقت کی نسبت
 سے رکھا گیا ہے۔۔۔

آبتاؤں تجھے نادان میں شانِ حیدر
 اس جہان سے اونچا ہے جہانِ حیدر

آج بھی جنگ میں اسرارِ کمالِ جرات
 مردِ میدان کو ملتا ہے نشانِ حیدر
 اور پھر مردِ درویشِ بالِ جبریل میں عشق کی واردات کی یوں تفسیر کرتے ہیں —
 کہ — جمالِ عشق و مستی نے نوازی
 جمالِ عشق و مستی بے نیازی
 کمالِ عشق و مستی طرفِ حیدر
 زوالِ عشق و مستی حشرِ رازی

اور یہی اقبال مرحوم عشق کی قلبی واردات کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی مشہور زمانہ
 کتابِ بالِ جبریل میں یوں کہتا ہے — فرشتے بارگاہِ خداوندی میں نغمہ سرا ہوتے ہیں۔
 کہ — عقل ہے بے زبام ابھی عشق ہے بے مقام ابھی
 نقشِ گرِ ازل ترا نقش ہے نامِ تمام ابھی
 کہ — ابھی تک انسان کی عقل بے لگام ہے، جلدھر کو چاہتی ہے مڑ جاتی ہے
 اور اسی بے لگامی کے باعث ابھی تک عقلِ انسانی اپنا کوئی راستہ متعین نہیں کر سکی۔
 اور اے ربِ دو جہاں تو نے جو ابتدائے افریش سے روزِ اول میں جو عشق کا نقش تیار
 کر کے کائنات کی بنیاد رکھی تھی تیرا وہ نقش بھی ابھی نامکمل و ناپایدار ہے —

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے —
 اے اللہ اگر اللہ تعالیٰ کا عشق کا اولین نقش تمام دیا پڑا و مکمل ہو کر اگر مسلمانوں کے دلوں
 میں نقش ہو جاتا اور ازل سے لکھا ہوا محبت کے لفظ کا جذبہ و نشان اگر انسانوں کے
 سینوں میں پیدا ہو جاتا تو آج انسانیت و بربریت آپس میں دست و گریباں نہ ہوتیں
 لوگوں میں نفرت و عداوت کے بیج نہ بوئے جاتے — مسلمان آپس میں قتل و غارت کا تباہ
 کن کھیل نہ کھیلتے اور پاکستانی عوام سندھی — بلوچی — پنجابی اور گجراتی ہونے کے خون

خوابے کے خوفناک راستہ پر نہ چلتے — اور

جو ہر زندگی ہے عشق اور جوہر عشق ہے خودی

آہ! کہ ہے یہ تیغ تیز پردگی، نیام ابھی
کہ مومن کی زندگی کا وقار عشق ہے۔ مردِ مسلمان کی عزت و آبرو عشق ہے اور اس کی
سر بلندی کا راز عشق ہے اور جوہر عشق خودی یعنی ایمان ہے —

مطلب یہ کہ ایمان عشق ہے اور عشق ایمان ہے۔

مگر افسوس کہ یہ تیز دھار والی شمشیر برائے ابھی تک میان کے پردہ میں چھپی ہوئی ہے!
سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اقبال مرحوم کا یہ الہامی شعر حقیقت پر مبنی ہے کہ اسی
عشق کی تیغ برائے نے تو نفرت و عداوت کی جڑیں کاٹنی تھیں — صوبائی تعصب
لسانی بھگڑے کا خاتمہ کرنا تھا اور سندھی۔ بلوچی۔ پنجابی اور پٹھان ہونے کا پرچار
کرنے والوں اور ایسے ملک دشمن عناصر کے تخریبی نعروں کا قلع قمع کر کے محبت و پیار
کے گلشن کو سنوارنا اور آراستہ کرنا تھا۔

اور اگر ایسا نہیں ہو تو پھر عشق کا نقشِ اول بھی ناکام ہے اور عشق کا جوہر بھی نامکمل
ہے اور انسان کی زندگی جو عشق و محبت سے رقم ہوتی ہے وہ بھی ابھی تک بے آبرو۔
بے وقار اور بے مقصد ہے —

عشق کی واردات کی حقیقت بیان کرتے ہوئے پھر ہندی مسلمانوں کو فرنگیوں کی
غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر آزادی کی پر کیف فضاؤں شہباز و شاہین کی طرح پرواز کرنے
کا طریقہ بتاتے ہیں — کہ

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ صبح کا ہی

کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

کہ غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے لئے نعرہ بازی۔ ہلڑ بازی۔ جلسوں اور

جلوسوں اور تحریک چلانے کے ساتھ عشقِ مصطفیٰ اصل اللہ علیہ وسلم کی واردات اپنے
دل و جان پر وار کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

اور عشق کی یہ کیفیت دنیا کے کھیل تماشوں میں مشغول ہو جانے جہانِ فانی کے لہو
لعب کے جال میں پھنس جانے اور عیاشی و فحاشی کی لعنت میں گرفتار ہو جانے سے
پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے۔ آدابِ صحیح گاہی۔ آمینِ بحر
گاہی اور قرینہٴ خود آگاہی بھی چاہیے۔ آنسوؤں سے وضو۔ مصلیٰ کی زینت نوافل کی
عبادت اور تسبیح کے دانوں کا شمار صبح کی آذان سے پہلے ہو جائے تو پھر انہیں غلاموں
پر شہنشاہی کے مرتبہ راز کھل جاتے ہیں اور شہنشاہی تخت و تاج خود بخود ان کے
قدم چومنے آجاتے ہیں۔

اسی نظریہ کو بیان کرتے ہوئے مردِ درویش لاہوری پھر کہتا ہے۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں تدریسیں نہ تفسیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

یاد رہے کہ۔۔۔۔۔ ذوقِ یقین ہی۔۔۔۔۔

وارداتِ عشق ہے

اور قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

اور دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے

بالِ حبیبیل میں اپنی الہامی شاعری کے نکات کو بیان کرتے ہوئے اور اس حقیقت

کے رموز و اسرار کی وضاحت کرتے ہوئے کہ کائنات کی ہر شے میں عشق کا ظہور ہے اقبال

مرحوم پھر کہتا ہے۔۔۔۔۔

عشق دمِ حبیبِ اسرائیل۔۔۔۔۔ عشقِ دلِ مصطفیٰؐ

عشقِ خدا کا رسولؐ۔۔۔۔۔ عشقِ خدا کا کلام

عشق کے مضمرات سے نغمہ تار حیات
 عشق سے نور حیات اور عشق ہے تار حیات
 اور پھر اپنی مشہور زمانہ کتاب ”حبِ کلیم“ میں اس نظریہ کی تائید میں
 کہ دونوں جہان عشق کے مضبوط اور سنہری ستون کے ہی سہارے پر قائم ہیں اور
 اکس کائنات ارضی و سماوی کی اصل بنیاد بھی عشق ہے درویش لاہوری مرحوم کہتا
 ہے — علم و عشق کا مقابلہ —

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن
 عشق نے مجھ سے کہا کہ علم ہے تخمین و ظن

کہ علم کے نزدیک عشق کی حقیقت کوئی پائیدار چیز نہیں ہے، بلکہ ایک دیوانگی
 اور پاگل پن اور سودائی کی صورت ہے۔ مگر عشق کے نزدیک علم محض ظن و گمان کی
 چار دیواری میں محدود اور غیر یقینی و غیر حقیقی منزل کا راہی ہے — اس لئے
 کہ — عشق کی گرمی سے معرکہ کائنات

علم مقام صفات عشق تماشا کائنات
 عشق سکون و ثبات عشق حیات و ممات

کہ اگر آتش عشق کی گرمی کی پیش عرضہ وجود میں پیدا نہ ہوتی تو یہ اتنا بڑا کائنات کا
 معرکہ بھی عالم ظہور میں نہ آتا — اور

عشق کے ہیں معجزات سلطنت و فقر و دیں
 عشق کے ادنیٰ غلام صاحب تاج و نگین

کہ یہ دنیا کی بادشاہتیں — یہ جہان میں فقر و درویشی کی کرامتیں اور
 یہ دین اسلام کی برکتیں سب عشق کے نور ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں —
 اور یہ دنیا کے بڑے بڑے فرمانروا و حکمران اور تخت و تاج کے عظیم مالک و وارث

بھی اسی عشق کے ادنیٰ اغلام ہیں ————— اور

عقل عیسار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے

عشق بیچارہ نہ زاہد ہے نہ مُلا نہ حکیم

اور اقبال مرحوم آخری اور فیصلہ کن بات کرتا ہے کہ —

بے خطر کو در پڑا آتشِ نمرود میں عشق

اور عقل ہے محبتِ آتشائے لبِ بامِ ابھی

کہ انسانی عقل و دانش کو ٹھکرا کر عشق کی ابدی حقیقت کو بروئے کار لاتے ہوئے

بیخوف و خطر اور بغیر سوچے سمجھے کہ اس کا انجام کیا ہوگا حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے آتشِ نمرود کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں کو در پڑے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

اپنی نبوت کی عقل و دانش پر بھروسہ کر کے دیدارِ خداوندی کے لیے منت و سما

اور گزارش کرتے رہے جو نامنظور ہوئی —————

حالانکہ نبی کی عقل اور رسول کی دانش نسلِ انسانی کے لئے ایک قیمتی سرمایہ ہوتی

ہے اور ساری نسلِ انسانی میں لا جواب۔ بے مثال اور بے نظیر ہوتی ہے اور جس کے

آگے ارسطو جیسے فلسفی مات کھاتے ہیں۔ جالینوس جیسے حکماء گھٹنے ٹیک لیتے

ہیں اور سکندر جیسے شہنشاہ اپنی بازی ہار بیٹھتے ہیں —

عقل سوال کرتی رہی

رَبِّ اَرِنِي اَنْظُرْ اِلَيْكَ

جواب آتا رہا

كُنْ تَوَّابًا

مگر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عشق کے دامن کو پکڑ کر بیخوف و خطر

نمرود کی آگ کی چیمہ میں چھلانگ لگا کر حسنِ ازل کا نظارہ بھی کر اور دیدارِ خداوندی سے

ہمکنار بھی ہو گئے —

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی قرآن و حدیث کے اس ایمان افروز
و انہی کی تفسیر کچھ یوں بیان کرتا ہے — کہ

اللہ تعالیٰ نے جب ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اللہ منتخب کر لیا اور
ساری نسل انسانی کا امام بھی بنا دیا تو ایوانِ قضاء و قدر سے ایک آواز آئی — !
پیارے خلیل !

عشق پکا کر کچا —

پھر صدائے غیب آئی —

خلیل — سوچ لو !

عرض کی — سوچ لیا

عشق — پکا کر کچا —

یا اللہ — پکا

حسن ازل پکار اٹھا !

اگر پکا ہے تو مرد کی آگ میں کود پڑو —

خلیل علیہ السلام نے نہ آؤ دیکھانہ تاؤ اور نہ سوچانہ سمجھا —

اور نہ یہ پوچھا —

کہ —

یا اللہ ! — کیوں ؟

اس لئے کہ عشق میں کیوں نہیں ہے !

فشتوں کو حکم ہوتا ہے !

آدم کو سجدہ کرو —

کسی فرشتہ نے نہ سوچا۔ نہ سمجھا اور نہ کسی نے یہ عرض کی
کہ — یا اللہ — کیوں؟

سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ ریز ہو گئے —
اللہ ابلیس

مگر ابلیس اکر گیا — سجدہ سے انکار کر دیا —
پوچھا کیوں؟

قدرت نے پہلے تو اپنی محبت و شفقت کا اظہار کرتے ہوئے اور اپنی شانِ رحیمی و کریمی
کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا —
فَاشْجُدْ وَاقْبُدْ

اور جب شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا — اور آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے
کی وجہ پوچھی!

کہ — کیوں؟

تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے جاہ و جلال کی نگاہ سے شیطان کی طرف دیکھا — اور
اپنے قہر و غضب کی نظر ابلیس کی طرف اٹھائی اور —

فرمایا —

فَاخْرِجْ

میرے دربار سے نکل جا —

وَعَلَيْكَ لَعْنَتِي

اور تجھ پر قیامت تک میری پھٹکار ہے!

اور پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کا خلیل ہونے کا ثبوت
دینے اور نسل انسانی کا امام بن جانے کا یقین دلانے کے لئے آتشِ نمرود میں چھلانگ

لگادی تو پھر خداوند تعالیٰ نے آگ سے فرمایا۔

يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَيَّ اِبْرَاهِيْمَ ؕ

کہ میرے پیارے خلیلؑ پر ٹھنڈی ہو جا۔

اس "حسن و عشق" کی دلکش اور روح پرور داستان کی تفصیل کچھ یوں ہے! تفسیر کبیر۔ جلد ۶ ص ۱۱۳۔

مرد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں مہوت اور پریشان ہو گیا اور اسکی عقل جواب دے گئی اور بھوٹی خدائی کی باطل پرستی جب مات کھا گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حق و صداقت کا سوز جب پوری آب و تاب سے چمکنے لگا اور ایک نا اہل نا سمجھ۔ بے عقل۔ نا سمجھ اور بھوٹا خدا جب اللہ کے خلیلؑ کے معقول سوالوں کا معقول جواب نہ دے سکا تو اپنی حماقت و جاہلیت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے مکار و خیار و بازیوں کو ساتھ ملا کر اپنی بادشاہت اور بھوٹی خدائی کو بچانے کی خاطر حکم دے دیا۔

حَرِّقُوْا هٗ وَانْصُرُوْا اِلٰهَكُمْ

کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلا دو،

اور۔ اپنے خداؤں کی مدد کرو،

اور۔ پھر، اللہ کے خلیلؑ کو جلانے سے پہلے،

حَبْسُوْا هٗ فِيْ بَيْتٍ

ایک مکان میں بند کر دیا۔

اور پھر چالیس ہزار آدمی چالیس دن تک لکڑیاں جمع کرنے لگے۔

یہاں تک کہ

اِنَّ الْمَرْءَ لَوَمِرٌ ضَلَّتْ اَنْ عَافَانِيْ اللّٰهُ لَاجْمَعَنَّ

خطبہ ابراہیمؑ۔ کہ ہر عورت جو بیمار ہوتی تھی یہ کہتی تھی کہ اگر اللہ

مجھے بیماری سے نجات دے گا تو میں بھی ابراہیم علیہ السلام کو جلائے کے لئے لکڑیاں اکٹھی کروں گا۔

وَنَقْلُوا لَهُ الْخُطْبَ عَلَى الدَّوَابِّ أَرْكَعِينَ يَوْمًا —
اور پھر وہ چالیس دن تک جانوروں پر لکڑیاں جمع کرتے رہے۔
اور پھر جب آگ بھڑک اٹھی اور شعلے بلند ہونے لگے کہ اگر سیرندے بلند جا پر بھی پرواز کرتے تو جسل جاتے۔

فَصَاحَتِ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ رَبَّنَا لَيْسَ فِي الْأَرْضِ يَعْبُدُكَ غَيْرُ إِبْرَاهِيمَ —
کہ اے رب تعالیٰ زمین پر سوائے ابراہیم علیہ السلام کے تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

ارشاد ہوا — مَا تَرِيدُونَ — مَا شِئْتُمْ —

کہ تمہارا ارادہ کیا ہے؟ اور تم کیا چاہتے ہو؟
عرض کی — فَأُذِنَ لَنَا فِي تَصْرِيفِهِ —

کہ اے رب کریم و رحیم ہمیں اجازت دے — تاکہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی مدد کر سکیں! —

فرمایا — تمہیں اجازت ہے!

جاؤ۔ اگر میرا خلیل مانتا ہے تو ضرور اس کی مدد کرو۔
پھر — آتَاهُ خَازِنُ الرِّيحِ فَقَالَ إِنَّ شَيْئَ طَيِّبٍ تَارَفِي الْهَوَاءِ —
ہوا کا فشتہ حاضر ہوا۔

اور عرض کی — کہ

اے اللہ کے خلیل! اگر آپ چاہیں تو میں اس آتش فرو کو ہوا میں بکھیر دوں!
تو شمع حسن حقیقی کے پروانے اور عشق خداوندی کے متوالے حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے جواب دیا

لَا حَاجَةَ بِي إِلَيْكُمْ

کہ مجھے آپ کی مدد کی ضرورت نہیں ہے !

حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ —

لَا إِلَهَ إِلَّا سُبْحَانَكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ —

لَكَ الْحَمْدُ — لَكَ الْمُلْكُ لَا شَرِيكَ لَكَ !

فَاتَاهُ جِبْرِيلُ — وَقَالَ يَا إِبْرَاهِيمُ هَلْ لَكَ حَاجَةٌ —

پھر حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا —

اے ابراہیم (علیہ السلام) کوئی حاجت ہو تو فرماؤ —

جواب دیا — نہیں — تجھ سے کوئی حاجت نہیں ہے —

نزہت المجالس — جلد ۲ ص ۲۳۵ علامہ عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ

انیس بجلیس کے حوالہ سے —

کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی قوت کا دعویٰ کرتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں

أَقْلَبُ السَّمَوَاتِ فِي لَحْظَةٍ وَاحِدَةٍ —

کہ میں پر مار کر ایک آن واحد میں آسمانوں کو الٹ پلٹ کر دوں ؟

تو باری تعالیٰ اجل جلالہ نے فرمایا —

نہیں — إِبْرَاهِيمُ أَقْوَى مِنْكَ

کہ ابراہیم تجھ سے زیادہ طاقت ور ہے !

اور ادھر خلیل اللہ علیہ السلام آتشِ نمرود میں کودنے کے لئے منجنیق پر تیار

کھڑے تھے اور عشقِ اپنی جولا نیوں کا بھرپور مظاہرہ کرنے والا تھا —

فَنَزَلَ جِبْرِيلُ إِلَيْهِ وَقَالَ أَلَيْكَ حَاجَةٌ —

قَالَ نَعَمْ —

کہ پھر عقل کل یعنی حضرت جبریل علیہ السلام مجسمہ عشق کے پاس آئے — اور

عرض کی —

کوئی حاجت ہے تو بتاؤ —

جواب دیا —

أَنْ تَكُونَ مَعِيَ فِي النَّارِ !

کہ آؤ — ہم دونوں آگ میں چھلانگ لگائیں —

فَقَالَ جِبْرِيلُ لَا أَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ

پس جبریل نے کہا —

کہ میں ایسا نہیں کر سکتا — میں اس پر قدرت نہیں رکھتا اور میں مہرود

کی آگ میں چھلانگ نہیں لگا سکتا —

فَرَجَعَ جِبْرِيلُ عَنْ دَعْوَاهُ -

پھر جبریل علیہ السلام نے اپنے دعویٰ طاقت و قوت سے رجوع کر لیا —

فَقَالَتِ النَّارُ أَعْمَلُ بِأَطِيعٍ أَوْ بِالشَّرِّعِ -

پھر آگ نے عرض کی یا اللہ اپنے مزاج کے مطابق کام کروں یا تیرے حکم کے مطابق

یعنی میرا مزاج تو جلا دینا ہے مگر تیرے پیارے نبیل اور تیرے غیر فانی حسن و جمال

میں غرق ہونے والے عاشق صادق کے لئے تیرے حکم کی تعمیل کروں گی —

تو حکم ہوا —

يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ -

کہ — اے آگ آج اپنے جلا دینے والے مزاج کو بدل کر میرے حکم کی تعمیل

کرتے ہوئے پیارے ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہو جا —

اور پھر آتشِ نرود کا آتشکدہ پر بہارِ گلستان کی صورت اختیار کر گیا اور آگ کا ہر
شعلہ رنگین — تازہ گلاب کے پھولوں کا خوبصورت گلہستان بن کر اللہ کے خلیل کیلئے
سکونِ قلب اور تسکینِ رُوح کا سامان بن گیا —

ع — آج بھی ہو اگر ابراہیمؑ سا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

اور — خودی کا سر نہاں — لا الہ الا اللہ

خودی ہے تیغِ فناں — لا الہ الا اللہ

اور — یہ دور اپنے ابراہیمؑ کی تلاش میں ہے

صنمکدہ ہے جہاں — لا الہ الا اللہ

مگر — وہ مردِ حق شناس و حق پرست اقبالِ مرحوم خود ہی کہتا ہے — کہ
بھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

ہاں — ہاں وہی مردِ مومن اور وہی دردِ شیشِ لاہوری جو لندن کی فضاؤں میں بیٹھ
کر اپنے بیٹے جاوید اقبال کو لکھتا ہے —

کہ — دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر

نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

مگر — افسوس کہ اس مردِ حق آگاہ — حق میں اور حق گو کا لختِ جگر اپنے شفیق
باپ کی کتابوں کی کمائی تو کھار رہا ہے مگر اپنے شفیق باپ کی نصیحت پر عمل پیرا نہ ہو سکا
اور نہ ہی دیارِ عشق میں اپنا کوئی مقام پیدا کر سکا اور نہ ہی نئے صبح و شام کی حقیقی لذت
حاصل کر سکا !

آگے چل کر — علامہ اقبالِ مرحوم — عشق کی واردات کے متعلق

اپنا آخری فیصلہ کرتے ہوئے گوہر نشانی یوں کرتا ہے۔

کہ — صدق وجود میں بدر و حسنین بھی ہے عشق
اور — صدق خلیل بھی ہے عشق اور صبر حسین بھی ہے عشق

تفصیل اس شعر کی یہ ہے کہ اسلام و کفر بھی میدانِ بدر میں نبرد آزما ہوا اور حق باطل
کبھی عرصہٴ حنین میں باہم دست و گریبان ہوا۔ رشد و ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت
مگر ایسی کبھی سرزمینِ بدر میں آئی اور نیکی و شرافت کے نور کو مٹانے کیلئے فسق و فجور کے
اندھیکے کبھی ارضِ حنین پر چھائے۔

لیکن جب کبھی کسی میدان میں یہ دونوں قوتیں پرے بانڈھ کر عظیم لشکروں کی صورت
میں آپس میں ٹکرائیں تو فتح ہمیشہ حق و اسلام کو ہوئی۔ غالب ہمیشہ رشد و ہدایت
کی طاقت رہی اور برتری ہمیشہ نیکی و شرافت کے دامن میں آئی۔ —
”صدق خلیل بھی ہے عشق“

سورۃ مریم میں ہے —

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا۔

کہ اے میرے محبوب پاک صل اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی کتاب میں اپنے جد امجد حضرت
ابراہیم علیہ السلام کو بھی یاد کر لیا کرو۔ — وہ اللہ تعالیٰ کا ایک سچا نبی تھا۔ —
اور پھر انہوں نے رضائے الہی کی خاطر اپنے نختِ جگر حضرت اسمعیل علیہ السلام
کی گردن پر چھڑی بھی پھیری۔ اور پھر کعبۃ اللہ کی تعمیر بھی کی اور پھر آذر کے بت خانہ
میں آذان بھی کہی اور بیوی بچہ کی بے آب و گیاہ خطہ میں چھوڑ بھی دیا اور پھر خاتم الانبیاء
صل اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی دعاء بھی فرمائی اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف خلیل اللہ
ہونے کا اعزاز بھی پایا اور پھر آخر میں ساری نسلِ انسانی کی امامت کا متمغہٴ مغرور شرف بھی
حاصل کیا! اور ان کمالات و صفات کی بنا پر اقبال مرحوم ان کے ہاں نذرانہٴ عقیدت
پیش کرتا ہے — ”صدق خلیل بھی ہے عشق“۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

عشق اور حسینؑ

یعنی ————— ”صبرِ حسینؑ بھی ہے عشق“

غلمِ حسینؑ میں آنسو بہانے والے جنابِ صادقِ نسیمؑ نے امامِ حسینؑ علیہ السلام کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے —
 ص کہ اے کربلا کی صدفِ تجھ میں وہ موتی ہے

کہ جس کو دیکھنے کے لئے سورج بھی لگا ہیں مانگے
 اور ————— عشق سے لوگ پناہ مانگتے ہیں اکشر
 مگر ————— یا حسینؑ تجھ سے تو عشق بھی پناہیں مانگے

حضراتِ گرامی —————

صبرِ حسینؑ بھی ہے عشق ————— کی تفسیر کچھ اس طرح ہے کہ کچھ
 مسلمانوں کی نادانی کی وجہ سے خلافتِ اسلامیہ کا قلمدان اور امانتِ الہیہ کا
 چمنستانِ عرب کے ایک انسان کے سپرد کر دیا گیا جو شام میں ایک خطرناک غنڈہ کے نام
 سے یاد کیا جاتا تھا اور نام اس کا ”یزید“ تھا —————

اور پھر اس آئینِ اسلام سے ناواقف اور جاہل یزید نے تختِ شام پر بیٹھ کر اس
 عیاش شہزادہ نے اعلان کر دیا کہ میں امیرِ المومنین ہوں اور خلیفۃ المسلمین ہوں —
 بس پھر کیا تھا ————— اسلام کا نپ اٹھا ————— کہ میں اللہ تعالیٰ کی مقدس
 امانت ہوں ————— ان الدین عند اللہ الاسلام ————— اور کہاں یہ شام

کا بازاری غنڈہ —————
 گویا کہ اسلام کو بیزیدیت کی بیماری لگ گئی۔ تو اسلام نے اپنے پرستاروں کو پکارا۔
 اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والوں کو آواز اور کلمہ پڑھنے والوں کو جھنجھوڑا —
 کہ آؤ مجھے بیزیدیت کی بیماری لگ گئی ہے اور میں قریب المرگ ہو گیا ہوں —
 مسلمانو! — مجھے بچالو —————

ایمان والو ————— میرا علاج کرو —————
 اور محمدؐ کے اُفتیبو! مجھے موت کے پنجہ سے نجات دلاؤ! —
 اسلام کی یہ آواز عرب کے بڑے بڑے سرمایہ داروں نے سُنی۔ مکہ کے بڑے
 بڑے دولت مندوں نے سُنی اور مدینہ کے بڑے بڑے جاگیرداروں نے بھی سُنی۔
 لیکن اسُن کر خاموش رہے — اور زبان کھولی — تو چوروں اور
 ڈاکوؤں نے —————

کہ اگر اسلام مرتا ہے تو مرنے دو —————
 کیونکہ اگر یہ پچ گیا تو ہمارے ہاتھ کاٹے جائیں گے —————
 زانیوں نے کہا — کہ اسلام بیمار ہے تو اسے بیمار ہی رہنے دو —————
 کیونکہ اگر یہ صحت یاب ہو گیا تو ہمیں سنگسار کیا جائیگا —————
 شرابی بولے! — کہ اسلام جاتا ہے تو جائے —————
 کیونکہ — اگر یہ رہ گیا تو ہمیں دُڑے لگیں گے! —————
 مگر جب حسین علیہ السلام کے کانوں میں اسلام کی یہ آواز پہنچی تو جواب دیا —
 کہ — اے اللہ کے دین ————— اسلام —————

اور میرے نانا محمدؐ کے لائے اسلام۔ اور اے ابوبکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کے
 پھیلائے ہوئے اسلام — اور اے بلال جشتی کی زبان پر آنے والے اسلام بھراؤ

نہیں۔ میں تیری بیماری کا علاج کروں گا۔ میں تیری مرض سے تجھے نجات دلاؤں گا۔
 اور میں یزیدیت کے منحوس اور اسلام دشمن جال کو توڑ کر تجھے رہا کروں گا۔ اسیلئے کہ میرے
 پاس خون ہے اور خون بھی کوئی گند اخون نہیں پاک و ظاہر خون ہے۔ اسیلئے کہ اس خون
 میں نانے مصطفیٰؐ کے خون کا بھی وحصل ہے۔ باپ علیؑ کے خون کی بھی خوشبو ہے
 اور اماں فاطمہؑ کے خون کی بھی آمیزش ہے۔

اؤ ————— مسلمانو اور مجتہان حسین اؤ کہ تمہیں بتاؤں میں —————

کہ ————— حسین کیسے وہ شاہِ مشرقین بنا

خدا کا حسن محمدؐ کا نور عین بنا

علیؑ کا خون لعابِ رسول اور شیرِ بتولؑ

ملے یہ تین عناصر تو پھر حسینؑ بنا

اور حسینؑ نے پھر اسلام کو سلامی دی اور کہا کہ اگر تجھے خون دے کر بھی پہچانا پڑا تو
 دوں گا خون —————

اور میرے پاس صرف خون کی ایک بوتل ہی نہیں ہے۔ بہتر خون کی بوتلیں رکھتا ہوں۔

ایک ایک کر کے تیزے بیمار جسم میں چڑھاتا رہوں گا اور تو آہستہ آہستہ تندرست ہوتا جائیگا۔

علی اصغرؑ کا خون ————— علی اکبرؑ کا خون ————— عون و محمدؑ کا خون۔ اور

عباسؑ کے بعد میرا خون تجھے یزیدیت کی بیماری سے نجات دلاؤں گے کیلئے کافی ہے۔

درویش لاہوری اقبالِ مرحوم اس ادا اس اور غمگین داستانِ الم کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کہتا ہے ————— کہ

چوں خلافتِ رشتہ از قرآنِ گریخت

حریتِ رازِ ہر اندر کامِ ریخت

کہ جب خلافتِ اسلامیہ نے قرآنِ پاک سے رشتہ توڑ لیا۔ اور حریت و آزادی

کے حلق میں زہر چسلا گیا۔

بہر حق در خاک و خون غلطیہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است

تو پھر اس طرح حق و صداقت کی خاطر اور رشد و ہدایت کے پرچم کو بلند رکھ کر
اسلام کی عظمت کو زندہ جاوید بنانے اور اسلام کو لگی ہوئی نیردیت کی بیماری سے نجات
دلوانے کے لئے وہ ————— یعنی ————— حسین علیہ السلام کو بلا کے خون میں میدان میں
خاک و خون میں ڈوبے اور پھر اس طرح حسین لا الہ کی بنیاد بن گئے۔

حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں: —————

کہ ————— شاہ ہست حسین پادشاہ ہست حسین
دین ہست حسین دین پناہ ہست حسین
سرداد نہ داد دست در دست یزدید
حقاً کہ بنائے لا الہ ہست حسین

اور پھر اقبال مرحوم ہی کی تائید کرتے ہوئے کسی درد مند شاعر ————— صاحب ضمیر
لکھاری اور محب حسین علیہ السلام نکتہ داں مسلمان نے اس بھیرت افروز حقیقت کو نہایت
ہی خوبصورت انداز میں کہا ہے ————— کہ

جب خلافت رشتہ ایمان سے کٹنے لگ گئی

اور جب رُخ اسلام کی رنگت بدلنے لگ گئی

آسمان حیرت میں تھا اور سکتے میں زمین

بن گیا جب دشمن اسلام امیر المومنین

اور ————— جب ایک ننگ دین و ایمان کو خلافت مل گئی

اور ————— فاسق و فاجر کو میسرانِ عدالت مل گئی

اور — منکر محراب و منبر کو امامت مل گئی
 اور — جب ایک ظالم حکمران کو بادشاہت مل گئی
 تو — آگیا میدان میں پھر مصطفیٰؐ کا نور حسین
 فاطمہؑ کا لاڈلا شیر کا وہ حسین
 کفر کی تاریکیوں میں با تجسّی فراع
 آگیا میدان میں لے کر محمدؐ کا چراغ

اور پھر نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اپنے جانثار ساتھیوں
 کے مقدس خون کی ۷۲ بوتلیں دے کر اسلام کے گلشن کی آبیاری کی اور نیریت
 کی آمریت — غنڈہ گردی اور اسلام دشمن قوت کو تہس نحس کر کے مسلمانوں کو
 بتا دیا — کہ

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مگر آج پاکستان کے عوام اور لیڈر خوبصورت بنگلوں میں بیٹھ کر — رنگین و
 مزین کوٹھیوں کے ریشمی پردوں کو پکڑ اور فلموں کے فحش اور گندے گانے سن کر
 ملک میں اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں اور نظامِ مصطفیٰؐ کی امید لگائے بیٹھے ہیں —
 مھلا جو اسلام چالیس سال کے بعد بھی نافذ نہ ہو سکا وہ اب اور آئندہ کب ہوگا۔
 اس کی سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے سیاسی رہنماؤں نے ہر قدم پر قوم کو دھوکے
 اور فریب میں رکھا — اور ہر الیکشن میں اسلام کا نام لے کر کامیاب ہوتے رہے ہیں، مگر
 افسوس کہ مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کا مجوز بن جانے کے بعد رسولؐ کے منبر کو بھول جائیں —
 سید افتخار الحسن سچ کہتا ہے — کہ اسلام ہر ایک کے کام آتا ہے مگر اسلام کے
 کام کوئی بھی سیاسی لیڈر اور کوئی عوامی رہنما نہ آسکا —

رقص گاہوں میں اس انداز سے چھنکی پائل
جس کی آواز میں آواز اذاسے ڈوب گئی
اور اس قدر شور مچاتی رہیں عشرت گاہیں
جس میں مظلوم کی آہ و فغاں ڈوب گئی

اور پھر —

ہم نے عیار لٹیروں کا سہارا ڈھونڈا
ہم نے عیاشی اس ایسروں کی طرفداری کی
اور — ہم نے خود اپنی صداقت کا گلا گھونٹ دیا
ہم نے ہر فرض کے احساس بھاری کی

اور اگر آج بھی اتفاق و اتحاد کی دولت دامن میں لپیٹ کر اور صوبائی
تعصب کے جال کو توڑ کر — لسانی جھگڑے کی زنجیریں پاؤں سے
اتار کر سندھی — بلوچی — پنجابی اور سچان کی چار قومیتوں کی دلدل سے نکل
کر ایک قوم بن کر دنیا کے سامنے کھڑے ہو جائیں —

تو پھر —

ابے — جو گردابِ بلا میں پھنسی ہے کشتی
دین و ایمان کی قوت سے نکل سکتی ہے
اور — ہم اگر آج بھی اللہ کو راضی کر لیں — !
تو — آج بھی قوم کی تقدیر بدل سکتی ہے !

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ —

”صبرِ حسین بھی ہے عشق“

کیونکہ مدینہ منورہ کی پرکھت ہواؤں اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پُرسرور

فضاؤں سے میدانِ کربلا تک اور پھر ابنِ زیاد کے دربار تک اور پھر شام کے
 قید خانہ تک ہر قدم پر۔ ہر موڑ پر اور راستہ پر عشق ہی کا فرما تھا۔
 اور پھر حضرت حرّ کی قربانی سے لیکر امام حسینؑ کی شہادت تک عشق ہی کی جلو گری
 تھی۔ مدینہ منورہ کے رُوح پر مد نظاروں اور نانا جان کے روضہ اقدس کو آخری
 سلام کرنے کے بعد جب نواسہ رسولؐ اور مظلوم کر بلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نصرت
 ہوئے۔۔۔ تو

لوکاں رو کیا عقل نے ہمت بدھے پر عشق نے پیش نہ جان دتی
 جتھے جتھے حسین دا خون ڈھلیا ذرے ذرے نے او تھے اذان دتی
 ایلے کہ ہر قدم پر عشق کا سودا تھا۔ ہر موڑ پر عشق کا ظہور تھا اور ہر گھڑی عشق
 کی جلوہ نمائی تھی۔۔۔

عشق را از تیغ و خنجر باک نیست
 جسم او از آب و بار و خاک نیست

کہ عشق شمشیر و سناں سے نہیں ڈرتا اور تیغ و خنجر سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔
 ایلے کہ اس کا جسم پانی۔ مٹی۔ ہوا اور آگ سے مرکب نہیں ہے۔
 اربعہ عناصر یعنی آگ۔ مٹی۔ ہوا اور پانی کے اجزاء سے جو جسم بھی تیار ہوگا
 اسے ہر زخم کا درد ہوگا۔

تلوار چلے گی تو تکلیف ہوگی۔ شمشیر کا وار ہوگا تو خون جاری ہوگا اور گولی لگے گی۔ تو
 انسان ٹر پے گا۔ جسم کے ٹکڑے ہوں گے اور بدن لہو لہان ہوگا۔
 لیکن عشق جب آگ۔ مٹی۔ ہوا اور پانی سے مرکب ہی نہیں ہے تو پھر تلوار کس
 پر چلے گی۔ خنجر کا وار کس پر ہوگا اور تیروں کا مینہ کس پر برسے گا۔
 ایلے کہ نہ کوئی بدن۔ نہ کوئی جسم اور نہ کوئی وجود۔

عشقِ زنا اوصافِ خدائے بے نیاز
عاشقی بر غیر او باشد مجاز

کہ جب عشق ایک صفتِ خداوندی ہے اور وہ نظر بھی نہیں آتا اور اسکا بدن ہے نہ جسم اور جب وہ اعضاء سے منزہ جو ارج سے پاک اور عوارض انسانی میترہ ہے تو پھر کوئی تیر انداز اپنا نشانہ کس کو بنائے گا۔ تلوار کا دھنی کس پر تلوار کا دار کرے گا۔ اور خنجر چلانے کا ماہر کون سے جسم پر زخم لگائے گا۔

حضرت سلطان العارفين سلطان باهو رحمة اللہ علیہ عشق کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ کہ

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا

عشق سلامت کوئی ہو

جس منزل سے عشق پہنچاوے

ایمان توں خبر نہ کائی ہو

میرا عشق سلامت رکھیں یا باھو

میں ایمانوں دیاں دھروٹی ہو

یعنی عشق رسولؐ ہی ایمان ہے اور ایمان مومن ہی عشق ہے۔
اقبال مرحوم

مومن از عشق است عشق از مومن است

عشق را ناممکن ما ممکن است

کہ مردِ مومن عشق سے زندہ ہے اور عشقِ مردِ مومن کی پہچان ہے —
اور عشقِ غیرِ فانی ہے اور عشق کے آگے ہر ناممکن بات بھی ممکن ہو جاتی ہے۔

حضرت باہو — پھر فرماتے ہیں۔

غوثِ قطب سب ارے اُریں
عاشقِ جان اگیں ہو
جس منزل تے عشق پہنچا دے
اوتھے غوث نہ پاندے پھیرے ہو

اقبال مرحوم: —

عشقِ سلطان است و برہمنِ مہیں
ہر دو عالم عشق را زیرِ نگیں

کہ عشق ہی ایک ایسا فرمانروا اور حکمران ہے اور توحیدِ باری تعالیٰ
اور رعالتِ مصطفیٰ پر ایک ایسی کھلی ہوئی اور روشن دلیل ہے۔ کہ دونوں جہان اس
کے زیرِ سایہ ہوتے ہیں۔ فرش و عرش اس کے تابع اور زمین و آسمان اس کے مطیع ہوتے ہیں۔
حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ —

مُرشدِ مکہ تے طالبِ حاجی
کعبہ عشق بنایا ہو
وچہ حضورِ سرا ہر ویلے
کریئے حج سوایا ہو

اقبال مرحوم: —

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمان
نہ ہو تو مردِ مسلمان بھی کافر و زندیق
میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ عارفِ گڑھی شریف عشق کے مقدس لفظ کے
تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں — کہ

سدا سوکھالے اوہو بھائی عشق جنہاں گھٹ آیا
 مریم پھٹ او نہاں دے بھانے اگو جیسا سوکھایا
 تاج تخت سلطانی چھڈ کے ٹھوٹھا پھرن گدائی
 رکھ امید بجن دے دردی کٹن جو بن آئی
 وچوں آتش باہروں خاکی دسدے حالوں خستوں
 جے اک نعرہ کرن محمد دین پہساں شکستوں

اقبال مرحوم بھی کہتا ہے : —————

الہی یہ تیرے پُر اسرار بندے
 جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
 دنیسم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
 سمٹ کر پہساں ان کی ہدیت سے رائی

میاں محمد مرحوم ————— کہ

جنہاں عشق خرید نہ کیتا اینویں گے و گے
 عشقے باہجہ محمد بخشا کیا آدم کیا کئے

اقبال مرحوم ————— کہ

عقل و دل و نگاہ کا مُرشدِ اولین ہے عشق
 عشق نہ ہو شرع و دین بُت کدہ تصویرات

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ احسن القصص والے عشق کے متعلق اپنا عقیدہ
 نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ————— کہ

عشق جیسی بہساں قریبی گلوں نہ رنگیت ڈولے
 بے عشقاں دیاں وجہ گلزاراں دکن خزاں دے بھولے

اقبال مرحوم ————— کہ

مردِ خدا کا عملِ عشق سے صاحبِ فروغ
عشق ہے اصلِ حیاتِ موت ہے اس پر حرام

مولوی صاحبِ مرحوم ————— کہ

عشقوں باہم جیسا تیاہیں دروغِ ماں دی کاتی
عشقاں والے مردے ناہیں بھاویں تیغِ دیے وچیر پھپھاتی

رفیقہ ————— عشق کی واردات کا ذکر ان

الفاظ میں کرتا ہے ————— کہ

عشق دی ریت سارے جہاں توں جدا
نہ ایہہ راہ ویکھدا نہ کراہ ویکھدا
جیتھے چاہندا جھکا دیندا عاشق داسر
نہ ایہہ کعبہ نہ کربلا ویکھدا

اقبال مرحوم ————— کہ

عشق دمِ جبرائیل — عشق دلِ مصطفیٰ
عشقِ خدا کا رسول — عشقِ خدا کا کلام

مطلب یہ کہ جدھر دیکھو عشق ہی کی جلوہ نمائی ہے۔ جدھر نگاہ اٹھاؤ عشق
ہی کا ظہور ہے اور جدھر نظر کرو عشق ہی کا رفسرا ہے۔ اور یہ عشق رنگ بدل
بدل کر آتا ہے۔ لباس تبدیل کر کے آتا ہے اور کئی صورتوں میں دکھائی دیتا ہے۔
کبھی جبرائیل بن کر فرشتہ پراتا ہے اور کبھی غارِ حرا میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ کبھی کنعان
کے اندھیرے کنوئیں میں اترتا ہے اور کبھی جنگِ بدر میں مزدِ مجاہد کے لباس میں رسولِ
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت بن کر مسلمانوں کی مدد کرتے ہوئے پورے میدان

ہزاروں فرشتے سمیت چھا جاتا ہے! اور یہی عشق کبھی دل مصطفیٰ بن کر مکانِ دلا
 مکان کی حدیں توڑ کر وادیِ قاب قوسین تک پہنچتا ہے۔ اور کبھی شیخ منصور کے
 لباس میں آکر تختہ دار پر انا الحق کے نعرے لگاتا ہے۔ اور کبھی محمد کے کندھوں
 پر سوار ہو کر رقص کرتا ہے اور کبھی میدانِ کربلا میں شہادتِ عظمیٰ سے سرفراز ہو کر نیرے
 پر قرآنِ پاک کی تلاوت کرتا ہے۔ اسی لئے اقبال مرحوم مردِ مسلمان کو دکھ بھری آواز میں
 پیغام دیتا ہے کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری زندگی کے چمنستان میں سدا بہار اور اگر تو چاہتا ہے
 کہ دنیا کے بڑے بڑے تاجدار تیرے قدموں پر سجدہ ریز ہوں۔ اور اگر تو چاہتا ہے کہ
 ساری دنیا میں تیری حکمرانی ہو لہر اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ و رسول کی خوشنودی و رضا کا
 خزانہ تیرے ہاتھ آجائے اور اگر تو چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد تیری قبر چراغ جلتے
 رہیں تو

سوزِ شوق و عشق از حق طلب

اور — ذرہٗ عشقِ نبیٰ از حق طلب

اور آخر میں صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی، اقبال مرحوم کے اس الہامی وجدانی شعری کھلی
 تائید کرتا ہے کہ

مسمومِ وجود میں بد و حسنین بھی ہے عشق

اور — صدقِ خلیل بھی عشق اور صبرِ حسین بھی ہے عشق

اس لئے کہ صاحبزادہ سید افتخار الحسن تو گستاخِ حسین علیہ السلام کو بھی واجبِ القتل
 سمجھتا ہے، چہ جائیکہ کوئی بد نہاد۔ بد مذہب اور بد فطرت انسان گستاخِ نبوت
 ہو۔!



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ختم نبوت اور میراجیوں

حضرات محترم — بات سے بات نکلتی گئی تو ایک لمبی داستان گستاخ رسول کی سزا، کتاب کی شکل میں تیار ہو گئی — جس میں قرآن و حدیث کی روشنی مستند روایات اور دلائل قاطعہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ گستاخ رسول کا مرتکب واجب القتل ہے — جیسا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کعب بن اشرف اور دوسرے گستاخان رسول کو قتل کر دیا تھا اور پھر غازی علم دین شہید نے ایک ہندو راجا کو قتل کر دیا تھا جس نے اپنی کتاب ”فنگیل رسول“ میں شان نبوت میں گستاخی کی تھی — اور پھر غازی علم الدین شہید“ میانوالی جیل میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پاک سے مشرف ہو کر تختہ دار پر چڑھ گیا —

آج پھر ایک گستاخ رسول ظاہر ہوا ہے جس کا نام ”سلیمان رشدی“ ہے جس نے اپنی کتاب ”شیطانی آیات“ میں شان نبوت میں گستاخی کر کے اپنے کافرانہ ذہن کی اختراع اور گستاخ رسول ہونے پر ایران کے ایک انقلابی رٹسما اور مذہبی پیشوا امام خمینی مرحوم نے اسے واجب القتل قرار دیا ہے — اور یہ فتویٰ حقیقت پر مبنی ہے اور پھر پورے عالم اسلام نے امام خمینی صاحب مرحوم کے اس فتویٰ کی تائید و حمایت کر کے احتجاجی جلسوں اور جلوسوں کا مسلمان مظاہرہ کر رہے ہیں — اور اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک کہ کسی عاشق رسول کا فولادی خنجر اس بد فطرت اور بد مذہب سلیمان رشدی کے سینہ میں پیوست نہیں ہو جاتا اور یا پھر تورہ کر کے ملت اسلامیہ سے معافی نہیں مانگتا۔

دوستو — میں نے اپنی کتاب گستاخ رسول میں جھوٹا — کذاب اور انگریزی
 نبی مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی واجب القتل لوگوں میں شامل کر لیا ہے — کیونکہ رسول اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ بار غار
 اور صاحب مزار اور شناس رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جاری ہوا
 تھا جو اسلام کے خلیفہ اول بھی ہیں ! —

اور پھر اس کذاب نے تو اپنی ہر کتاب میں ہزاروں گستاخیاں لکھ دی ہیں جن سے نہ
 الہییت کی شان محفوظ رہ سکی اور نہ ہی مقام نبوت کی عظمت ہی بچ سکی —
 اور ان گستاخیوں کی نشاندہی پچھلے صفحات میں کر دی گئی ہے — اس انسانیت
 یعنی مرزا قادیانی کی گستاخیاں نمبر ۱۲ تک شمار کی گئی ہیں، اب ان ہزاروں میں سے نمبر ۱۳
 ملاحظہ ہو: — تحفہ گولڑویہ ص ۳۴ میں جو اس کتاب ہے کہ میں حضور علیہ السلام
 والتسلیم سے افضل ہوں، کیونکہ حضور علیہ السلام کے معجزات تین ہزار تھے اور میرے
 دس لاکھ ہیں —

گستاخی نمبر ۱۳ — براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۵۶ میں لکھا ہے کہ میں خدا
 کی بیوی ہوں —

گستاخی ۱۵ — تذکرہ ص ۳۷ میں لفظ خدا ہوں — اَنْتَ مِنْ مَّاءٍ نَّاء —
 تو پھر ایسے گستاخ رسول کی سزا پھانسی کا تختہ نہیں تو اور کیا ہے؟
 گستاخی ۱۳ — ملاحظہ فرمائیں — تحفہ گولڑویہ ص ۳۴ میں جو اس کتاب ہے کہ میں
 حضور علیہ السلام سے افضل ہوں کیونکہ حضور علیہ السلام کے معجزات تین ہزار تھے اور میرے
 دس لاکھ —

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ مرزا قادیانی کو اتنا بھی علم نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام
 کو تو مجسمہ معجزہ بنا کر بھیجا گیا تھا جس کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے

اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم
— کہ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت —

ایک امیہان افروز نکتہ — مسلم شریف جلد ۱۱ — قیامت کے

دن تمام انبیاء کرام کی ٹھوکریں کھانے کے بعد جب خدا کی مخلوق عاصیوں کے حامی
— گناہ گاروں کے شافعی اور انبیاء کے بھی خطیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیگی تو
— تو یوں فریاد کرے گی — یا محمد انت رسول اللہ وخاتم الانبیاء —

کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — آپ اللہ کے سچے رسول اور انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔
ہماری شفاعت کیجئے — تو ثابت ہوا کہ قیامت کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہوگا — کہ والی دو جہاں کو خاتم الانبیاء تسلیم کر لیا جائے۔

اور میں بھی انہیں روشن حقائق اور انہی دینی فتاویٰ کے پیش نظر ختم نبوت کے
باغیوں اور گستاخان رسول کے خلاف عرصہ ۲۵ سال سے برسرِ پیکار اور جہاد میں مصروف
ہوں جس کا اعتراف کرتے ہوئے مجھے دیوبندی اور اہل حدیث حضرات کی انجمن شبان
اہلسنت فیصل آباد کی طرف سے جناح باغ میں ایک عظیم الشان اجتماع میں مجھے سپاس نامہ
پیش کیا گیا جسے میں اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں —

اب میں دو سال سے بسترِ علالت پر پڑا کروں میں بدل بدل کر دن رات گزار رہا ہوں،
یہاں تک کہ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو چکا ہوں مگر اس بیماری کے باوجود جہاں بھی
ختم نبوت کی شمع روشن ہوتی ہے تو پروانہ وار وہاں پہنچ جاتا ہوں اور میری اس جانشاری
کا سہرا بھی موجودہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے میدان کے ان بہادر غازیوں کے سر پہ ہے،
مولانا عزیز الرحمن صاحب، مولانا اللہ وسایا صاحب — صاحبزادہ طارق محمود صاحب اور
مولوی فقیہ محمد صاحب جو ایک نڈر — بیباک اور پر عزم سماجی کارکن ہونے کے ساتھ ساتھ
اپنی دکان بلال سنٹر پر بیٹھے کوئی نہ کوئی کھڑا کرتے ہی رہتے ہیں — ۱۱/۱۰/۱۹۹۰ء

کو نور جہاں شو بند کروانا ان کا ایک عظیم کھڑاک ہے جیسا کہ اس سال ۲۳ نومبر ۱۹۹۰ء کی ختم نبوت کانفرنس رپورٹ میں گیا۔

یارو — ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ایک سال کی سزا میا نوالی جیل میں کاٹنے کے علاوہ اور بھی کئی بار اسلامی حکومتوں کے زیرِ عتاب رہا ہوں — مثلاً — دو دفعہ دو دو مہینوں کے لئے اپنے مکان میں نظر بند رہا ہوں — اور دو دفعہ دو دو مہینوں کے لئے مکیتی حدود میں پابند رہا ہوں اور تین ماہ کے لئے گوجرانوالہ جیل میں گزارے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عزت و آبرو کی حفاظت کنخاطر —

اور پھر آخری مقابلہ مغربی پاکستان کے گورنر ملک امیر محمد خاں سے ہوا۔ اور تین مہینوں کے لئے نشاہی قلعہ لاہور کی آہنی دیواروں میں قید گزاری — تقریباً کاجملہ یہ تھا — کہ ملک امیر خاں کی مونچھوں سے تو بغاوت ہو سکتی ہے لیکن محمد کی زلفوں سے بغاوت نہیں ہو سکتی —

حضراتِ محترم! — میرے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا رہا لیکن ایسے خطرناک حالات میں بھی میرے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ آئی ایسے کہ میں تحریک استقلال کا اصغر خان نہیں ہوں! — یا چوہدری غلام مصطفیٰ باجوہ کی طرح بکاؤ مال نہیں ہوں۔ جو جماعت سے بے وفائی اور غداری کر کے دین و دنیا کی لعنت خریدے۔

کیونکہ میرا تعلق اس جماعت ختم نبوت سے ہے جس سے بے وفائی اور غداری کر کے ایک مسلمان کفر کی وادی میں پہنچ کر جہنم کی آگ کا ایندھن بن جاتا ہے۔

میرے مخلص صاحبو — صاحبزادہ سید افتخار الحسن حیران ہے کہ ہندوستان میں عیسائیت کی رعب و دبدبہ والی حکومت ہو اور آزادی ہند کا مطالبہ کرنے والوں پر ظلم و ستم کے کوڑے — قید و بند کی سزائیں — چکی کی مشقت جیسا کہ مولیٰ سنا حضرت مولیٰ مرحوم

نے اپنی ایک نظم میں لکھا ہے — کہ

مے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طفسہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی
تم اور بھی کھل کھیلو جو چاہو ستم کرلو
مگر مجھ سے قسم لے لو کی ہو خوشکایت بھی

اور بھانسی کی کوٹھڑیوں کے آہنی تالے اور پھر جلا وطنی۔ شہر بدری۔ کالے پانی
کا دس نکالا اور ۱۹۱۹ء میں امرتسر کے جلیانوالہ رباغ میں آزادی ہند کے متوالوں
پر جنرل ڈائر کے گولیوں کی بارش! — اور — ڈائری — گورنر — ڈپٹی کمشنر
تو درکنار اگر کوئی کسی سپاہی کی توہین بھی کرتا تو اس کے پاؤں میں لوہے کی زنجیریں
پہنادی جاتی تھیں —

مگر تعجب ہے کہ قادیان کا بھوٹا — کذاب — بد زبان اور بد فطرت انسان مرزا
غلام احمد قادیانی — کبھی اپنے آپ کو مثیل عیسیٰ کہتا ہے اور کبھی احمد و محمد کہتا ہے
اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلط۔ گندی۔ بازاری اور پلید زبان اور قلم
سے اپنی کتاب انجام آتھم میں لکھتا ہے کہ — ”عیسیٰ پرستی بت پرستی اور
رام پرستی سے کم نہیں ہے اور مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے رام چندر سے کچھ زیادت
نہیں رکھتا —

اور پھر ضمیمہ انجام آتھم میں یوں بکواس کرتا ہے — ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناپاک
خیالی، متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے
چہ جائیکہ اسے نبی مان لیں“ —

اور وہ بد زبان تھے — اکثر گالیاں دیا کرتے تھے — اور انہیں بھوٹ بولنے کی
بھی عادت تھی — اور وہ ایک بدکار کجخی سے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ملوایا کرتے تھے

اور نعوذ باللہ وہ شراب خور اور جوئے باز بھی تھے اور آپ کی تین نانیاں اور دایاں زنا کار اور کسی تھیں —

حضرات گرامی — مرزا قادیانی کی یہ بازاری اور گندی زبان، خداوند کریم کے ایک برگزیدہ نبی کے متعلق ہے جو جب ایل کی پھونک سے اور بغیر آپ کے پیدا ہوئے اور سچے ہمارے قرآن نے روح اللہ اور کلمۃ اللہ جیسے عظیم اور مقدس خطابات سے نوازا ہے — اور ان کی ماں کی بریت ثابت کی — اور اسے پگھوٹے میں کلام کرنے کی اہلیت عطا کی اور پھر اسے یہودی قوم کے چنگل سے نکال کر زندہ آسمان پر بلایا۔

اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی نبوت کی تصدیق کی اور ان کے معجزات کو اجاگر کیا — اور ان کی پاکدامنی کی شہادت دیتے ہوئے ال کے دشمن یہودیوں کے مکرو فریب کو بے نقاب کیا — اور پھر دنیاۓ عیسائیت جس رسول کو روح اللہ کلمۃ اللہ اور اللہ کا بیٹا ماننے کے ساتھ اسے اپنے گناہوں کا کفار سمجھتے ہیں، اپنے اس نبی کے متعلق اپنی حکومت میں ایسی بے ادبی اور ایسی گستاخی سن کر اور پڑھ کر کیوں حرکت میں نہ آئی اور اسے کیوں سزا نہ دی اور اسے کیوں قتل نہ کیا گیا —

اور — عیسائی پیشوا — عیسائی پادری اور عیسائی پوپ کیوں خاموش رہے۔ اور کیا دنیاۓ عیسائیت میں کوئی بھی ایسا بہادر اور شہید جوان نہیں تھا جو اس بد فطرت۔ بد زبان اور بد مذہب مرزا قادیانی کے سینہ کو گولی کا نشانہ بناتا۔ اس بہادر اور گستاخ آدمی کے سینہ میں تیز دھار خنجر پیوست کر دیتا —

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا تو کبھی زندہ نہیں رہا اور پوری دنیاۓ اسلام تڑپ اٹھتی ہے — حکومت افغانستان اور ترکیہ میں ایسا ہوا اور پھر ہندوستان کی سرزمین لاہور میں بھی غازی علم الدین شہید مرحوم نے سید الانبیاء صلی اللہ

علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا تو کبھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور اس کو درن دیہاڑے برسرِ عام قتل کر کے انگریزی حکومت کو بتلا دیا کہ گستاخ رسول کی سزا واجب القتل ہے۔ اور تم اپنے رسول کی توہین اور گستاخی سن کر اور پڑھ کر خاموش ہو بلکہ اسکے ماننے والوں کو سرکاری عہدوں پر اور کلیدی آسامیوں پر ملازمین دے دے۔ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ ان حالات کے پیش نظر یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی واقعی انگریزوں کی پیداوار اور عیسائی حکومت کا خود کاشتہ پودا ہے، ورنہ حکومت بھی عیسائیوں کی ہو اور ایک بازاری آدمی اور بد فطرت انسان عیسائیوں کے ہی نبی کو گالیاں دے اور زندہ رہے۔

دنیا نے عیسائیت کے مذہبی راہنماؤں اور پادریوں کو ہمارے قرآن پاک اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مان لینا اور ہمارے مسلمان علمائے کرام کے پاؤں کو چومنا چاہیئے۔ جنہوں نے مرزائیت کی طرف سے لگائے گئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لگائے گئے کئی قسم کے الزامات کے جواب دیتے چلے آ رہے ہیں اور ان پر لگائے ہوئے اعتراض کا جواب دیتے آئے ہیں اور ہر قسم کے اعتراض کا دروازہ اپنے علم و عرفان سے بند کرتے چلے آ رہے ہیں۔

بیمار کی کے باعث میرا اب یہ حال ہے۔ جیسا کہ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مشنوی شریف میں داستانِ پیر چنگی کی ایک نہایت ہی دلچسپ اور پر لطف حکایت لکھ کر میری ترجمانی کی ہے۔

آشنیدستی کہ در وقت عشر
بود چنگے مطربے با کدو فر

کہ سنا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک ہمارنگی نواز تھا جو بڑی شان و شوکت اور بڑے رعب و دبدبہ رکھتا تھا۔

ببلسل از آوازِ او بے خود شدے
 یک طبلہ ز آوازِ او از خوش صد شدے
 کہ اس کی آواز اور سازنگی کے تاروں کی پرسوز سُرور سے ببلسل بھی مست ہو جایا
 کرتی تھی۔۔۔ حالانکہ ببلسل کی اپنی آواز میں کیفیت وستی موجود ہے اور اس
 کی سازنگی کی ایک تار سے سینکڑوں نغمات پیدا ہوتے تھے۔۔۔
 مجلس و مجمع دش آراستے
 وز نوائے اوقیامتے خاستے
 کہ بڑی بڑی مجلسوں۔۔۔ عظیم الشان کانفرنس اور رپورقہ اجتماعات میں
 وہ سازنگی بجا کر اور اپنی خوش آواز سے گاکر مجلس کو آراستہ و پیراستہ بنا دیا کرتا
 تھا کہ اسکی پرسوز اور کیفیت وستی میں ڈوبی ہوئی آواز سے گویا ایک قیامت برپا
 ہو جایا کرتی تھی۔۔۔

عمر۔۔۔ چوں برآمد روزگار رو پیرد شد
 باز جانش از عجزِ نیشہ گیر شد
 اس سازنگی نواز نے ستر سال تک سازنگی بجا کر اور رپورقہ نغمات گاکر
 لوگوں کو خوش کیا، داد و تحسین کے پھول حاصل کرتا رہا اور فلک نشکاف نعروں
 کی گونج سنتا رہا۔۔۔ کہ آخر کار وہ بوڑھا ہو گیا۔ اس آواز میں پہلی سی لے نہ رہی اور
 سازنگی کے تاروں میں وہ سُمر نہ رہی تو لوگوں نے اسے سُنا چھوڑ دیا اور اسکی سازنگی کے
 پر حال کھیلنے والے اور اسکی سوز بھری آواز تحسین و افرین کے پھول برسلنے والے لے
 چھوڑ گئے کہ اب وہ بوڑھا ہے۔ اب اس کی آواز میں وہ مٹھا کس نہیں رہی اور اب
 اس کی سازنگی کے تار ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔۔۔ اور جب وہ سازنگی بجا کر لوگوں کو مست
 بنانے والا بوڑھا ہو گیا ہے اور لوگوں نے اسے سُنا چھوڑ دیا۔۔۔ اور جب وہ ہر

طرف سے نالیوسی اور ناامید ہو گیا تو اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے بارگاہِ رب العزت کے دروازہ پر دستک دیتے ہوئے کہتا ہے۔

نہیت کسب . امروز مہمان توام
چنگ بھر تو زخم کان توام

کہ اے میرے رازق و خالق دنیا نے تو مجھ کو پھوڑ دیا ہے اور اب میرا فن تو فنا ہو چکا ہے اور کوئی کسب اور دروازہ گری کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔ اسیلئے آج میں تیرا مہمان ہوں۔ آج سازنگی میں تیرے لئے بجاؤں گا۔ کیوں کہ تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے اور تیرا دروازہ کبھی بند نہیں ہوا۔ بارگاہِ خداوندی میں یہ التجاہ و گزارش کر کے

چنگ را برداشت و شد الشد جو
سوئے گورستان می شرب آہ گو

اور سازنگی اٹھا کر مدینہ منورہ کے قبرستان میں جا کر سازنگی بجانے لگا۔
درد بھری آواز میں گانے لگا اور درد و سوز سے رونے لگا۔

بس پھر کیا تھا۔ رحمتِ خداوندی جوشن میں آئی۔ اللہ کریم کو اسکی یہ ادا پسند آئی، اور اسکی رونا کامیاب ہو گیا۔

کہ —————
بانگ آمد مرعش را کائے عمر
بندہ ساز حاجت باز خبر

کہ سوئے ہوئے حضرت عمر فاروق کو آواز آئی کہ اے عمر! اٹھ اور ہمارے ایک حاجتمند بندہ کی حاجت پوری کر۔

بندہ دایم خاص و محترم
سوئے گورستان تو رنجہ قدم

کیونکہ وہ بندہ ہمارا خاص اور محترم ہے اسلئے فوراً اٹھو اور ستر نزار دینار لے کر مدینہ منورہ کے قبرستان میں چلے جاؤ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آواز غیبی سن کر اٹھے بیت المال سے ستر نزار دینار لئے اور مدینہ طیبہ کے قبرستان چلے گئے۔

وہاں جا کر لوہرا دھرو دیکھا تو سولے سال کی بچانے والے اور گنے والے کے علاوہ اور کوئی دکھائی نہ دیا۔ اور وہ سال کی بچاتے بچاتے۔ گاتے گاتے اور روتے روتے سو چکا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھ کر واپس آگئے مگر کوئی اور ہوگا۔

پھر غائب ہے آواز آئی!

عمر واپس آگئے ہو؟

عرض کی یا اللہ وہاں تو سولے سال کی بچانے والے کے اور کوئی بھی نہیں ہے۔

اور اس نے تو بے سال سال کی بچائی ہے اور گایا ہے وہ گناہ کتارٹا ہے وہ تیرا خاص اور محترم بندہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب آیا۔ کہ اے عمر! میرا خاص اور محترم بندہ وہی ہے۔ سال کی بچانے والا! عرض کی مولا وہ تیرا خاص و محترم کس طرح بن گیا؟

فرمایا۔ وہ دنیا کے دروازوں سے بالیکس ہو کر میرے دروازے پر آیا ہے۔

جو کہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا۔

درد دار جہان دے رزق والے

اوپر ماں ہر نیل جگہیں چرویاں نے

اور۔۔۔ درد مندوں دے درد مندوں دے بے یاراں داسا تھی

جنگلاں دے وچ رزق پچا لے، سہی مرغیاں نوں ہاتھی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر گئے تو وہ ابھی تک سو رہا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ دست بدستہ کھڑے ہو گئے کہ خدا کا خاص و محترم بندہ ہے۔

کچھ عرصہ گزرا تو حضرت عمر فاروقؓ کو کھانسی آگئی جو کہ شہر کے گرجے کی ماند ہوا رتی تھی۔ سازنگی نواز کو جاگ آگئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اپنے سر ہانے حضرت عمر فاروقؓ کو کھڑے دیکھا کہ ایک ہاتھ میں میں اسلامی کوڑا ہے اور وہ یہ دیکھ کر ڈر کے مارے بھاگ کھڑا ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیچھے چلے اور آواز دیتے جا رہے تھے کہ او خدا کے خاص و محترم بندے ٹھہر جا تو ڈر نہ۔ میں خدا کی طرف سے تیرے لئے دینارے کر آیا ہوں۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حکایت سے دنیا کو یہ بتانا مقصود ہے کہ دنیا کے یہ سارے سرمایہ دارو۔ دولت مندو! اور بڑے جاگیر دارو! اور کارخانے دارو! تمہارے دروازے تو حاجت مندوں کے لئے بند ہو سکتے ہیں لیکن خدا کے رزق کا دروازہ ہرگز بند نہیں ہوتا۔

حالیہ الیکشن میں دیکھا کہ امیدواروں نے اربوں روپے خرچ کر ڈالے اور کروڑوں میٹر کپڑے بھندے اور بنیروں سے گلی کوچوں اور بازاروں کو سجایا مگر کسی امیدوار سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ کسی یتیم بچی کی شادی کر دے۔ کسی بیوہ عورت کے بنگے سر پر دو گز کا دوپٹہ رکھ دے۔ اور یا کسی مفلس و نادار طالب علم کی فیس ہی ادا کر دے۔ یا کسی دکھی مریض بیمار کا علاج۔ میری خطابت جب جو بن پر تھی تو لوگ افتخار ملت۔ شہباز خطابت اور سرمایہ اہلسنت، محسن اہل سنت کے فلک شگاف نعرے لگایا کرتے تھے۔ دورانِ تقریر میٹھانہ وار چھوٹتے تھے اور کیف دستی میں ڈوب جایا کرتے تھے۔

لگتا ہے۔۔۔ بچتا ہوا سانسوں سے لاؤں
بوڑھا ہوں آواز کساں سے لاؤں

مگر اس بڑھاپے کے اور سخت علالت کے باوجود میری خطابت عروج پر ہے اور فن خطابت سے آشنا لوگ آج بھی میری تقریر میں جھوم اٹھتے ہیں۔

دو دن ہوئے شہر کے چند معزز حضرات میری عیادت کو آئے اور رونے لگے۔ میں نے ان سے آنسو بہاتے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ آپ کی اور صوفی غلام حسین آف گو جبرہ کی علالت و بیماری اور جلسوں میں عدم موجودگی کے باعث ملک خطابت کا فن ختم ہوتا جا رہا ہے۔

میں نے کہا۔ نہیں بھائیو! اسکی وجہ ہماری بیماری نہیں، سنی حضرات کے بے حسّی اور بے وفائی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ اور پھر ابھی تو ہم دونوں زندہ انشاء اللہ العزیز صحت یاب ہو کر ہماری خطابت کا سوز پوری آب و تاب کے ساتھ کفر و باطل کے خلاف چمکے گا۔

مولینا صوفی غلام حسین صاحب کے ایک صاحبزادہ نے تو مسجد نور کی خطابت سنبھال لی ہے جو اپنے باپ کی طرح اسی جوش و ولولہ سے اپنے فرض کو نبھا رہے ہیں۔ اور اگرچہ میرا کوئی صاحبزادہ ابھی تک خطابت کے وسیع میدان میں نہیں آیا البتہ میرے مندرجہ ذیل شاگرد اس میدان کے شہسوار دکھائی دیتے ہیں اور ملک بھر میں ان کی خطابت کی دھوم مچی ہوئی ہے۔

مثلاً۔۔۔ مولینا محمد رمضان صاحب آفتاب ہیں جن کی خطابت کا آفتاب بدعقیدہ لوگوں کے سروں پر پوری طرح چمک رہا ہے۔

دوسرے۔۔۔ مولینا محمد اسلم صاحب جلالپوری ہیں جو کہ گورنمنٹ کالج کے پروفیسر ہونے کے ساتھ ساتھ مسجد گلزار مدنیہ میں خطابت کے جوہر بھی دکھا رہے ہیں۔ اور جو میرے مخلص اور وفادار مرید بھی ہیں۔ اور قسیر مولانا محمد جاوید صاحب بھی ہیں جو میرے جانشین مرید ہونے کے ساتھ ایک جامع مسجد میں اپنی خطابت کے موتی بکھیر

رہے ہیں — اور مولانا رومی رحمۃ علیہ کی اس دلچسپ اور روح پرور حکایت کا یہ نتیجہ نکلا —

جیہڑے کہندے سن مراں گے نال تیرے
ایا وقت تے پھڑکے یار ٹر گئے
بدلا میسری وفا دا دین بدلے
میسری قبر تے بٹ کے مار ٹر گئے

اور —

جیہڑے کہندے سن مراں گے نال تیرے
ایا وقت تے اوہ کمزور نکلے
پی کے دودھ بکھ لیاں تان سوں گے
خون دین والے مجنوں ہور نکلے — مگر
میری خطرناک بیماری میں مجھے اخوت و محبت کا خون دینے والے کون تھے اور وفادار
مروت کا ہودینے والے کون تھے اور ایشیا کے سب سے بڑے ہسپتال — سب
سے بڑی عدا جگہ اور سب سے بڑے شفا خانے رشتہ ہسپتال ملتان میں
دن رات میری خدمت اور تیمارداری کرنے والے یہ مجنوں اور انسانیت کے جذبہ
سے سرشار یہ دیوانے اور فرزانے لوگ کون تھے؟

بے وفا لوگو آؤ نہیں بتاؤں ! — ان میں میرا کوئی خانہ دانی رشتہ

نہیں اور نہ ہی کوئی خونی تعلق ہے اور نہ ہی کوئی برادری کے طور پر آشنائی — اور نہ
ہی کوئی اور رشتہ داری ہے۔ اور نہ ہی یہ دیوانے لوگ میرے مقتدی ہیں انہ میرے پیچھے
جمعہ پڑھنے والے نمازی مگر پھر بھی ملتان کے ان دیوانوں نے میرا نہایت ہی احسن طریقہ اور
یہ زری لگن قلبی سے میرا علاج کروایا وہ ان حسن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانوں کا عظیم کارنامہ

پھر پھیل آباد کے جانشین مرید حاجی عبدالغفور صاحب اور حاجی غلام صابر صاحب بھی وہاں پہنچ گئے میاں محمد نعیم صاحب اور خلیفہ مختار بھی نشتر ہسپتال پہنچے۔
گویا کہ سارے ملک میں میری بیماری اور نشتر ہسپتال ملتان میں زیر علاج ہونے
ہونے کی خبر پھیل گئی اور یہ انتظام بھی ڈاکٹر محمد صدیق صاحب قادری نے اخباروں
میں تصویری خبروں کے ساتھ کیا۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن اس مطلب پرست زمانہ۔ مفاد پرست دنیا اور نفس پرست دنیا
اور زمانہ مفاد خود غرض لوگوں میں ایسے ملتان کے مخلص دوست جانشین ساتھی اور وفادار
مرید کہاں ملتے ہیں۔ بس پھر کیا تھا جو نہی خبر پھیلی سارا شہر الٹ پڑا۔

قارئین کرام:۔ آپ حیران ہوں گے کہ خونی رشتہ اور خاندان تعلق نہ ہونے کے
باوجود ملتان کے ان علمائے کرام جو اپنی اپنی مسجد میں ایک ممتاز خطیب اور نامور واعظ
ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں اور عوام نے ایسا حسن سلوک کیا۔ کیوں؟۔ تو بات اصل یہ
ہے کہ جوانی و شباب کے ایام میں یہ لوگ میری خطاب کی سازنگی کی حسین تاروں سے کیف و
مستی میں ڈوبی ہوئی شان رسالت کی وجد آفرین آواز تقریباً ۲۴۵ دفعہ سن چکے تھے
جس آواز کے پھر آرزو مند اور مستمعی تھے۔

میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

سازنگیوں تک حال اس ڈا خشک لکڑ کس کم دی

وچوں بھگی باہروں ڈنگی کچی کچے جسم دی

بے سُر لے لے تے بول او بیدا ہر گز شونہ بھاوے

چپ کر اوے کن مرڈے پھر سراں پر لیاوے

میری اس کہانی (بیماری کی) تفصیل پھر لوں ہے! کہ مولانا محمد نازق

خال صاحب ہر سال صدیق اکبر کانفرنس بڑی دھوم دھام اور پورے تنک و احتشام

حواس درست ہو گئے اور وفادار دوستوں اور مخلص احباب اکرم نے اللہ کریم کا شکر ادا کیا۔ چہروں پر رونق آگئی اور میری زندگی کے گلشن پر چھپائی ہوئی خطرناک خزاں جاتی رہی اور ڈاکٹروں کی کوشش سے تازہ بہار آگئی۔ تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ ملتان میں اگر روحانی بیماریوں کی علاج گاہ میں موجود ہیں تو یہاں جسمانی امراض کا بھی شفاخانہ۔ روحانی بیماریوں کی علاج گاہ میں حضرت شیخ غوث بہاؤ الحق۔ حضرت شاہ کن عالم حضرت موسیٰ پاک شہید۔ حضرت شاہ گریز اور دوسرے اولیائے کرام کے مزارات اور جسمانی امراض کا شفاخانہ نشتر ہسپتال ہے!

ملتان والو! آپ کی وفات زندگی تک یاد رہے گی۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ:-

میں نے دیکھا کہ ایک کُٹا اپنے مالک کی لاش پر رو رہا ہے۔ تو میں نے دیکھا اور کتے سے کہا۔

کیوں لاش پر یہ مالک کی ہے روتا؟
ہوٹل کنیفرت جا کہ غذا بھی ہے کوئی چیز
تو کتے نے جواب دیا۔ کہ
جو تو نے کہا مجھ کو تسلیم ہے دل سے

لیکن میرے نزدیک وفا بھی ہے کوئی چیز
مشکوات شریف ص ۱۳ بحوالہ بخاری شریف:- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

كَانَ عَلَامُ يَهُودِيٍّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَرَضَ قَاتَا
النَّبِيِّ يَهُودِيٌّ:- کہ ایک یہودی لڑکا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خدمت کرتا تھا
سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ شاید اس یہودی کے بیٹے یہودی کی خدمت گزاری

یہ ہو کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کے دروازہ سے اندر داخل ہوتا بھی دیکھتا ہو اور مسجد سے نکلتا بھی —

ایک دن وہ بیمار ہو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس کے سر کے قریب کھڑے ہو گئے اور اسے فرمایا — اسلم — کہ اسلام لے آ —

فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ — تو اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا —
فَقَالَ اطعَ ابَا الْقَاسِمِ — تو اس کے باپ نے کہا — کہ
ابا القاسم یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر یعنی مسلمان ہو جا — فَاسْلِمَ —
پس وہ اسلام لے آیا — تو رسول کریم علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا — الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ — کہ اللہ کا شکر ہے کہ میری عیادت کرنے — اور اسلام لانے سے جہنم کی آگ سے بچ گیا —

اور پھر فرمایا رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے —
مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۵ بحوالہ ترمذی شریف و البزاد شریف — حضرت
علی علیہ السلام فرماتے ہیں سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنایا — فرماتے ہیں —
مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَعُوْذُ مُسْلِمًا عَدُوًّا — کہ جو مسلمان
کسی مسلمان بیمار کی بیماری کی عیادت کرے صبح کے وقت تورات تک اس کے لئے
فرشتے بخشش و رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں اور جہدات کو عیادت کرے تو صبح تک
دعائیں کرتے ہیں —

وَكَانَ لَهُ خَسِرَتْ الْجَنَّةِ — اور اس کے لئے جنت میں ٹھکانہ ہو گا —
اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک مسلمان کے دو برے
مسلمان پر پانچ حقوق ہیں — چھ بھی ہیں — ان میں ایک عیادت المریض بھی ہے —

حضراتِ گرامی! — غور کرو اور آنکھوں سے تعصب و عناد کی ٹپی اتار کر دیکھو اور دل و دماغ سے نفرت و عداوت کے گرد و غبار کو جھاڑ کر سوچو کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا راستہ کتنا آسان کر دیا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان بیمار پرسی و عیادت کے لئے جائے اور بیمار سے پوچھے کہ بھائی کیا حال ہے تیرا۔ تو اتنا کہنے سے فرشتوں کی بخشش کی دعا صبح و شام مانگنے کے ساتھ ساتھ جنت کا دروازہ بھی کھول دیا جاتا ہے — تو یہ ڈاکٹر اور حکیم لوگ کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ جو مرضی کا علاج بھی کرتے ہیں اور عیادت بھی کرتے ہیں۔ اور دن میں دو تین بار بیمار کا حال بھی پوچھتے ہیں۔

میری عیادت کو آنے والوں میں سے حضرت سید حامد سعید شاہ صاحب سرفہرست ہیں جو حضرت علامہ رازی دوران۔ غزالی زماں اور دلی کامل جناب سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے تحت جگر ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے بعد ملک کی بہت بڑی اور پرانی درس گاہ انوار العلوم کے مہتمم بھی ہیں اور جمعیت العلماء پاکستان کے سرپرست ہونے کے ساتھ ایم۔ این۔ اے بھی ہیں گویا کہ مذہبی اور سیاسی دونوں میدانوں کے شہسوار بھی ہیں —

اور پھر دیکھ کر حیران رہ گیا کہ علمائے ملتان کے علاوہ ملک کے مشہور و معروف خطیب اور ممتاز عالم دین جناب مولانا محمد عارف صاحب نوری آف مرید کے نشتر ہسپتال ملتان، میری عیادت۔ بیمار پرسی اور خبر گیری کے لئے آہنچے — اور پھر نشتر ہسپتال ملتان کے ڈاکٹر تو نہایت ہی خوش مزاج۔ خوش اخلاق اور منہس مکھ ہونے کے ساتھ ساتھ پورے دلی رگاڑے بیمار کا علاج کرتے ہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

جموعۃ المبارک کے فضائل

اور

جموعۃ بازار کی لعنت

برادرانِ اسلام! — بیماری — علالت اور چلنے پھرنے سے معذوری کے باوجود میری خطابت میں وہی جوش — میری تقریر کا وہی انداز اور میری وعظ میں وہی دبدبہ ہے اور نہ ہی میرے جمعۃ المبارک کے اجتماع میں کوئی فرق آیا ہے اور نہ ہی فنِ خطابت اور قرآن و حدیث کے نکات بیان کرنے میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے۔

اور نہ ہی میرے مقتدیوں — نمازیوں اور دوستوں کے ذوق و شوق میں کوئی دِلدار کھڑی ہوئی ہے۔

وہی داد و تحسین کے بھول اور وہی لغتوں کی گونج!

البتہ — ہر فرقہ کے علماء کرام اور خطیب حضرات یہ شدت سے محسوس کر رہے ہیں کہ جمعۃ المبارک کے دن شادیوں کی گھاگھمی کے باعث اجتماع میں فرق آگیا ہے۔ اور کروڑوں مسلمان جمعۃ المبارک کے دن شادیوں میں شرکت کرنے سے جمعۃ کی برکت اور سعادت سے محروم رہ جاتے ہیں — مولینا کوثر نیازی صاحب نے

تو جمعۃ المبارک کے دن کی چھٹی ایسی منظور کروائی تھی کہ امت مسلمہ پورے شہر و
 خضوع۔ پورے شوق و ذوق اور پوری دنیا دینی لگن کے ساتھ ایک اجتماع کی
 صورت میں جمعۃ المبارک ادا کر لیا کریں۔

لیکن ہم نے اس مبارک دن کے ایک اہم مذہبی اور اسلامی فریضہ کو شادی و
 بیاہ کے مرغوں کی ٹانگوں پر قربان کر دیا ہے۔

اور پھر اس کے ساتھ جمعۃ بازاروں کی لغت کا اضافہ کر کے حکومت نے
 جمعۃ المبارک کی دینی اہمیت کو اور بھی گھٹا دیا ہے۔

جمعہ کے دن اور پھر عین جمعہ کی آذان۔ خطبہ اور جماعت کے وقت ہی
 نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کی اول آذان کے ہوتے ہی ہر قسم کا
 لین دین ہر طرح کی خرید و فروخت اور ہر لحاظ سے بیع و شراء قرآن پاک نے حرام قرار
 دے رکھی ہے۔ مثلاً۔۔۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔۔۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ
 فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَزَرُوا الْبَيْعَ

اے ایمان والو! کہ جب جمعہ کے دن، جمعہ کی آذان ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے
 کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔ یعنی جمعہ پڑھنے کی تیاری میں لگ جاؤ۔ غسل کرو۔ صاف
 کھڑے کپڑے پہنو اور خوشبو لگاؤ۔ اور ہر طرح کی خرید و فروخت چھوڑ کر جمعۃ المبارک
 کا اہم فریضہ ادا کرنے کے لئے مسجدوں کی رونق کو دوبالا کرو۔ اور اسلامی و
 مذہبی اجتماع کی برکت و سعادت حاصل کرو۔

ذَالِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔

اور اگر تم جانتے ہو تو اس میں تمہارے لئے خیر و برکت اور ہر طرح کی صلاح و بہبودی

ہے۔

صاحبِ سزاوہ سید افتخار الحسن حیران ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لئے جمعۃ المبارک کی ادائیگی اور اس کی برکت اور سعادت اور اُمتِ مسلمہ کی اجتماعی فلاح و بہبودی کے واضح اعلان کے بعد اپنی بے حسّی۔ بے اعتنائی اور قرآنِ پاک سے لاتعلقی اور حکمِ خداوندی کے خلاف اپنی جہالت کے باعث بغاوت کا ثبوت کیوں دیتے ہیں اور اس کے فیوض و برکات اور سعادت اور عظیم ثواب سے محروم کیوں رہ جاتے ہیں — جیسا کہ — امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —

① — مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۹ مسلم شریف کے حوالے سے — حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: — خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ — کہ انسان پر جمعہ کے دن سورج کا طلوع ہونا بہتر ہے کیونکہ اسی جمعۃ المبارک کے دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔ اور اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی —

② — اور پھر ارشاد رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ امام کے خطبہ اور جماعت کے مابین جمعۃ المبارک کے دن ایک گھڑی بھی آتی ہے — يَسْأَلُ اللّٰهُ نَحْيُوْا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ — کہ اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ سے جو بھی سوال کیا جائے گا وہ عطا کیا جائیگا۔

③ — مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۱ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: — مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَفَّاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ — (رواہ احمد و الترمذی)

کہ جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرنے والا مسلمان قبر کے فتنہ یعنی عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔

④ — اور پھر فرمایا — مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ عَذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِينَارٍ

کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے یعنی بوجھ کر جمعہ چھوڑ دے اسے چاہیے کہ اس گناہ کے کفارہ کے لئے ایک دینار صدقہ دے۔

۵۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۲ بخاری و مسلم شریف کے حوالہ سے۔ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ کہ جس دن جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے ہر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور جمعہ کی نماز ادا کرنے کی خاطر جو پہلے مسجد میں آتا ہے، دفترِ عمل میں اس کی یہ نیکی لکھ لیتے ہیں۔

۶۔ پھر ارشادِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ اِنَّ هَذَا يَوْمٌ جَعَلَ اللَّهُ عِيدًا۔ کہ اے مسلمانوں کی جماعت تحقیق اللہ کریم نے اس جمعہ کے دن کو بھی تمہارے لئے عید بنا دیا ہے۔ حدیثِ پاک کے یہ الفاظ بتلا رہے ہیں کہ بغیر کسی عذر شرعی کے نمازِ جمعہ کو ترک کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی سزا میں اور اس گناہ کا خمیازہ بھگتنے کے لئے ایک یا ادھار دینار صدقہ پڑتا ہے۔ تو بیاہ و شادیوں اور جمعہ بازار سے جمعہ کی آذان کے بعد سودا سلف خریدنا۔ خرید و فروخت اور لین دین کرنا کیا بغیر عذر کے جمعہ کے فرض کو چھوڑنا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ احبابِ کرام!۔ یہ یاد رہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں بھی شادیاں جمعہ کے دن ہی ہوا کرتی تھیں بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی زینب کی شادی جمعۃ المبارک کے دن ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور شہزادی بلقیس کا نکاح بھی جمعہ کے دن ہوا اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی، ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بھی جمعہ کے دن ہی ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح بھی خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے جمعہ ہی کو ہوا۔ اور جمعہ کے دن نکاح کی بڑی افسیت آتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ مسلمان جمعۃ المبارک کی نماز نہیں چھوڑتے تھے۔

ان کا طریق کار جمعہ کے دن شادی کا یہ ہوتا ہوگا کہ جمعہ کی آذان سے پہلے پہلے شادی کی پوری کی پوری رسم، پوری شان و شوکت سے ادا کر لیا کرتے ہوں گے اور یا جمعہ کی نماز کے بعد سب کچھ ہوتا ہوگا تاکہ جمعہ کی نماز کے بعد کوئی رکاوٹ اور کوئی دیوار کھڑی نہ ہو۔ اور پھر اس زمانہ مبارک کی شادیاں خالص اسلامی طریقہ سے ہوا کرتی تھیں جس میں نہ ہزاروں کی تعداد میں دعوت — نہ ڈھول باجہ — نہ بھنگڑا، نہ آتش بازی اور نہ عیاشی و فحاشی کا مظاہرہ اور نہ مرغہ نہ بریانی — نہ قورمہ اور نہ پلاؤ اور نہ کھیر نہ فرنی ہوا کرتی تھی — بلکہ سادگی اور کفایت شعاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے چند براتی جاتے اور سادہ سی خوراک کھا کر دلہن کو ڈولی میں بٹھلا کر گھر لے آتے تھے۔

۱۔ اب اس بیماری کا علاج یہی ہے کہ ہم بھی جمعۃ المبارک کی عظمت — اس کے محاسن، اس کے کمالات اور اس کے ثواب عظیم حاصل کرنے کی خاطر جمعہ سے پہلے یا جمعہ کے بعد خورد و نوش اور دعوت ولیمہ کا انتظام و اہتمام کر لیا کریں تاکہ براتی بھی جمعہ کی نماز کسی نزدیکی جامع مسجد میں ادا کر لیا کریں —

۲۔ یا جمعۃ المبارک کی چھٹی منسوخ کر کے اتوار ہی رکھ لی جائے۔

۳۔ اور یا پھر چھٹیاں دو کر دی جائیں تاکہ لوگ جمعہ کے اگلے دن شادی کر لیا کریں۔

۴۔ اور یا جمعہ کے دن شادی میں مدعوین اور بلائے ہوئے لوگ شمولیت سے

انکار کر دیں —

بہر حال — جمعۃ المبارک کی فرضیت — اسکی برکت اور ثواب عظیم کے حصول کی خاطر کوئی نہ کوئی تبدیلی لانی ضروری ہے تاکہ مسلمان اس کے عظیم ثواب سے محروم نہ رہیں — اور جمعہ بازاروں کا سلسلہ بھی ملک سے ختم کیا جائے تاکہ قرآن پاک کے بتائے ہوئے جمعہ شریف کے اہم فرائض کی پوری طرح ادائیگی ہو سکے اور جمعہ کی پہلی آذان ہی سے تمام کاروبار زندگی — ہر طرح کا لین دین اور ہر قسم کی خرید و فروخت

بند کر کے خدا و رسول کی خوشنودی و رضا حاصل کی جائے۔

جمعہ بازار کی لعنت

حضرات گرامی — اے اہل ایمان —

اب ذرا جمعہ بازار کی لعنت جو ہماری اسلامی

مملکت میں پھیل چکی ہے اور جس لعنت کے باعث کروڑوں مسلمان جمعۃ المبارک کے خیر و برکت سے محروم رہ جاتے ہیں — اور اللہ کریم کے واضح اعلان کے خلاف اپنی بے حسّی — اپنی جہالت اور اپنی مذہبی کمزوری کے باعث بغاوت کر کے اللہ و رسول کی ناراضگی پسند کرتے ہیں، اس کی کہانی بھی سنئے۔

تفسیر کبیر — جلد ۸ ص ۱۴۷ — سورۃ جمعہ میں ارشاد باری تعالیٰ کہ — **وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا لَفِضُوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا** — کہ جب یہ مسلمان کسی تجارت کے مل کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور تجھے میرے محبوب پاک صل اللہ علیہ وسلم منبر پاک پر اکیلا چھوڑ جاتے ہیں — اس آیت پاک کا شان نزول جناب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے —

إِنَّ دَحِيَّةَ الْكَلْبِيِّ أَقْبَلَ بِتِجَارَةٍ مِنَ الشَّامِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ کہ دحیہ کلبی اسلام لانے سے قبل شام سے تجارت کا مال مدینہ منورہ لایا کرتے تھے جس میں خورد و نوش کا سامان — ضروریات زندگی کی اشیاء اور روزمرہ کے استعمال کی چیزیں ہوا کرتی تھیں — مثلاً گوشت — دالیں — بنریاں — آلو — آٹا — کپڑا — پیاز — لہسن اور انڈے وغیرہ —

وَكَانَ يَتَلَقَّاهُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ بِالْطَّبِيلِ وَالصَّفَقِ — اور پھر

وہ ڈھول اور نوبت کے ذریعہ پورے مدینہ منورہ میں اعلان کرواتا —

وَكَانَ ذَٰلِكَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ

عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ — اور یہ سب کچھ جمعۃ المبارک کے دن ہوتا جبکہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم منبر پاک پر کھڑے ہو کر جمعۃ المبارک کا خطبہ شریف دے رہے ہوتے۔
اور پھر اصرام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ کا خطبہ مبارک شروع ہوتا اور وحیہ کلیہ
کی طرف سے اعلان کیا جاتا — کہ آؤ شہر والو — دوڑو — غور و نوشت کا سامان
آگیا — گوشت آگیا — والیں آگئیں — بس آگیا — پیاز آگیا اور اندھے
بھی آگئے — آٹا بھی آگیا ہے —

بس یہ اعلان سن کر مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر تنہا چھوڑ
کر کھانے پینے کی چیزیں لینے اور خوراک حاصل کرنے کیلئے جمعہ بازار کی طرف دوڑ
پڑتے تھے اور مسجد میں صرف ۱۲ مسلمان رہ جاتے تھے۔
وكان من الذين معه ابوبكر وعمر رضي الله تعالى عنهما۔

اور ان میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما مسجد میں
نبی پاک علیہ السلام کے ساتھ رہ جایا کرتے تھے —

برادرات اہل مدینہ — صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق سے ضرور پوچھا ہوگا کہ اے ابوبکر سب
مسلمان مجھے منبر پاک پر عین جمعہ کے خطبہ کے دوران چھوڑ کر سودا خیزانے کے لئے
وحیہ کلیہ کا فکے لگائے ہوئے جمعہ بازار میں چلے گئے ہیں، تم کیوں نہیں گئے؟
تو سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ انہوں نے ضرور بقول اقبال مرحوم — یہ

جواب ہوگا۔ — کہ — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم —

پروانے کو چیراغ اور بلبس کو پھول بس

صدیق کے لئے ہے خُدا کا رسول بس

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وحیہ کلیہ کا نام نہیں لکھا بلکہ تجارتی قافلہ لکھا ہے۔

ٲھوا۔ سے مراد طبل اور ڈھول یا دف کی آواز مراد ہے ۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جاؤ اور اسکی
خیر و برکت سے دامن مراد بھرو تو پھر کراپنی روزی تلاش کرو اور ضروریات زندگی
حاصل کرنے کی کوشش کرو —

مگر پھر بھی ————— یہ نہ بھولنا کہ ————— واللہ خیر الرازقین
 کہ اللہ تعالیٰ ہی اچھا اور بہترین رازق ہے —————

کہ جس نے تمہیں ماں کے پیٹ میں رزق دیا اور جو پتھر میں کپڑے کو روزی دیتا ہے وہ تمہیں بھی اس رزق سے محروم نہیں رکھے گا۔

میرے پیارے صاحبو!۔ جہاں قرآن پاک کی سورۃ جمعہ کے آخری حصہ میں
جو ہدایت جاری کی گئیں ہیں ان میں سے افضل یہ ہے کہ جمعہ کی نماز ترک کر کے روزی
تلاش کرنا حرم اور حرام ہے۔ اور۔۔۔ جمعہ بازار لگانا ایک کافرانہ
دل و دماغ کی اختراع اور مشرکانہ ذہن کی پیداوار ہے وہاں یہ امر بھی غور طلب ہے۔
کہ انسان کے لئے بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے اور روزمرہ کے استعمال کی اشیاء اور
غور و نوکوش کا سامان مہیا کرنا اور اپنی معاشی حالت کو درست رکھنے کے لئے دوڑ دھوپ
کرنا اتنا ضروری ہے کہ مدینہ پاک کے مسلمان اور جو اصحابی رسول بھی تھے امام الانبیاء
صل اللہ علیہ وسلم کو عین جمعۃ المبارک کے خطبہ شریف کے دوران منبر پاک پر اکھٹا ہونا
چھوڑ کر دجیہ کلبی کے لگائے ہوئے جمعہ بازار کی طرف دوڑ جایا کرتے تھے تاکہ اشیاء
ختم نہ ہو جائیں اور ہم محروم نہ رہ جائیں۔۔۔

میرے مخلص ساتھیو!۔ جانثار مقتدیو اور وفادار مریدیو!۔ دیکھو!

۷۔ بات نکل کر کہاں تک جا پہنچی — بات تو گستاخ رسول —
سلیمان رشتہ سے شروع ہوئی تھی پھر بڑھتے بڑھتے مرزا غلام احمد قادیانی

تک جا پہنچی جو سب بڑا گستاخ رسول ہے۔

مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۷۹ء کی نوائے وقت اخبار میں ایک چھوٹی سی خبر شائع ہوئی ہے کہ سلیمان رشدی نے اپنے خلاف نفرت و عداوت کی آگ لٹھنڈا کرنے کیلئے اور اپنے خلاف جناب امام خمینی صاحب کے قتل کے فتویٰ کا کوئی اچھا سا حل نکالنے کے لئے ملت اسلامیہ سے معافی مانگ لی ہے بلکہ اپنے کافرانہ رویہ سے توبہ اور تجدید اسلام کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو پھر مزارِ طاہر مبارک قادری کو بھی خدا و رسول اور اہل اسلام سے معافی مانگ کر اور اس کے ساتھ دوسرے مزاروں کو بھی نئے سرے سے اسلام لا کر اور یہ تسلیم کر کے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کذاب۔ کافر۔ مرتد اور واجب القتل ہے مسلمانوں میں کھل چل جانا چاہیے۔

محرم دوستو! — یہ یاد رہے کہ ۳۵ سال سے میرا جہاد صرف مزاریت کے خلاف ہی نہیں ہے بلکہ ہر باطل فرقہ اور ہر بد عقیدہ انسانوں کی پھیلائی ہوئی ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں میں نیکی و شرافت کی شمع جلانے میں مصروف عمل ہوں اور دنیا کے سنیت کخلاف ہر اٹھنے والی غلیظ زبان پر چند رہ لگانے کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتا ہوں۔ اور اس سلسلہ کے ۳۵ لاکھ میل کا زندگی کا سفر ۱۹۴۸ء سے شروع ہوتا ہے اور آج ۱۹۹۰ء تک جاری ہے۔ اس حق و صداقت کی تبلیغ کے سفر کی تین جھلکیاں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱ بہاولپور سے ۴۲ میل دور شرق کی طرف ہیڈ راجگان میں ظہر کی نماز کے بعد تقریر کے اگلے دن راولپنڈی پہنچا تھا۔ اور ظہر سے پہلے تقریر تھی بیڈ راجگان تقریر کے رات ملتان آگے کار کے ڈرائیور سید تنویر شاہ صاحب تھے

جو ایک ماہر اور تجربہ کار ڈرائیور ہونے کے ساتھ۔ بڑے جی دارنڈر اور حوصلہ مند اور ان تھک بھی ہیں۔ رات بارہ بجے میں نے شاہ صاحب کو جگایا اور پوچھا۔ شاہ جی کیا ارادہ ہے؟ — جواب دیا۔ — جی حاضر ہوں! — چلو۔ —

میں نے پھر غیر ارادی طور پر کہا۔ — شاہ جی! — رات اندھیری ہے اور راستہ خطرناک اور سفر طویل ہے۔ خوفناک جنگل۔ بھیانک اجار۔ ریت کے ٹیلے اور صحرا و بیابان کے ہولناک مناظر اور ریگستان کے وحشی و خونخوار درندوں کے درمیان سے گزرنا ہے۔ — ملتان سے منظر گڑھ بنشیل میل اور منظر گڑھ سے میانوالی ۲۹۰ کلومیٹر — اور میانوالی سے تلہ گنگ ۱۰۹ کلومیٹر اور تلہ گنگ سے راولپنڈی خداجا تے کتنی دور ہے۔ — سوچ سمجھ لو! —

سمنے لگے۔ — صاحبزادہ صاحب۔ گھبراؤ نہیں۔ پہلے کوئی مجھے مارے گا پھر آپ کی طرف آئیگا۔

شاہ صاحب کا یہ جرات مندانہ جواب سن کر رات کے بارہ بجے ملتان سے روانہ ہو گئے۔ منظر گڑھ سے آگے گزرے تو تھل کا علاقہ شروع ہو گیا جہاں سے سڑک کے سوا اس پاس کی اور کوئی شے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ راستہ میں پولیس کی کمی چوکیاں ملیں اور ہر چوکی والوں نے کہا۔ عجیب دیوانے ہو کر اس خوفناک ریت کے لوق دوق سمندر میں آن پھنسے ہو! — جاؤ خد! مافظ!

اور آخر کار شاہ صاحب نے بڑی ہوشیاری۔ ہوشمندی اور بڑے ہی حوصلہ سے اتنا لمبا سفر طے کیا اور دن کے دس بجے راولپنڈی پہنچا دیا۔ — جاتے ہی تقریر کی اور پھر فیصل آباد کے لئے روانہ ہو گئے۔

۲۔ برکی کے محاذ پر رات کو تقریر کر کے اگلے دن ظہر کی نماز سے پہلے جہانیاں منڈی تقریر کرنے کے بعد رات کو رحیم یار خاں پہنچا تھا۔ — مختار احمد ڈرائیور

تھا جو انجن کی ایک ایک تار سے بھنی واقف تھا۔ جل کے بعد برقی سے رات ایک بجے صبح کی نماز کئی راستوں۔ کئی سڑکوں اور کئی منزلوں کو طے کرتے ہوئے جہانیاں منڈی جا کر پڑھی، بارہ بجے وہاں کے ایک عظیم الشان اجتماع میں خطاب کرنے کے بعد وہاں سے چلے اور رات آٹھ بجے رحیم یار خان جا پہنچے۔ وہاں تقریر کی اور آ کے ایک بجے پھر فیصل آباد کے لیے چل پڑے!۔

۳ تبلیغی مرکز رائے ونڈ سے کوئی دو تین میل آگے ایک بستی میں جلسہ تھا۔ عبدالستار نیازی نعت خواں بھی ساتھ تھا اور ڈرامور سید تنویر شاہ صاحب تھے جلسہ سے فارغ ہو کر واپس لاہور حضرت واما صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری و سلام کے لئے یتیم خانہ کے چوک پر پہنچے تو پولیس کا ایک بھاری دستہ ہماری آمد کا منتظر تھا جو رات کے مسافروں کو حفاظت سے منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے نہیں بلکہ ان کے مال و متاع کے لوٹنے کے لئے ہر شہر کے بڑے چوک میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ ہماری کاران کے قریب سے گزری تو پیچھے لگ گئے یہ سمجھ کر کہ گاڑی کا نمبر سندھ کا ہے اور یہ یا تو ممکڑیں یا سندھ کے ڈاکو۔ اور سندھ کے ڈاکو ہیں بھی مشہور جنہوں نے سرانڈیپ سے واپس جاتے ہوئے عربوں کا قافلہ لوٹ لیا تھا اور پھر انہیں سنگین جرم کی سزا دینے اور ان کی ڈاکہ زنی کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے حجاج بن یوسف کے عہد خلافت میں محمد بن قاسم کو ایک اسلامی لشکر لے کر آنا پڑا اور ان ڈاکوؤں کی سرکوبی اور راجہ داہر کو شکست دے کر سندھ میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی! میرا خیال ہے کہ سندھ کے مشہور ڈاکو رحیم ہنگورو کی ہلاکت کے بعد اب سندھ ڈاکوؤں کا خاتمہ ہو گیا ہوگا۔ مگر دو چار سال بعد سے تو پتہ چلتا ہے کہ آج کل سندھ میں جو بھی پیدا ہوتا ہے۔ ڈاکو ہی پیدا ہوتا ہے۔

آؤ — ذرا پاکستان کے ایک مشہور و معروف اور ملک میں سب سے زیادہ
پچھنے والے اخبار ”نوائے وقت“ کی تازہ خبریں ملاحظہ کریں —

مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۵۷ء ایک ریٹائرڈ ایس پی کا گھر والوں کے نام خط،
 " ۲۵ لاکھ روپے ادانہ کئے تو ڈاکو مجھے رہا نہیں کریں گے۔ "

مورخہ ۱۲/۹ ص ۲۷۔ ”گوٹھ نادان بستی کے قریب تین افراد کو اغوا کر لیا گیا۔
 ڈاکو دو افراد کو یہ کہہ کر تھوڑے گئے کہ تاوان کا بندوبست کر لیں۔“

مورخہ ۱۲ ص ۲۵۔ ”داد و سندھ — ڈاکوؤں کی فائرنگ سے اے ایس آئی اور اس کے چچا جاں بحق۔“ وہ واہن کے قریب گاؤں میں ڈاکہ ڈالنے آئے تھے، مزاحمت پر گولی چلا دی۔“

۲۹ ۱/۹ ص ۳۔ ”ایدھی ایمبولنس کی ایک پکاپ پر ڈاکوؤں کی فائرنگ سے تین افراد ہلاک۔ ۵ افراد زخمی۔ دو خواتین کی حالت نازک ہے۔“

ٹنڈوالہیار۔ سندھ

ٹنڈوالہیارہ - سندھ

۲۹ ۱/۹ ص ۳ "سندھ میں پنڈرہ سو ڈاکوؤں کا صفایا کرنے کیلئے مک اندوز
کی بٹالین درکار ہوگی۔"

ان خبروں کے بعد صاحبزادہ سید افتخار الحسن، وزیر اعظم پاکستان جناب نواز شریف سے یہ پوچھتے ہیں حق بجانب ہے کہ:-

کہاں گیا تمہارا یہ اعلان کہ تاوان لے کر رہا کرنے والے ڈاکوؤں کو سرعام پھانسی دی جائے گی

۴۔ آج سے کوئی پندرہ سال پہلے کی کہانی اور بات ہے کہ میں لیڈ اسٹیشن سے اتر کر حودہ میل کے ریگستان تھل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد گرمی میں ایک اونٹ پر ایک چک میں پہنچا۔ جلسہ ختم نبوت کے نام پر تھا، ہزاروں کا مجمع

اور لنگر کا عام انتظام تھا۔ لاؤڈ سپیکر بھی لگا ہوا تھا مگر ایسی جگہ خالی اور مجمع بکھرا ہوا تھا لوگ ادھر ادھر حیران و پریشان پھر رہے تھے۔

میں نے انتظامیہ سے پوچھا۔۔۔ یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگ پریشان اور بکھرے ہوئے کیوں ہیں؟ اور جلسہ شروع کیوں نہیں کیا گیا۔

رو کر کہنے لگے۔ حضور ہم غریب اور کمزور لوگ ہیں اور چک والے چوہدری لوگ ہیں اور سب مرزائی ہیں۔ ہم نے جلسہ ختم نبوت کا اشتہار چھپوایا تو یہ مرزائی چوہدری ہمارے پاس آئے اور بڑے غصے سے کہنے لگے کہ اگر تم نے یہ جلسہ کیا تو ہم تمہاری لڑکیاں اٹھا لیں گے۔

آج ہم پھر ہمت کر کے اور جانیں متھیلی پہ رکھ کر انتظام کرنے لگے تو پھر ان کی طرف سے یہ دستی رقعہ آیا ہے کہ کیا تم نے ہمارا پہلا اعلان نہیں سنا تھا اور خبردار جو جلسہ کروایا۔

میں نے ان کی کہانی سنی تو جوش آگیا۔۔۔ جوانی تھی۔ شباب کا زمانہ تھا۔۔۔ نہ کوئی خوف تھا اور نہ کسی قسم کا کوئی ڈر۔۔۔ انہیں حوصلہ دیا۔ تسلی دی اور کہا کہ آپ گھبرائیں نہ۔ انشاء اللہ العزیز جلسہ ہو گا اور ضرور ہو گا اور ختم نبوت کے مقدس موضوع پر ہو گا۔

کمرہ سے تین آدمیوں کے سوا باقی تمام آدمی باہر نکال دیئے۔۔۔ دروازہ بند کر کے میں نے ان سے پوچھا، اس علاقہ کا ڈاکو قسم کا کوئی آدمی ہے۔ کہنے لگے۔ ہاں ہے۔ یہاں سے چار میل دور فلاں جگہ میں فوراً ڈاکو ہے۔ جو بڑا دلیر اور لڑاکا ہے!

میں نے ان سے کہا کہ دو ڈاچیاں تیار کرو ایک پر کوئی سوار پہلے نکل جائے اور فوراً کو جا کر کہے کہ صاحبزادہ پیر سید افتخار الحسن فیصل آباد والے مجھے ملنے آرہے ہیں!

مگر کسی دوسرے آدمی کو اس بات کی خبر نہ ہو — انہوں نے دو مہرے تیار کیے جنہیں ریگستان کا جہاز کہا جاتا ہے۔

ایک آدمی بڑی ہی رازداری سے نکل گیا اور پھر کوئی دس پندرہ منٹ کے بعد میں بھی دوسرے مہرے پر ایک آدمی کے پیچھے بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ آن واحد میں اس چک میں پہنچ گیا۔ پہلے جانے والے آدمی نے نور کو بتلادیا ہوا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ میں ایک ڈاکو اور وہ صاحبزادہ۔ پیر اور سید — آخر معاملہ کیا ہے؟

اتنے میں میں بھی نور ڈاکو کے ڈیرہ پر پہنچ گیا۔ نہایت ہی خوبصورت جوان۔ چہرہ پر حلال پیشانی پر جمال اور آنکھوں میں ماہتابی چمک۔ اگر میں نے دُلا بھٹی دیکھا ہوتا تو سمجھتا کہ یہی ہے۔ دس بارہ جوان اور بھی اس کے بیٹھے تھے۔

میری سب صبح کو دیکھ کر تعظیم کے لئے وہ سب کھڑے ہو گئے۔ میں نے بیٹھتے ہی پوچھا۔ جوانو! تم میں سے نور کون ہے؟ وہ خود ہی بول اٹھا۔ جی میں ہوں۔ حکم — میں نے کہا تم سے علیحدگی میں بات کرنی ہے۔ ہم دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ جی حکم فرماؤ!

میں نے کہا نور سے سنا ہے تو ڈاکو ہے؟ کہنے لگا جی ہاں! — فرماؤ کیا بات ہے اور اس کی سانس تیز ہو گئی! میں نے کہا۔ نورے تو نے کئی گھر لوٹے ہوں گے اور اگر کوئی تیرے نبی کی نبوت اور عزت پر ڈاکہ ڈالے تو تیرے پاس اسکا کیا علاج ہے؟ کہنے لگا۔ — قبل! اور ساتھ ہی اسکی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ میں نے فوراً ختم نبوت والے جلسہ کا اشتہار اسے پڑا

دیا۔ اور مرزائیوں کی طرف سے دی گئی دھمکیوں کا ذکر بھی کر دیا۔
 کراچی قدرِ حضرات! نور اڈا کو ترپنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں
 آگ کے انگارے جل اٹھے اور تن بدن میں مرزائیوں کے خلاف نفرت و عداوت
 کے شعلے پھٹک اٹھے۔

کہنے لگا حضور کچھ کھانا پینا ہے تو سب تیار ہے۔ نہیں تو۔
 آپ چلیں۔ جا کر جلسہ شروع کریں اور میں منعمہ ساتھیوں کے آپا۔
 شربت کا گلاس پی کر ہم واپس آگے۔

میں نے شیخ پر چڑھ کر اعلان کر دیا کہ حضرات فوراً جلسہ گاہ میں آجاؤ۔ جلسہ شروع ہو
 چکا ہے! قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی گئی۔
 لوگ حیران تھے کہ یہ کیسے ہوا اور کیونکر ہوا۔

تلاوت قرآن حکیم کے بعد نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔
 نعت خوانی ختم ہوئی تو میں تقریر کے لئے آگے بڑھا ہی تھا کہ مرزائی چوہدری
 مسلح ہو کر گھروں سے نکل آئے اور کہنے لگے۔ جلسہ و تقریر بند کرو ورنہ تہاڑیاں
 کڑیاں چک لیاں گے۔

وہ یہ بکواس کر رہی رہے تھے کہ چار ڈاچیوں پر نور اڈا کو اور اس کے مسلح
 ساتھی جلسہ گاہ میں خوفناک طوفان کی طرح جلسہ گاہ میں آن پہنچے۔
 نورانے لٹکار کر کہا۔ ”چوہدری خان احمد راج پتہ لگ جائے گا کہ کڑیاں کناں
 دیاں چکیاں جانداں نے“۔

بس پھر کیا تھا۔ تقریر ہوئی۔ مرزائی بھاگ گئے۔ دروازے بند کر لئے اور
 لگے معافی مانگنے!۔

جلسہ ختم ہوا۔ کمرہ میں بیٹھے تو نورانے کہا۔ حاجی خدا بخش جی۔ جلسہ

پہلے بھی ان کی نشاندہی کر دی گئی ہے اور اب اسی مشہور زمانہ اخبار کی دو چار تازہ
خبریں ملاحظہ ہوں! —

مورخہ ۱۰/۱۲ ص ۱۔ خبر: سندھ میں ڈاکوؤں نے فیدرلشن بنالی۔ اور ہر
زمیندار سے ۵ لاکھ روپے طلب کر لئے!۔ ۲۰ کلومیٹر کے زرخیز علاقہ میں ڈاکوؤں کا راج
ہے۔ ۵ لاکھ روپے نہ دینے والوں کے بچے اغوا کر لئے — کراچی۔
خبر ۲۔ خوشاب ۱۰/۱۲ ص ۳۔ "نوائے وقت"۔ خوشاب کے قریب کھٹیاڑی
کے مقام پر ڈاکوؤں کی لوٹ مار۔ سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کر کے ٹریفک روک دی اور مسافروں
کو جان سے مار دینے کی دھمکی دے کر لوٹتے رہے۔ —

میں گوجرانوالہ جیل میں تھا تو وہاں گجرات ایک مشہور اور خطرناک ڈاکو ہرنا
بھی بیس سال کی سزا بھگت رہا تھا — ایک دن وہ میرے احاطہ سے گزرا۔ ہاتھوں
میں تھکڑی۔ پاؤں میں آہنی بیڑیاں اور بدن پر لوہے کی زنجیریں — میں احاطہ
کے دروازہ پر اسے دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ ہرنا ڈاکو۔ لوہے کی زنجیروں
میں جکڑا ہوا اور پاؤں کی بیڑیاں چھنکا تا ہوا قریب سے گزرا تو میں نے اسے ٹھہر لیا۔
اسکی درازناک کہانی سنی۔ کہنے لگا شاہ صاحب! میں ایک ڈاکو ہوں۔ مکانوں، دکانوں
اور بنکوں کو لوٹنے والا ڈاکو، لوگوں کی نیند حرام کرنے والا ڈاکو اور پولیس سے اصل مقابلہ
کرنے والا ڈاکو — اور لوگوں کے ساتھ اپنی نیند بھی حرام کر کے۔ اپنی جان پھیلی
پر رکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ اگر پولیس یا کسی گاؤں کے عوام سے مقابلہ ہو گیا تو خدا جانے زندہ واپس
آؤں یا نہ — وہ ڈاکو! —

حضرت گرامی — یہ یاد رہے کہ صاحبزادہ سید افتخار الحسن کے نزدیک ہر وہ پولیس
افسر۔ ہر وہ مجسٹریٹ۔ ہر وہ جج اور ہر وہ میجر جو عدل و انصاف کی کرسی پر بیٹھ کر کسی معمولی
نوعیت کے مقدمہ میں ہزاروں اور کسی قتل کے کیس میں لاکھوں روپے رشوت لیکر عوام کو

لوٹنے والے اور غریب لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈال کر فیصلے کرنے والے اور شہر کے میجر جو ایک ٹھوکھا رکھوانے کے ۲۵ ہزار روپے اور کسی لڑکی کو سکول میں استانی لگوانے کے ہم ہزار روپے رشوت لینے والے بنک لوٹنے والے ڈاکوؤں سے زیادہ خطرناک ہیں۔

مگر عجیب قدرت کا نظام ہے کہ وہ تو راتوں کو لوگوں کو لوٹتے اور ڈاکہ ڈالتے ہیں اور یہ حرام خور دن کی روشنی میں عوام کی جیبیں صاف کرتے ہیں۔ پھر۔ وہ بد معاش اور یہ شریف۔ وہ بد تمیز اور یہ مہذب۔ وہ چور اور یہ معزز، اور وہ ڈاکو اور یہ دانشور۔ کون پوچھے ان کو۔ کون محاسبہ کرے ان کا۔ کون زنجیریں پہنائے ان کے پاؤں میں اور کون ہتھکڑیاں لگائے ان کے ناپاک ہاتھوں پر۔

اسلام اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن یہ افتخار الحسن کے

نزدیک ملک میں بڑھتے ہوئے غنڈہ گردی کے جراثیم۔ عیاشی و فحاشی کے کٹرے، اور وحشت و بربریت کے اژدھا اور قتل و غارت کے کالے ناگ اور چوری و ڈکیتی کی خطرناک وارداتوں میں ملک میں چلنے والی پنجابی فلموں کا کافی حصہ ہے۔

بھلا جس اسلامی ملک میں مندرجہ ذیل فلموں کی نمائش زوروں پر ہوں۔ چوروں کی رانی۔ کالے چور اور ڈاکہ تو پھر اس ملک کے عوام تو رہے ایک طرف کاجوں کے طلباء کرام بھی ملوث ہونے لگتے ہیں۔ سوشل ڈس سال سے ملک کے سینما گھروں میں ایسی ہی فلمیں چل رہی ہیں جس میں قتل و غارت۔ وحشت و بربریت۔ خون خرابہ۔ مار دھاڑ اور چوری و ڈاکہ کے ساتھ ساتھ مصطفیٰ قریشی کے گنڈے کا سین اور سلطان راہی کے برچھے کا منظر بڑی مہارت اور خوبصورتی سے نبھایا جاتا ہے، یہاں تک خوفناک منظر دکھائے جاتے ہیں کہ مجھے جیسے بوڑھے اور کمزور دل انسانوں کو اخباروں میں تصویریں ہی دیکھ کر ڈر لگتا ہے!۔ نہ کوئی تاریخی فلم۔ نہ کوئی گھریلو کہانی اور نہ ہی کوئی سوشل داستان۔

اور ٹیلیوژن پر بھی اخلاق سوز اشتہارات اور حیا باختر تصویروں کے سوا اور کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ احبابِ کرام! — معاف رکھنا۔ کتاب گستاخ رسول کی سزا سے شروع تو ہوئی تھی۔ سلیمان رشدی کی کتاب "شیطانی آیات" کے جواب جس میں اس نام نہاد مسلمان نے اسلام اور ربانی اسلام پر بازاری زبان و قلم سے رکیک حملے کر کے پوری ملتِ اسلامیہ کو اپنے خلاف کر کے ایک طوفان کھڑا کر دیا اور ایران کے انقلابی اور روحانی پیشوا امام خمینی کی طرف سے واجب القتل ہونے کا فتویٰ بھی لگوا دیا۔

مگر حضراتِ محترم! — بات سے بات نکلتی ہوئی آپہنچی ہسٹریا ڈاکو اور مہذب ڈاکوؤں تک اور یہ شب کچھ اسیلئے ہوا کہ کچھ ڈاکو تو لوگوں کا ساز و سامان لوٹتے ہیں اور کچھ ڈاکو مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں جیسا کہ سلیمان رشدی اور مرزا غلام احمد قادیانی —

سلیمان رشدی نے اسلام کی عزت اور ناموس رسالت پر ڈاکہ ڈالا اور غلام احمد نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈال کر اور اپنی کتابوں میں اسلام کے ہر معزز و محترم انسان کو گستاخی کا نشانہ بنا کر اور دین کے ہر ستون کو اپنے بے ادبی کے کلہاڑے سے پاش پاش کر نیکی ناکام کوشش میں جہنم کی آگ کا ایندھن بن گیا اور اپنے بعد آنے والے مزارعوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا — اور سلیمان رشدی نے اسلام اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بازاری زبان استعمال کر کے پوری ملتِ اسلامیہ کو اپنے خلاف کر کے ایک طوفان کھڑا کر دیا اور پھر ایران کے انقلابی اور روحانی پیشوا امام خمینی کی طرف سے اپنے لئے واجب القتل ہونے کا فتویٰ بھی لگوا دیا جس کی آواز اسلام آباد میں بھی سنی گئی — اور اب کافی مدت کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ اس نے لندن میں عیسائیوں کی گود میں بیٹھ کر وائس آف امریکہ کے نمائندہ کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے، "جسے روزنامہ نوائے وقت نے اپنی ۱۲/۹ء کی اشاعت میں ان حروف و جملہ کیساتھ لکھا ہے بمعہ تصویر کہ سلیمان رشدی کا کلمہ تو وہیں رہا میری کتاب میں اسلام پر کوئی حملہ نہیں غلط فہمی دور کر لیں۔ معاملہ صاف ہو چکا۔"

مسلمان سکالروں کو قائل کر لیا ہے۔ اور میرے قبولِ اسلام کے بعد نازغہ ختم ہو جانا چاہیے (رشدی)
اب صاحبزادہ سید افتخار الحسن اس بد نہاد انسان اور بد فطرت آدمی کے انٹرویو پر تبصرہ
کئے بغیر اس پر چند سوالات کرتا ہے۔ میرے وفادار مقتدیوں۔ خدا کا رسا بھیسو، جانثار مرید
اور قابلِ احترام دوستو اور بزرگو! آپ بھی ملاحظہ فرمائیں!

مذبحہ (۱)۔ اگر تیرے نزدیک تیری کتاب میں اسلام پر کوئی حملہ نہیں ہے اور تو نے کوئی کفر
نہیں کیا تو پھر کلمہ شریف پڑھ کر تجدیدِ اسلام کیوں؟

مذبحہ (۲)۔ اور اگر تیرے نزدیک معاملہ صاف ہو چکا ہے تو پھر انگریزی حکومت کی پناہ
کی کوٹھڑی سے نکل کر آزاد فضا میں عام مسلمانوں سے بغلیگی کیوں نہیں ہو جاتا؟

مذبحہ (۳)۔ وہ مسلمان سکالروں میں جنہیں تو نے اپنے کفریات پر قائل کر لیا ہے؟

مذبحہ (۴)۔ ارے پاگل! رشدی مسلمان سکالر تو یہ ہیں جنہوں نے تیری کتاب کے خلاف
اسلام آباد میں ایک بہت بڑے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے پاکستان کی ظالم، سفاک
اور رشوت کے ذریعہ خنزیر کا گوشت کھانے اور سور کا لہو پینے والی پولیس نے بینظیر بھٹو
کے عہدِ حکومت میں گولیوں کی بارش کر کے پھر مسلمانوں کو شہید کر کے ابدی نیند سلا دیا تھا۔
اور وہ مسلمان سکالر مندرجہ ذیل تھے۔

مولانا عبد الستار خاں نیازی۔ مولانا کوثر نیازی۔ مولانا فضل الرحمن اور نوابزادہ نصر اللہ خان۔

ہم اگر آج بھی قرآن کو سینوں سے لگالیں، احکامِ خداوندی کی پابندی اور شریعتِ مصطفیٰ
کی سربلندی کرنا سیکھ لیں اور گستاخانِ رسول کا مقابلہ کریں تو ہماری مشکل آسان ہو سکتی ہے۔
اور ہم ہر قسم کے اقتصادی اور معاشی بحران پر قابو پاسکتے ہیں اور وہ گستاخِ رسول چاہے۔

بدنام زمانہ سلیمان رشدی ہو یا جہنم کی آگ کا ایندھن مزارعِ سلام احمد قادیانی۔ اور

اب جو گردابِ بلا میں پھنسی ہے کشتیِ دین و ایمان کی قوت نے نکل سکتی ہے
اور ہم اگر آج بھی اللہ کو راضی کر لیں تو آج بھی قوم کی تقدیر بدل سکتی ہے۔

حضراتِ محترم! — اب میں عرصہ تین سال سے بیمار اور صاحبِ فراش ہوں، یہاں تک کہ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو چکا ہوں لیکن اس کے باوجود بھی جامع مسجد الفردوس منصور آباد کی انتظامیہ شرف و رفق اور ذوق میں فرق نہیں آنے دیا۔ بلکہ مسجد کے نمازیوں۔ متدیوں اور میرے مریدوں کی عقیدت و ملاحظہ ہو کہ مجھے حجرہ سے کرسی پر اٹھا کر مسجد کے محراب و منبر تک لیجاتے ہیں اور پھر دورانِ تقریر ہی داد و تحسین کے پھول اور وہی نذرانوں کی بارش — اور مجھے اپنی انتظامی کمیٹی پر ناز ہے اور کمیٹی کو میری خطابت پر فخر ہے۔ ایسے بھی کہ میری خطابت صرف جامع مسجد الفردوس تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہر فرقہ میری خطابت کو انتہائی شوق سے سنتا ہے۔ ابھی ۱۹/۴ کو انجمنِ سپاہ صحابہ، دیوبند کی طرف سے یومِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منایا گیا جس میں مجھے بھی مدعو کیا گیا تھا اور اشتہار میں میرا نام بھی لکھ دیا تھا۔ مگر افسوس کہ علالت اور فیصل آباد ہسپتال میں داخل ہونے کے باعث اس جلسہ میں شریک نہ ہو سکا۔

اور اسی روز یعنی ۱۹/۴ ہی کو حضرت علی علیہ السلام کے منسکوں یعنی شیعہ حضرات کی طرف سے جناب صادق گنجی مرحوم ایران کے قونصل خانہ لاہور کے ڈائریکٹر جنرل کے ایصالِ ثواب کیلئے ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا، اس میں بھی مجھے دعوت تھی اور اشتہار میں بھی میرا نام شامل تھا۔ مگر بیمار اور علیل ہونے کے باعث شرکت نہ کر سکا۔

پچھلے سال — امین پور بازار فیصل آباد کی جامع مسجد الحمدیث کے حضرات کی طرف سے ایک احتجاجی جلسہ علامہ ظہیر الہی کے بارے میں جس میں میرا خطاب بھی تھا۔ اور پھر میرے اپنی ۴۴ سالہ خطیبانہ زندگی اس انداز سے گزاری کہ ملک کے ہر فرقہ نے اسے سراہا ہے۔ اور میرے خطاب کی تعریف کی ہے۔ داد و تحسین کے پھول بچھا کر رکھے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ مجھے افتتاحِ ملت کا خطاب شیخ القرآن حضرت علامہ محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے گوجرہ کے بیچ پر دیا تھا اور شہیدِ خطابت کا خطاب

مجھے غزالہ زباں اور دلی کامل حضرت علامہ احمد سعید صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مدرسہ النوار العلوم کے سالانہ جلسہ میں عطا کیا تھا جبکہ مولانا محمد عمر صاحب پھردی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبزادہ فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کچھ مولویوں کی سازش سے مجھے رات کے ایک بجے تقریر کا وقت دیا گیا جبکہ لوگ جلسہ گاہ سے جا رہے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تقریر کا موضوع ختم نبوت تھا۔ تو میں نے جلتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ دوستو اور بزرگوں۔ میری ایک بات سن لو اور پھر چلے جانا۔ بات یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی فلاں کتاب میں لکھا ہے کہ مجھے سلسل بول کی بیماری ہے اور بعض دفعہ تو مجھے ایک رات میں شہود دفعہ بھی پیشاب آجاتا ہے تو میں اس انگریزی اور بھوٹے اور کذاب نبی سے پوچھتا ہوں کہ۔ دن اور رات کے گھنٹے ۲۴ اور پیشاب شہود دفعہ تو مجھے وحی کس وقت آتی ہوگی اور پھر میں نے۔ اسمیر شاعر کا یہ پنجابی کا شعر پڑھ دیا کہ —————

سلسل بول دا جیہڑا مریض ہوئے : او کسے مسیحتے ابام نہیں ہو سکدا
تہانوں پس دی گل میں دس دیواں : نبی کدی غلام نہیں ہو سکدا
بس پھر کیا تھا جلتے ہوئے لوگ ٹھہر گئے، گئے ہوئے بھی واپس آگئے اور پھر
رات دو بجے تک ایمان افروز تقریر کے بعد علامہ رازی دوراں نے فرمایا کہ صاحبزادہ
صاحب کی تقریر کیوں کامیاب نہ ہوتی شہباز خطابت جو ہوئے۔ ع
کلیوں کو بھی سینہ کاہو میں نے دیا ہے : کہ گلشن کی فضا صدیوں مجھے یاد کرے گی۔
آخر ایک دن دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ سانس رک رک کر آنے لگا اور شوگر کا زاویہ
بھی انتہاء کو پہنچ گیا تو اہل خانہ نے گھبرا کر مولینا محمد اشرف ہمدانی کو فون کیا اور ساری
کیفیت بیان کی۔ انہوں نے نہایت ہی خندہ پیشانی اور کشادہ دلی سے میرا علاج
کرانے کی حامی بھری اور کہا کہ صاحب کو فوراً نیشنل ہسپتال لے آؤ،

میں وہاں انتظار کروں گا۔ رات کے دس بجے کے قریب ہسپتال پہنچے تو دیکھا کہ مولینا صاحب وہاں موجود تھے اور انہوں نے ہسپتال کے تمام ذمہ دار ڈاکٹروں کو بلا لیا ہوا تھا۔ مثلاً۔ ڈاکٹر ظفر احمد صاحب۔ ڈاکٹر نسیم احمد صاحب، ڈاکٹر خاں محمد صاحب۔ ڈاکٹر لیاقت علی صاحب اور ڈاکٹر محمد طاہر صاحب۔

ان حضرات نے نہایت ہی ہمدردی و خیر خواہی کیساتھ مجھے داخل کر لیا اور پھر ہر طرح اور قسم کا علاج شروع کر دیا۔ کوئی دو گھنٹے کے بعد مجھے ہوش آیا اور جہاں موت کے سائے مجھ پر منڈلا رہے تھے ان ڈاکٹروں کے علاج اور حسن سلوک کے باعث مجھے زندگی کے آثار دکھائی دینے لگے اور مجھے مایوسی و ناامیدی کی کالی راتوں میں یاس و امید کی صبح تاباں دکھائی دینے لگی اور طبی بیماری کی رحمت کی تاریکی میں نیشنل ہسپتال فیصل آباد میں مجھے رحمت کا سوزح نظر آنے لگا۔ ڈاکٹر ظفر احمد صاحب کی مریضوں کے ساتھ اتنی مٹھاس بھری گفتگو ہوتی ہے کہ مریض کی ادھی مرض کا علاج ہو جاتا ہے اور پھر دوسرے ڈاکٹروں کی قابلیت و مہارت اور تجربہ کاری بھی قابل تحسین و آفرین ہے۔ اور پھر ان فرشتہ سیرت ڈاکٹروں کے ساتھ کام کرنے والے کمپیوٹر۔ نرسیں اور مریضوں کی دیکھ بھال کرنے والا سارا عملہ بھی دن رات مصروف عمل رہتا ہے اور رات کو بھی ہر دس منٹ کے بعد کوئی نہ کوئی ڈاکٹر، کوئی نہ کوئی کمپیوٹر اور کوئی نہ کوئی نرس مریض کا حال پوچھنے۔ حوصلہ دینے اور صحت کی دعا کرنے آ جاتا ہے۔ آخر ایک ہفتہ کے بعد وہاں سے صحتیاب ہو کر گھر آ گیا۔ اس دوران مولینا محمد اشرف ہمدانی صاحب نے اپنی ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ اور اب بھی کبھی طبیعت خراب ہو جاتی ہے تو ڈاکٹر ظفر احمد صاحب کے کلینک پر چلا جاتا ہوں اور پہلے تو ڈاکٹر صاحب کے وقت لینے کیلئے ایک مولوی صاحب لانا پڑتا ہے جو نہایت ہی خوش اخلاق اور خوش مزاج ہونے کیساتھ ساتھ مریضوں سے پورا پورا تعاون بھی کرتے ہیں۔ غرضیکہ۔ فیصل آباد کا یہ نیشنل ہسپتال ایک مکمل شفا خانہ اور بہترین علاج گاہ ہے۔

قارئین کرام! — اب میں چراغِ سحری اور زندگی کے سفر کی آخری منزل پر اور
 مٹی کا بنا ہوا ایک دیباہوں جو موت کے ایک معمولی سے جھونکے اور کسی بے وفادار دوست کی
 چادر کی ہلکی سی ہوا سے بھی بچھ سکتا ہے — مگر مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ مرنے سے
 پہلے آج ۱۱/۶ کی نوائے وقت اخبار میں یہ خبر پڑھ لی ہے کہ — سلیمان رشدی کے
 وکیل نے اس شیطان کی دکالت کرنے سے انکار کر دیا ہے — شاید اسلئے کہ وہ
 کتابِ رسول ہے! —

حضراتِ محترم! — میری اس تین سال کی بیماری میں کسی رشتہ دار نے میرا ساتھ
 نہیں دیا — ہاں البتہ ساتھ دیا تو میرے مخلص مریدوں — وفادار نمازیوں — جانثار
 مقتدیوں اور غمگسار دوستوں نے اور پھر یا بڑے بھائی صاحب صاحبزادہ سید
 محمد یعقوب صاحب ہیں، جنہیں میری بیماری کا احساس ہے، وہ کبھی کبھی پتہ کرنے
 آجاتے ہیں اور اگر آنے میں دیر ہو جائے تو ٹیلی فون پر ملاقات کر لیتے ہیں — اور یا
 وفادار بیوی ہے جو دن رات میری تیمارداری میں لگی رہتی ہے، اور نہ اسے دن کو
 آرام نہ رات کو نیند — کمال یہ ہے کہ دوائی دینے اور پلانے میں اتنی ماہر اور تجربہ کار
 ہو چکی ہے کہ سند یافتہ نرس معلوم ہوتی ہے — اور یا پھر صاحبزادہ سید ابراہیم الحسن
 جو انجان اور بے سمجھ ہونے کے باوجود رات کو جب کبھی بیماری میں شدت پیدا ہو جاتی ہے
 تو بیچارہ کار پر ڈاکٹروں کے دروازے کھٹکھٹاتا پھرتا ہے مگر یہ نازک مزاج اور تند خو ڈاکٹر
 جو دن کو کسی مریض کی طرف پیار سے نہیں دیکھتے رات کو کسی کے کام کیسے آسکتے ہیں —

ہاں البتہ — ڈاکٹر سید محمد ارشاد صاحب کا کمپیوٹر امداد حسین جب بھی بلواؤ حاضر
 ہو جاتا ہے اور تیج پوچھو تو یہ انسان دوست آدمی کئی سالوں سے محلہ طارق آباد کیلئے
 دن رات — سول سرجن کے فرائض نہایت ہی خوش اسلوبی اور خندہ پیشانی سے سرانجام
 دے رہا ہے — صاحبزادہ محمد اویس اور بھوپتی بچیاں ہیں جو ابھی زندگی اور موت

کے نشیب و فراز سے نا آشنا ہونے کے باوجود میری خدمت گزاری میں رہتی ہیں۔

ان نادان اور انجان بچوں کے سوا میرا ہے بھی کون؟ —

اللہ پاک — رسول پاک — اور مرشد پاک —

اور باقی حضرات کی یہ روش ہے — کہ

جیہڑے کہندے سن مراں گے نال تیرے

آیا وقت تے پھڈ کے یار ٹر گئے

بدلہ میری وفادارین بدلے

میری قبر تے سٹ کے ہار ٹر گئے

اور — جیہڑے کہندے سن مراں گے نال تیرے

آیا وقت تے او کس دور نکلے

پی کے دودھ کچھ لمیاں تان سوں گئے

خون دین والے مجنوں ہور نکلے

آخر میں میری ہر ایک کیلئے بقول اقبال مرحوم یہ دعا — کہ

خدا پھولا پھلے رکھے چمن میری امیدوں کا

جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

قارئین — آج میری بیماری کے دوران میری تیمارداری — حوصلہ افزائی اور خبر گیری

نہ کرنے والے اور ہنسنے والے — کل

جدوں اکھاں میٹیاں میں اے دیوانے مینوں رون گے : شمع بجھ گئی تے پروانے مینوں رون گے

تے گھر چوں جدوں وی جنازہ میرا اٹھے گا : پھیرا پینے تے اپنے بیگانے مینوں رون گے

والسلام — صاحبزادہ سید افتخار الحسن

طارق آباد — فیصل آباد

تعارف

مبلغ اسلام حضرت مولینا پیر سید زاہد علی شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ
 زندگی ایک سفر ہے۔ لاکھوں انسان اس سفر کو طے کر لینے کے بعد حیاتِ مستعار کی سرحد
 کو عبور کر کے ابدی نیند سوچکے ہیں۔ اس دنیائے ناپائیدار میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ
 ہی رہے گا۔ مالک الملک اللہ رب العالمین جلّ الجلالہ کے فیصلہ کے مطابق بھی کو جام فنا
 نوش کرنا ہے۔ ہر ایک کو اس دنیائے رنگ و بو کو چھوڑ کر پیر و خاک ہونا ہے۔ مگر کچھ لوگ
 اس جام فنا کو اس عظمت سے نوش کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد زندہ ہوتے ہیں۔ جو اس دارِ فانی سے
 رخصت ہو جانے کے بعد اپنی حسین یادوں کی وجہ سے زندہ و جاوید رہتے ہیں، وہ فنا ہو کر بھی
 بقا کی رفیع منزلوں پر فائز رہتے ہیں۔ انہیں پر وقار صاحبِ عظمت لوگوں کے لیے تو
 کہا گیا ہے ————— ”کوئی کہتا ہے کہ مومن مر گئے!“

حضرت پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی انہی مقدس نفوسِ قدسیہ
 میں ہے۔ آپ کو ظاہری طور پر ہم سے رخصت ہو چکے ہیں، اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے آج
 بھی زندہ ہیں۔ جیسے ان کا ذکر، اُن کی حیاتِ ظاہری میں ہوتا تھا۔ اس سے کئی درجہ بڑھ
 کر آج بھی ہو رہا ہے۔ ان کے عقیدت مندوں میں ان کا نام ہمیشہ عقیدت و محبت سے
 لیا جاتا رہے گا۔

بغداد کی مسجد۔ فیصل آباد کی خوبصورت کالونی گلبرگ اے میں ان کی سخی جمیل سے تعمیر
 ہونے والی حسین و جمیل منقش بغدادی مسجد کے در و دیوار انہیں آج بھی خراجِ تحسین پیش کر رہے
 ہیں۔ بغدادی جامع مسجد کا منبر شریف جس پر آپ جلوہ افروز ہو کر ہزاروں سامعین کے قلوب کو
 اپنی سحر بانی سے عشقِ رسول کو گرایا کرتے تھے۔ اپنے عظیم خطیب کی یاد تازہ کر رہا ہے۔

دارالعلوم نوریہ رضویہ رحمت پور : فیصل آباد کی عظیم دینی درسگاہ جو ان کی

شب و روز کی محنت شاقہ سے معرض وجود میں آئی۔ اپنے بانی کی یاد دلا رہی ہے، جس کی تعمیر و ترقی کے لئے انہوں نے اپنی زندگی کو ایسا وقف فرمایا کہ ان کی آخری آرامگاہ بھی اسی درسگاہ کے ایک برآمدہ میں بنی ہوئی ہے۔ ملکی سطح پر شہرت یافتہ یہ عظیم درسگاہ شاہ صاحب کی زندگی کی عظیم یادگار ہے جس پر جتنا فخر کیا جائے وہ کم ہوگا۔

شاہ صاحب کی حیات مبارکہ میں آپ کے قائم کردہ اس ادارہ میں شعبہ حفظ قرآن۔ شعبہ تجوید و قرأت، شعبہ درس نظامی کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا۔ سینکڑوں کی تعداد میں علماء، حفاظ کرام اور قراء حضرات نے کامیاب ہونے کے بعد دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل کی۔ اور پھر علم دین کی اشاعت کے لئے ملک بھر میں پھیل گئے

محمد اللہ ربیع دینی ادارہ حضرت پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ صاحب کی روحانی توجہات سے پوری آب و تاب سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ آپ سے تربیت یافتہ مدرسین کی جماعت، مولانا قاری محمد صدیق قادری ناظم اعلیٰ دارالعلوم نوریہ رضویہ کی قیادت میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہے۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے سینکڑوں طلبہ علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ ڈل، میٹرک میں زیر تعلیم ہیں۔ دارالعلوم اپنی معیاری تعلیم، اعلیٰ نظم و نسق، صاف تھکر کے ماحول اور اعلیٰ تربیت کی وجہ سے پورے ملک میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔

مکتبہ نوریہ رضویہ : پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ایک اشاعتی ادارہ مکتبہ نوریہ رضویہ کے نام سے قائم کیا جس کے تحت اردو۔ فارسی۔ عربی کی نایاب کتب کی اشاعت کر کے ملک کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا۔ بحمد اللہ کتب خانہ مذکور بھی آج ملک کے عظیم کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔

پیر اٹھری سکول : — دارالعلوم نوریہ رضویہ سے ملحق برآمدوں میں نوریہ رضویہ پیر اٹھری سکول کا بھی اجرا کیا گیا، تاکہ گرد و نواح میں رہنے والے بچے دینی ماحول میں تعلیم حاصل کر سکیں اور ملک و ملت کا بہترین سرمایہ ثابت ہو سکیں۔ شاہ صاحب قبلہ نے چار مرتبہ زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا۔ دین حق کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ملک کے طول و عرض میں تبلیغی دورے فرمائے۔ تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

تحصیل علم : — شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم پسلی بھیت (انڈیا) کی مرکزی جامع مسجد میں اپنے جد امجد مولیٰ سنا حافظ سید شوکت علی شاہ۔ مولیٰ سنا قاری عبد الحفیظ اور جناب قاری نورشہ علی سے حاصل کی پھر ۱۹۵۰ء میں والدین کے ہمراہ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے۔ سکھر میں رہائش اختیار کی ۱۹۵۲ء میں علم دین کے حصول کی خاطر مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام فیصل آباد میں داخل ہوئے۔ استاد کامل شیخ المحدثین حضرت علامہ ابوالفضل محمد سرور احمد محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ سے عرصہ نو سال میں علوم ظاہری باطنی کی تکمیل کی۔ حضرت محدث اعظم پاکستان نے اپنے دست مبارک سے دستار فضیلت سحائی اور سند فراغت عطا فرمائی۔ بعد ازاں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ادیب عربی کا امتحان پاس کیا۔

وصال : — ۲۵ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ ہجری بمطابق ۳ فروری ۱۹۷۸ء بروز جمعہ المبارک کراچی میں انتقال فرمایا۔ آپ عرس اعلیٰ حضرت میں شرکت کے لئے گاڑی سے اتر کر کشتہ میں دارالعلوم امجدیہ کراچی کے لئے سوار ہوئے۔ اور راستہ ہی میں آپ کی روح قفسِ عنہری سے پرواز کر گئی۔

آسمان علم و فضل کا آفتاب عالم تاب ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔
 دارالعلوم جامعہ امجدیہ کراچی میں آپ کو غسل دیا گیا۔ حضرت علامہ قاری رضی اللہ عنہ
 اعظمی صاحب کی اقتدار میں کثیر تعداد علماء کرام اور عوام نے نماز جنازہ ادا کی۔ بعد ازاں
 کراچی سے بذریعہ طیارہ آپ کی میت کو فیصل آباد لایا گیا۔ انٹرنیٹ سے آپ کا جنازہ
 استاذِ کامل محدث اعظم پاکستان ابو الفضل محمد سید ذرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار
 مقدس پر لایا گیا پھر وہاں سے بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے لایا گیا، جہاں پر صبح سے
 نماز عصر تک زائرین میت کا بہت بڑا ہجوم ہو چکا تھا۔ نماز عصر کے بعد قریبی پارک
 میں صدر اشرافیہ حضرت علامہ امجدی علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت علامہ قاری
 رضا المصطفیٰ اعظمی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں بغدادی مسجد سے متصل برآمدہ
 میں اس عاشقِ رسول کو دفن کیا گیا۔

آپ کا عرس ہر سال ۲۲/۲۵ صفر المنظر کو بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے
 فیصل آباد میں منایا جاتا ہے۔

حضرت قبلہ سید زاہد علی شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے پھرنچے اور دو بچیاں
 چھوڑیں۔ آپ کے سب سے بڑے فرزند صاحبزادہ سید ہدایت رسول شاہ صاحب،
 حفظہ قرآن اور میٹرک تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد علوم اسلامیہ کی تکمیل کے لئے ادارہ
 جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن لاہور ایم۔ اے میں زیر تعلیم ہیں اور اس کے
 ساتھ ساتھ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد میں خطابت کے فرائض سرانجام
 دے رہے ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق کے علاوہ صاحبزادہ سید افتخار احسن زیدی کے
 نزدیک حضرت شاہ صاحب علیہ رحمہ ایک صاحبِ قلب و نظر، صاحبِ علم و عمل

اور صاحبِ قلبِ سلیم ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک
مردِ درویش اور مردِ کامل ہونے کے ساتھ ساتھ فقر و درویشی کے راستہ پر بھی گامزن
تھے یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی تمام کتابوں کے حقوق ان کے صاحبزادگان کی
دیانت و امانت کے پیشِ نظر دے دیئے ہیں۔

• ————— سید افتخار الحسن زیدی

نسبت باعرشِ جنت

تصنیف لطیف، صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی۔
 نسبت اگر اچھی ہو تو پستی کو بھی بلند کی مل جاتی ہے۔ خاک کی نسبت اگر
 نعلین اقدس سے ہو جائے تو وہ لعل بدخشاں سے بھی عظیم تر ہو جاتی ہے۔
 نعلین کی نسبت اگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو جائے تو اسے
 صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بھی تاج سر بناتے ہیں۔
 نسبت اولیاء اگر سب اصحاب کہف کو جنت میں لے جاسکتی ہے تو
 پھر بزرگ مومن جنت میں کیوں نہیں جاسکتا۔
 جس کی نسبت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو وہ تو خود جنتوں کا مالک
 ہوتا ہے۔

زیر نظر کتاب میں اس موضوع کو ترتیب دیا گیا ہے قرآن و احادیث، تواریخ و تفسیر
 کی کتب سے معتبر حوالہ جات سے ستریزین مرقع بہترین کتابت، روشن آفست
 طباعت اعلیٰ کاغذ مضبوط جلد، مناسب سائز۔

ناشی

مکتبہ نورِ ضویہ، گلبرگ اے فیصل آباد

نسبت با عرشِ جنت

تصنیف لطیف، صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی۔
 نسبت اگر اچھی ہو تو پستی کو بھی بلند کی بل جاتی ہے۔ خاک کی نسبت اگر
 نعلین اقدس سے ہو جائے تو وہ لعل و بدخشاں سے بھی عظیم تر ہو جاتی ہے۔
 نعلین کی نسبت اگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو جائے تو اسے
 صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم بھی تاج سر پہناتے ہیں۔
 نسبت اولیاء اگر سب اصحاب کہف کو جنت میں لے جاسکتی ہے تو
 پھر بندگانِ مومن جنت میں کیوں نہیں جاسکتا۔
 جس کی نسبت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو وہ تو خود جنتوں کا مالک
 ہوتا ہے۔

زیر نظر کتاب میں اس موضوع کو ترتیب دیا گیا ہے قرآن و احادیث، تواریخ و تفسیر
 کی کتب سے معتبر حوالہ جات سے ستریزین مرقع بہترین کتابت، روشن آفست
 طباعت اعلیٰ کاغذ مضبوط جلد، مناسب سائز۔

ناشی

مکتبہ نورِ ضویہ، گلبرگ اے فیصل آباد